

مددیہ



یکوں ملک کے شمع

سبھر ۱۹۷۰ء

عام غشائی افغانستان

مکمل زندہ دلی کے ساتھ زندگی پھر سے شروع کیجیے

بحدر دکا مام الکشم

نے سرے کے آپ کو توانائی دے گا اور آپ کی
اداکی کو جوان امتحنوں میں تبدیل کرے گا۔

ہمدرد کا مامہ المحمد زندگی کو سدا بہار رکھتا ہے

لندن میں سلطانی تربیت پر اعتماد کیا گی۔ لیکن اس طبقہ کو شاہکاری دستیابی میں شرپتہ پائے جائے گے۔ زندگی کے تمام پیغمبریہ میں عکس نہیں ہے

لاری سے اور بسی

لیز اسلام کوں کی ہوں
بڑیں کم کرے ہیں۔

四

مکمل تغیرات اکاع بولاگنی
مکمل تغیرات اکاع بولاگنی

دیوبندی مکتبہ

گلستان اسرائیل

مودودی مکالمہ



بخاری عالمی پری اردو

طوفان سے ساحل تک

سابق یوپول نوڑ دیں اور مسجد وہ محمد اسد کی شہرت یافتہ کتاب جب میں انھوں نے بڑی تفصیل سے اپنے اسلام لائے کی داستان لکھی ہے۔ اُدیٰ بحد فرمائی اور صفات علم ہیں اس نئے داستان کے ذمیں میں بیشمار علمی معاشرتی اور اخلاقی مسائل پر زیریں اور ایمان افراد کفتکوں کرنے کے پیشیں۔ مجلد پاپچ روپے ۷۵

سوائیخ مولانا محمد یوسف

جماعت شیعیگی کے مرحوم امیر کی داستان حیات، مفصل اور درج ہے۔ مجلد سے دس روپے۔

سوائیخ مولانا عبدالقدوس رئے پوری

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے قلم گوہر قمے ایک طبیل الفضل رشیخ کی روح پر درسوائیخ۔ مجلد سے چھروپے

تاپیخ خود عوت و عزیمت

مولانا علی میان ندوی کی وہ تاییف جسے تمام زبانیہ اسلام میں بہت پسند کیا گیا۔ یہ پہارے ان اسلام کے کارناموں سے روشنداش کرتی ہے جو اپنے اپنے انداز میں دین کی خدمت کا خوب خوب حق ادا کر گئے ہیں۔ حصہ اول مجلد سے دس روپے حصہ سوم سے چھروپے حصہ دوسرے سرورست ختم ہے۔ لیکن ہر حصہ چونکہ انہی جگہ مکمل اور غیر مسلسل ہے اس نئے ہر حصے کے مستقل بالذات فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

کاروانِ مہربانہ

یہ گران قدر کتاب مولانا ابوالحسن علی ندوی کی مختلف تقریریں اور مرضائیں کا مجموعہ ہے جن کا تعلق ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت پاک، اس کی تعلیمات، پیشام، اس کے عطیات و احسانات اور اسنے کے عالمگیر نتائج و اثرات سے ہے۔ آخر میں ایک تعمیہ تمشیل مشاعرہ بھی ہے جس میں فارسی اور اردو کے مشہور شعرا نے باگاہ نبوی میں نذر ان تعمیدتیں کیے ہیں۔

فضائل صدقات (مکتب)

شرح الحدیث مولانا محمد ذکریا عتنی کی مشہور تالیفہ جمودین و اخلاقی کی مبتدیں نصائح سے لبرز ہے۔ وچھپہ اور ایمان افرورنہ چھپائی روشن عکسی۔

قیمت مجلد چھپی یا پلاسک سے سائز میں ساختے ساتھ پہلے تصویر علم و عقل کی روشنی میں

”تصویر“ کے بوضوں پر ایک نگار اگر بجٹ بستکے تمام گوشوں پر روشنی ڈالنے والی۔ پچاس پیسے۔

ایک ہندوستانی صحابی

مولانا منظور احمد گیلانی رحمی کی ایک درج پ اور پوچھ دیکھا۔ تیزیت سے اسی پیسے

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

مولانا منظور احمدی کی مقبول کتابی اس میں وہ عام فہم زبان میں قرآنی مطالیب بیان کرتے ہیں۔ قیمت مجلد سے پاپچ روپے

کتاب بچلی۔ دیوبند (معہ)

ہندوپاک کے سالانہ چندہ
دش رکھ پے

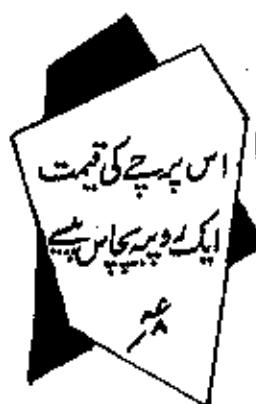
غیر مالک کے بذریعہ ہوائی ڈاک
ایک پونڈ دس شنگ

غیر مالک کے بذریعہ ہوائی ڈاک
تین پونڈ



خطوٹا بت کیلئے
ہمارا مکمل پتہ
دفترِ محلی - دیوبن
یوسپی

اگر من اترے میں رکھ نہ ان
ہے تو کوئی لمحے کا اس پر چھپے ہو اب کاش بیداری ختم
ہے یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجنیں یا وی پی کی اجاز
دی۔ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تو بھی اصلیع
دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگر پرچہ وی پی سے بھیجا
جائے گا جسے دھول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔
(دی پی گیارہ روپے کا ہر گھا) منی آرڈر ہو جوکہ
آپ وی پی خرچ سے
نک جائیں گے





دسمبر و جنوری نکشہ

۷	عامر غفاری	آنماز سخن
۸	شمس فوید غفاری	ذر اسوبچے
۹	"	کیا ہم مسلمان ہیں؟
۱۰	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	تفہیم الفہر آن
۱۱	"	تفہیم حدیث
۱۲	"	ساختہ مسجد اقاضی
۱۳	منہرستید عالم مددی	اللہ کے شہزادوں کو.....
۱۴	"	تجالی کی ذراں
۱۵	عامر غفاری	سوال و جواب
۱۶	مولانا مددودی	نصب العین کے نظر
۱۷	محمد حسین پشتی	اٹھ کر اب بزم جہاں کا.....
۱۸	ڈاکٹر مصطفیٰ ابتدائی	دارالحکومت اور بڑے شہر
۱۹	چنان	روس اور امریکہ
۲۰	محمد حسین پشتی	عمل ضروری ہے
۲۱	ملقا ابن العرب مکی	مسجد سے میخانے تک
۲۲	مولانا عبدالمadjid دیباڈی	مشیر، اور گذارشیں
۲۳	شورش کا شہیری	پاکستان کے دس سال
۲۴	عامر غفاری - شمس فوید غفاری	تھرے کھوتے

عامر غفاری پرنٹر پبلیشورز نے اسکا ہی پولیس دیوبند سطح پر اسکے اپنے دفتر تحریک دیوبند سے شائع کیا۔

آنعام سخن

ٹپے فدا کا اب امکان ہی باقی نہیں رہا۔ جو اسرا دا اور گرد و گھری خاص مصلحتوں اور اپنے جارحانہ انکار و خیالات کے محبت فدا کو ترقی دینے میں مختت شاقر برداشت کر دیے ہیں ان کی کوشش بہر حال یہی ہو گئی کہ ترقی کا قدم آگے ہی آگے ٹڑھنا جائے اور ہر نئے فدا کے پھلنام فسادوں پر فان ہونے کی جو روایت انہوں نے قائم کی ہے وہ تو نہ ہے نہ پاتے۔

ہماری حکومت نے تکمیل اس صورت حال سے پریشان ہے اور براہ اس فنکر میں لگی ہوئی ہے کہ یہی نے تحریب کا یہ پکڑ فرم ہو لیکن اس کے امن نکر کا تجھی خیر ثابت ہونا اس نے مشکل نظر اڑاہے کہ ایک طرف تباہ کا اخلاص طرح کی مصلحی گرفت میں ہے، دوسری طرف اس کے ضمیر پر یہ اسی مفادات کا پہر ہے۔ تیسرا طرف اس کا طرز تکر کا حقہ، غیر جائز دار نہ ہیں۔ جو تھی طرف اس کاصور جھوڑت اور معیار الفواد کی طرح کی منطق خامیوں کو اپنے وجود کا جزو لازم بنائے ہوئے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اچھی کچھ روز ہوتے ہر سری نکریں اس نے جو کوئی بڑے مطہرات سے کی تھی وہ اُس مقصد کے لئے تو کچھ بھی مغیب نہ ہو سکی جس کا حصہوں میں نظر تھا لیکن اس سے تحریب کا ایک بزید پہلو یہ نکل آیا کہ جو ذہنیت فسادات کے سچے کارفرائی۔ خواہ وہ حکومتی دائروں کے اندر ہو یا باہر۔ اسے یہ زریں موقود مل گیا کہ جسیں جی دیے کو چاہے مقدامت کی صحت میں پھنسا دے اور جس ایڈیٹر کو جائے آفت میں بدلنا کر دے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی آنک بھڑک کانے والی تحریروں پر قدغن ضروری ہے۔

لیکن جہاں جا پہنچے اور پہنچے والی نظریں ہی تضیبات کی اسیر ہوں وہاں یہ ضروری اور آئینی اقدامات بھی ظلم ہی میں اضافت کا باعث بن سکتے ہیں مگر الفواد اور اصلاح کا چانچھہ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ ملزموں کی لامن میں زیادہ تر دہی انسرا دھکڑے کر دینے چکے ہیں جن کا قصور سوائے فریاد اور کوشش دفاع کے اور کچھ بھی نہیں۔ ظاہر ہے ان ملزموں کو

یہ کہنا اعلما ہو گا کہ حصہوں آزادی کے بعد ہم اسے ملکے ترقی نہیں کی ہے۔ ترقی کی ہے اور یقیناً کی ہے لیکن یہ ترقی صرف تعمیری کے درج پر نہیں ہوئی بلکہ تحریب انتشار کے درج پر بھی اس ملک کے قدم آگے ہی آگے بڑھے ہیں۔ یہ حاصلہ تو ایکست تقلیل کتاب کا طالب ہے کہ تعمیر اور تحریکے دو مشنادرخوں پر کی ہوئی ترقیوں کا شناسب کیا رہا۔ بلکہ اس کا بخاری ہے۔ لیکن اس میں کسی شدید کی گنجائش نہیں کہ تحریب کے خلاف میں جو چیز سرفہرست آئندی ہے اس کا انہی "فساد" ہے۔ فساد نے ہمارے یہاں جو قابلِ رٹک ترقی کی ہے وہ گستاخ اور بیفت دلوں اعلیار سے اتنی خایاں اور مستاذ ہے کہ کسی کو مجال انکار ہو ہی نہیں سکتی۔ چھوٹے حصے فسادات کے مرحلوں سے گزر کر جب ایک طرازاً اچشم لیتا ہے تو کبھی کبھی یہ اطلاع کشت کر جاتی ہے کہ اس فساد نے پھلے تمام فسادوں کو مات کر دیا۔ پھر چونکہ ترقی کا سلسلہ براہ جاری ہے اس نے اس کے بعد ہونے والا سارا خود اس پھلے فساد کو گرد بنا دیتا ہے اور سچے داںے کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تازہ فساد تو پھلے تمام ہی فسادوں پر بیعت نے گلہد یہ صورت حال واضح طور پر اس حقیقت کی شاندی ہے کہ فسادات کی حقیقت سارے ملک میں ہمیں جادیت اور اتفاق کی نہیں بلکہ فن اور ارشاد کی ہے۔ کوئی بھی مشن جب مختت اور لیکن سے چلا جائے تو اس دناؤ اس طرح آگے ٹڑھے گا اس طرح فسادات آگے ٹڑھ رہے ہیں۔ اسی لئے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جو رات کا حالیہ فساد اپنی ہولناکی، وسعت اور گیرائی کے اعتبار سے وہ آخری فساد ہے جس سے

چھاتی پر بھی چڑھا دیا جائے تو اُس تحریکی صورت حال میں سریو
فرنی واقع نہیں ہو سکتا جس کے اسباب و علل اور دلایات
محركات ان ملزمون سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

بس اسی لئے ہمیں یقین نہیں کہ حکومت کے ہولناک
فراز کے روشن عمل میں جو حکومت و جنگ حکومت میں پیدا
ہوتی ہے وہ ہزار مخلص باد ہونے کے باوجود خاطر خواہ تنارج
پیش کر سکے گی۔ ہاں یہ بالکل ممکن ہے کہ جس طرح سری نگار کی
نئے خداوس گروہ کے لئے ایک صیحت کھڑی کردی جا پئی
منظلوں میں پر نوجہ کیا تھا اسی طرح تھی احتیاطی تدبیریں کوئی
اور تھیا رفرقر پرست اور متصبب ذہن کو ایسا عطا کر دیں کہ
اس کے ذریعہ اُن مظلوں کو مزید استانا اور پیشانہتا آلات
ہو جائے۔ لہذا امرت مسلم کے قائدین کو حکومت کی تازہ
اصلاحی کوششوں کے مارے میں زیادہ تر ایمیڈی نہیں ہونا چاہیئے
اور اپنے طور پر اسی جیمانہ تدبیر تلاش کرنی چاہیں جن کے
ذریعے صورت حال کی اصلاح حقیقی معنی ممکن ہو سکے۔

یہ بات ہر حال میں ٹھیک ہے کہ کوئی بھی تدبیر اور حکمت
عملی کارکر نہیں ہو سکتی جب تک مسلمانوں کی تمام قابل ذکر جماعتیں
کم سے کم اس شرکت صیحت کے رُخ پر ہم اُسکی اور باہمی تعاون
کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ نیکن جب کہ جمعیۃ علماء ہند کی صورت
بھی ایسے کی نظر و احتمال پر آمادہ نہیں تو اس کا مطلب یہ ہمیں پوچھا
چاہئے کہ دوسرے بھی یا لوں ہو کر بیٹھدے ہیں۔ ہمارا خیال ہے
کہ جمیع علماء کو چھوڑ کر باقی جماعتیں سرخ ڈیس تو بات بن
سکتی ہے۔ خصوصاً جب صورت حال یہ ہو کہ خود جمیع علماء
کی قسم ڈرگر دیوں میں ہوں جیکی ہو اور ایک گروپ پر رُخ
پر اتحاد و تافق کا قابل ہو تو اسے ساختے لیتے سے وہ
غلابی کسی حد تک پہنچنے پڑے جائے گا جو دوسرے گروپ کی
نیعلیٰ سے پیدا ہونا ہے۔

لکھنؤ فسادات کی نزارت میں کیا کچھ نہیں لکھا جاتا
نے ریادہ اتم کی لئے جلتی چلے ہے بلند کر لیجئے۔ گر مطلوبہ تنارج

کی توقع اس کے بغیر نہیں کی جاسکتی کہ ملت اسلامیہ کے
اہل الراءے اپنے طور پر کچھ محملی تدبیریں چیزیں۔ بھاگ دوڑ
کریں۔ مجلس مشاورت مکام سے اختراکت تعاون کا جو
اسٹیج حوالی ہوا تھا وہ اگر بعض حادث اور اتفاقات کی بنا
پر ناکارہ ہو گیا ہے تو ضروری نہیں کہ آئندہ بھی ناکارہ کا
منحدر پکھنا پڑے۔ مالی میں کفر ہے۔ امید کا دامن ہاتھ سے
چھوڑ کر جدو جہاں سے کارہ کٹی کر لی گئی تو حالات اس سے
بھی زیادہ ہولناک ہو سکتے ہیں جتنے اب ہیں۔

یہ کہنا غلط ہو گا کہ ملت کے اصحاب فکر اصلاح حال
سے مالی میں ہو کر کرنے میں بطور ہے ہیں۔ ہمیں جہاں تک
علم ہے وہ ضطرب بھی ہیں اور کچھ کرنے کے خواہ بھی۔ علاوہ
اس کے جتنا کچھ موجودہ حالات ہیں کہنا بھک ہے اس پر انکا
عمل بھی ہے لیکن حالات کی روزافروزی سنگینی تقاضا کرتی ہے
کہ ان سے فکر و عمل دونوں کی رفتار میں اضافہ ہو۔ موجودہ
رفتار تو اتنی مشتمل اور غیر مرتب ہے کہ عامۃ الناس کو اس
کے وجود ہی پر شبہ ہے۔ عامۃ الناس یہ تصویر کرو ہے جیسی کہ
ہمارے ارباب فکر و نظر اور ہمارے رہنماء فکری کی چادر
تلئے سور ہے ہیں۔ اس تصویر نے ان کے اندر ایک ذہنی
تعلیم جمیں نا امیدی اور ہر اس کی کیفیت پیدا کر دی ہے
وہ حیران و سرگشته ہیں کہ آخر ہونا کیا ہے۔
کاشش ہمارے محترم قائدین کے فکر و عمل میں تیزی پیدا
ہو اور دین و ملت کی خدمت کا جذبہ انھیں لیے گئے مجاہدوں
پر بھیج لائے جہاں سے ان کی حرکت و جوش کا نظارہ عوام کے
لئے بھی ممکن ہو۔

جیاتِ ذاکر حسین

مرحوم صدر جناب پیدا ذاکر حسینؑ کی معروف شخصیت پر
ایک معلومات افزائی کتاب جس کی تاییف کا سہرا بنا بخوبی
مصنفوں کے سر ہے اور کتبہ برہان نے اسے معاری اذلاز
میں شائع کیا ہے۔ تیمت محلہ۔ آحمد پے۔
مکتبہ جملی۔ (لیوبنڈ ریو۔ پی)

شمس توبید غماني

دراسوچے

ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جو دعا استعمال کی لگئی اُس نے درود اور اضافہ ہی کر دیا۔ اُمکہ وہ نہیں بے شمار تباہیر کی تاکامیاں ان گفت را شون کے ڈھیر کی طرح ان تمام سے ہر ایک مسئلہ کے چاروں طفیل پڑی سڑھ رہی ہیں۔ اور ان لاثنوں کے درمیان یہ مسائل سڑھا گئے آدمی کی طرف دیکھتے ہیں اور آدمی ان مسائل کی طرف خوف، کشکاش، یا پوچھ اور اضطراب و کرب کے تائفتہ بر حالت میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے۔ کبھی وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور کبھی سمجھ رکرا کہ آنکھیں معاشری کا مسئلہ۔ مسائل افرادی اور اجتماعی۔ معاشری معاشری۔ ذہنی و فیضی۔ خالی اور تمدنی۔ تہذیبی۔ اور نہ سی۔ نظری و حیضی۔ قومی اور بین الاقوای۔ شعوری اور لا شعوری مسائل۔ کبھی میں سے پھر ہر مسئلہ کے شاخ در شاخ اجزا رہیں۔ مت نئے مسائل کا یا ایک دو یا ترکیب اتنا ہی جعل مسائل دینے والے و دو قلمرو نظر کے آسمان و زمین میں پھیل رہا ہے۔

ایک طرف مسائل کا یہ پڑھ رہا ہجوم ہے اور دوسری طرف یہ جو عمل فریسانہ نظر کے ان بیرون کسی بھی ایک مسئلے کے سامنے ٹوپی بھی کامیکا حل نہیں کی خواہ ماختہ تباہیر کے ہاتھوں میں موجود نہیں، جو محل سوچا گی تجوہات نے اس کو پا مال دسرٹلوں کریڈا۔ جو نہیں پھل میں لائی لگئی اُسکو

کان پہنچے چار ہے میں شعورِ مغلظوں ہے۔ لا شعورِ محروم۔ دفعہ
دول مسودہ گریساں میں جنہی امارکی قیامت بن جلی۔ حدائقی نظام
تما خاچو گیا۔ علمی اداروں پر طلباء پھر ادا کر رہے ہیں۔ جو یاد
شوہروں سے خدا ری کر رہی ہیں اور شوہر بزویوں سے۔
اولاد پیش مان بات پر حمل آؤ دے۔ پہ لیس جو موں کے ساتھ
ہے۔ انساف کے دروازے بند ہیں۔ علمی ایجادات کی کوکہ
سے تباہ کاریاں جنم لے رہی ہیں۔ فکری افیں گمراہیوں سے نایک
ہیں۔ روحانی سکون کا تصویر تک محل ہو چکا جسمانی کھنڈوں
میں بیماریوں اور وہادوں کا طوفان سما آگیا ہے۔

اور۔۔۔ یہ سب کچھ اس دور میں ہو رہا ہے جملہ ندی
کے اس بُش و سائیک اپنے نقطہ عرض پر ہیں مسائل کی روشنی
سے آسمان کے دورافتادہ گوشے تک روشن ہیں۔ مگر زندگی کی رہنمای
کی سیاہ رات میں ٹھوکریں کھاتی اور سرمشی پھر رہی ہے۔ راکٹ
اور طیارے خلافی کروں کو چھوڑ رہے ہیں اور زمین کی دنیا سے
نشش سے باہر نکل کر لامتناہی خضاکوں میں پرداز کر رہے ہیں۔
مگر زندگی کو زمین پر چلنے بھی دو بھر ہو رہا ہے۔ انسانی آلات
اور ارض ہیں سینہ چرخ کر غیر مرثی جہاں کو گرفت میں لے پکے
مکر زندگی۔۔۔ لے کیف زندگی کی بے کیفی میں اضافہ ہو رہا
ہے اور جیسے کہ دھت گھٹ رہی ہے۔

ناکامی کا سبب کیا ہے آخر یہ ترجیحی جو ختم ہوتی نظر
نہیں آتی، پھیلتی، بڑھتی اور سب کچھ اپنی پیشی میں لتھی چلی
چارہ ہی ہے اس کا نقطہ اتفاق ہے کیا یہ ہے وہ سوال ہوا
 تمام مسائل کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر ہم پاہتے ہیں کہ اس
کا کوئی حل ہمارے ہاتھ آتے تو ہیں اس بنیادی مسئلے سے
پہلا قدم اٹھانا اور اس پر پہنچنے نظر و انتباھ صورتی ہو گا۔
جو فرد اپنے انفرادی مسائل کو حل کرنے کا سبب ہے تو وہ
ہے اس کو بھی اسی طرح سوچنا ہو گا اور جو گروہ اپنے گرد رہی اور
اجتماعی مسائل کو حل کرنے کا آرزو مند ہے اُس کو بھی اسی
زادی سے اپنی سوچ کا آغاز کرنا ہو گا۔ بنیاد کی درستی ہیں
ہی پوری عمارت کی درستی کا اذکار کیا جاسکتا ہے۔۔۔ اور۔۔۔

وہ جائی ہے تو وہ اس کے چاروں طرف جمع ہونے لگتے ہیں۔ اور
وہ سوچاتا ہے تو پریشان خواہوں کے آسمی ہند کی شکل اختیار
کر کریے ہیں۔ زمان سے بیداری کو نجات ہے نہ غلطت کو۔ آدمی
ان پر قبیلہ مارنا چاہتا ہے تو وہ اس کے حال پر نہ لگتے ہیں
وہ روئے لگتا ہے تو وہ اس کی زندگی پر قبیلہ لگاتے ہیں۔
کیس اور کسی طرح وہ ان مسائل کی زندگی پاہر مکمل جانسے میں
کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان سے نجات کی صرف ایک بھی راہ
ہے۔ ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ان کوئی الواقع حل کی جائے
اُن کو بھلا یا نہیں جاسکتا۔ اُن کو ٹالایا نہیں جاسکتا، زمان کو گھٹایا
جاسکتا ہے اور دُٹایا جاسکتا ہے۔ یہ زندگی کے ساتھ تحریک
ہوتے ہیں اور زندگی کے ساتھ خشم نہیں ہوتے ہیں۔ زندگی کے
بعد بھی ہر کوئی اپنے ناکام مسائل کے لامھا اُسی دُھنیا میں
دوسروں کے لئے اپنے پچھے چھوڑ جاتا ہے اور اُن کا جو اپنے ہی
کام برقرار رہا اپنے ایمان کے سر برلے ہوئے ہے دوسری دنیا میں
راہی ہوتا ہے۔ جہاں سے وہ کسی دوسرے اور اسی دوسرے شخص کے بس
حوالی کی کوئی خبر صحیح ملتا ہے اور زندگی دوسرے شخص کے
ہیں یہ ہے کہ وہ اس کی کوئی ادنی سی بھی مدد کر سکے۔

کیا آج مسائل حیات کی یگفتگو اُسی بھی معقول آدمی کی
نہ کر سکتا اور مبالغہ کی فہرست میں شامل ہو سکتی ہے؟ اُن تلحیح
خانی پر افساؤں کا مشیر کیا جاسکتا ہے؟۔ مکن ہے کبھی کوئی
پکڑا فلسفی یا تجھیں کی دنیا میں رہنے والاشاعری بات کہدا ہے تو
کہدا ہے۔۔۔ لیکن آج جلد زندگی اپنی تمام انفرادی اجتماعی اور
علمی و معمولی مسئلتوں میں ان تمام مسائل کا سچا اور حیثیاتی رقص سر
کی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اور کافیوں سے ان کا شوگن رہی
ہے اور ہاتھوں سے ان کی سلیمانی اور کھود رہا ہے تو چھوڑ رہی ہے
تو کون ہے جو ہو کہا ساتھیوں کی سکے کے پر مسائل کی مسائل ہی نہیں
ہیں بلکہ مختص ذہنی آج اور تجھیں کی پیدائشیں۔

آج آدمی کی زندگی کا ہر کوئی مسئلہ ان مسائل کے سورے
کو رشتہ مختصر نہ ہو گا۔ خاندانی نظام کے بکھرے ہو چکے ہیں۔
خانشری نظر پاہر پارہ ہے۔۔۔ قوی ڈھانچہ بگڑا پڑا ہے۔۔۔
پین الاقوامی زندگی تیہٹ ہو رہی ہے۔۔۔ نظریں سراسر ہیں۔۔۔

بن جائے گا۔ عقل بھی دیکھ لگی بن جائے گی۔ دولت بھی افلاس ہیں ڈھنل جائے گی۔ سامان بھی بے سرو سامانی میں تبدیل ہو کر رہ جائے گا۔ آج کا دور اس حقیقت کا جیتنا جائیتا جائیتا ہوتا ہے جو آج کامیابی اور خلاج کا جتنا سامان آدمی کے پاس ہے اتنا شاید بھی بھی نہ تھا۔ لیکن آدمی آج جس قدر کامیابی سے محروم اور تھی دامن وہی دست ہے اتنا وہ شاید بھی بھی نہ تھا۔ اور اس نام ساز سامان میں ہیں جس شے کی کی۔ واحد کمی منظر آہی ہے وہ بھی وہی ایمان بالائی اور ہدایت طلبی کی کی ہے۔ آج اس کی دنیا میں صرف اچھی بندگی اور بخوبیت کے سوا کیا کچھ ہو گوئیں؟۔ یہ ہے وہ چیز جس نے یہ دھارنا فرک کامیاب ساز سامان کے ٹھیک قلب میں تاکاہی بننا مرادی کا ایک نام کہہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

یہ بات کہ آدمی کی بھی خود کچھ نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہو ایک جو بھی بھی پھر ہو اے وہ اس نے قدا سے کرایا ہے، کیونکی عمل سوزی کا درس نہیں۔ عملی جدوجہد کی ضرورت و نصیحتوں میں ہے۔ خواہ خود مسائل حل کرنے کا انداز اختیار کیا جائے خواہ فدا سے حل کرانے کی راہ پکڑی جائے۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ پہلی صورت میں آدمی ہلک کر عمل کا محتاج بھکتا ہے اور عمل کو "غذا" بنا لیتا ہے جیکہ وہ سریش میں وہ خدا کو درجہ عمل اور عمل فعال قوت بھکر عمل کے بجائے خدا کا پھاری ہوتا ہے۔ وہ عمل پسند نہیں کرتے عمل پرست نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ علم محتاج ہے عمل کا اور خود عمل بھی محتاج ہے خدا کا!۔ اسی اب محتاج ہیں مسبب الاصاب کے اور سبب الاصاب اسی اب کا محتاج نہیں۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے آدمی کو درسی دینے کی اس زندگی کے سفر پر نظر ڈالنا کافی ہو گا جو زمین پر اس کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ بخانے کیا ہے اور بخانے کب سے مسلسل کرتا چلا آ رہا ہے۔ کیا وہ بتا سکتا ہے کہ زندگی کے ان مراحل میں سے کسی بھی مرحلہ میں اُس نے اپنے کسی بھی مسئلے کو خود حل کرنے کا نصیر بھی کیا تھا؟ رحم مادر کی فواہ کی زندگی میں اس

یقین کے اندر جا نکل کر ہی پورے درخت کی گذشتہ و آئندہ تاریخ کا بھر پورہ مطالعہ مکن ہے۔ ایک ہی کے اندر کائنات کی اصل تصویر بھی ہوئی ہے۔ ہر شے اپنی اصل ہی سے چلتی ہے اور اصل ہی کی طرف واپس آتی ہے۔ زندگی کی ہر حقیقت ایک گولائی کا سفر ہے کلی ٹیکی یہ رجم الی اصلہ۔ ہر شے کچھ جو ہے شروع ہوئی ہے وہیں اسکر ختم ہوئی ہے۔ توہر حقیقت مسائل کے نقطہ آغاز کا سراغ ان کی انتہا اور انجام کا سراغ ہے۔

تاکاہی کی اصل وجہ یہ ہے کہ آدمی نے اپنے مسائل کو خدا سے بے نیاز ہو کر خود ہی حل کر لیتے کی ہوں لیا حاقت کا ارتکاب کر دالا ہے۔ وہ خود کوئی مستلزم بھی حل کر سکتا ہے اور نہ کبھی حل کر سکے گا۔ ہاں اس کو خدا سے ان تمام مسائل کو حل کرائے کے لئے زندگی کے سفر کا از سفر آغاز کرنا ہو گا اور اسی انداز پر اس کا سفر اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا سکے گا۔ زندگی ایک راستہ ہے جس کے سینکڑوں پیچ و ٹھم ہیں۔ مسائل سفر کی تحریک ہیں اور فکر و نظر اس سفر کا نقشہ اور خاکہ ہیں اور جدوجہد سفر ہے جو اس فاکے میں رنگ بھری ہے اور کامیابی۔ حقیقی ایدی کامیابی اس سفر کی منزل مقصود اور سماحل مراد ہے۔ لیکن کسی بھی سفر کے صرف اتنا ہی سامان سفر کافی نہیں۔ منزل پر سچنے کے لئے جس بنیاد شے کی ضرورت ہے وہ نہ راستہ ہے۔ زندگی سفر نہ قدم نہ تحریک سفر۔ بلکہ وہ بنیادی شے جو منزل پر مسافی کی ضمانت دیتی ہے اور جس کے بغیر پہ تمام ساز سامان حضر سفر ہے اور کچھ نہیں۔ اس کا نام ہے "ہدایت"۔ اور "ہدایت" خدا نے کسی کے ہاتھ میں نہیں رکھی۔ یہ وہ تھے ہے جو اگر کسی کو حل کرنا ہے تو خود خدا کے دست خاص سے ہی حاصل کرنا ہے۔ خود خدا کا درسی اس متاع بے بہا کو طلب کر لے کا وہ اعداد ہے۔ واحد آستانہ ہے۔ اس درکو جھوٹ کر ہدایت کے لئے آدمی جس دروازے پر بھی اور نکل دے گا وہاں سے اس کوہہ ایت کی جگہ ضلالت اور صرف ضلالت ہی نصیب ہوگی۔ علم بھی جیل

جو لوگ بھی ہماری راہ میں سبی و محل کریں گے اور ہم سے ہدایت طلب کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں گے ان سے وعدہ ہے کہ ان پر کامیابی اور کامراہی کی نہ صرف ایک بلکہ سچائی کی ترقی را بیس کھول دی جائیں گی۔ اخیں بتا دیا جائے گا کہ اور ہر کواؤ اے اور اجتماعی مسائل کے لئے اجتماعی گروہوں سے وعدہ کیا گیا اور اجتماعی مسائل کے لئے اجتماعی گروہوں سے وعدہ کیا گی کہ "إذنَ سَفْرُهُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ كُمْ" اگر تم خدا کی مدد کرنے کے قدر تھا میری مدد کرے گا۔ یہ ہے وہ ہدایت راہ جس کے بغیر کوئی فرد مسائل کی صحیح راہ دریافت ہی نہیں کر سکتا اور یہ ہے وہ امداد و تعاون جس کے بغیر کوئی مدد کسی جماعت کی منزل مقصود اور مسائل اجتماعی کے حل تک رہنمائی نہیں کر سکتی۔ اور ان دونوں کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ تو اب اگر کوئی گردہ اس سے محروم کو پسند کر رہا ہو تو اس گردہ میں بھی جو فرد اس محرومی سے نکلنما جا ہے تو اس کے لئے ان انفرادی کامیابی کا مدد موجود ہے۔ اور جہاں کچھ افراد محرومی کی راہ اپنائے پر ٹھیک نکلتا چاہئے تو اس کے لئے دوسرا وعدہ مانندے موجود ہے۔ مایوسی کی بات کسی بھی شکل میں نہیں ہے چونکہ فرد کی زندگی کے ڈانٹے جماعتی زندگی سے بہر جانلے ہوئے ہیں اور جماعتی زندگی کے سرے فرد سے والستہ ہیں۔ اس لئے کوئی بھی فرد ممکن طور پر کامیابی اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جب ایک طرف وہ خود ذاتی زندگی میں نفس کے خلاف اور خدا کی تائید میں چادر کرے تو دوسرا طرف خدا کی مخلوقوں کو خدا سے بوجٹے کے لئے جو کچھ کر سکتا ہے اور خدا کی زمین کو پاک کرنے کے لئے جو کچھ مکن ہو وہ سب کچھ کر دالنے کا فیصلہ کر چکا ہو۔ اور یہ شکل جماعتی کے لئے ہے کہ اخیں اجتماعی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اپنے ایک ایک فرد کو انفرادی تزکیہ والاصلاح کے کام پر لگانا ہو گا اور فرد اور جماعت کو ضمای سبیں وعدہوں کی اس راہ پر لانے کے لئے ہر آدمی کو سوچنا ہو گا کہ وہ خود کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔ جو وہ خود کر سکتا ہے اس کو کرنے کے لئے وہ کسی دوسرا سے کے انتظار میں کیوں بیٹھا ہے؟ اور کچھ دوسروں سے کر سکتا ہے اس کے لئے وہ دوسرا سے اسکے

اپنی تکشیل کے کون سے جز میں یہ کام کیا؟۔ باب کی پیشویوں یا مان کا پیٹ، اکبیر بھی کسی جگہ بھی اس نے اپنا کوئی مسئلہ خود حل نہیں کیا تمام مسائل خدا سے ہی حل کرائے تھے۔ باب کی پشت سے پہلے اس کے ورورد کا جو کچھ سامان جس جگہ اور جس ونڈا پر بھی ہوا اس کے کسی بھی حصے میں اس کا پانہ باقاعدہ ہے۔ خدا کا باقاعدہ اس کے تمام مسائل کو حل کرتا اور ہے۔ اور۔۔۔ اس اوضعی زندگی کی ایک حقیر بیت کے بعد پھر موت آتے ہی وہی سلسہ کار مشروع ہو جاتا ہے جس طرح اپنے بنائے جانے کے ان مرحلوں میں وہ خدا کا اور اس کی ہدایات کا محتاج تھا۔ کوئی بنار پا تھا اور وہ بن رہا تھا، اسی طرح موت کے وقت سے اپنے مثالے جانے کے مرحلوں میں وہ پھر خدا اور اس کی ہدایات کا قطعی محتاج ہو جاتا ہے۔ کوئی مثالاً ہے اور وہ مثلاً ہے۔۔۔ پھر اس مثالے جانے کے بعد بنائے جانے کے باب میں وہ اس سے بھی زیادہ اسی خدا کا محتاج ہو گا۔ تو کیا تم ہوا کر اس درجہ کھلا ہوا محتاج و وجود جس کا آغاز خدا کی ہے اسیت کا محتاج اور جس کا انجام بھی خدا کی ہدایات کے ہاتھوں میں تعلق رہے ہے۔۔۔ وہ رحم مادر سے قبل تک کی منزل میں اس خدا سے بے نیا ہو کر حیثیت کا ارادہ کر بیٹھا۔۔۔ یہ اسی احتمال اور اس کی "برکات" میں جو پوری دنیا میں انسان کی وجہ گیر تباہی کی شکل میں ہر سوت آنکھوں سے دکھانی دے رہی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ایسے احتجان کے لئے خدا کے دروازے بند کر دیے جائے اور اسے ہمیشہ کے لئے تباہ ہونے کے لئے چھوڑ دیا جاتا۔ مگر ہم یہ ہے کہ خدا نے اس محتاج ہستی کے لئے نہ صرف یہ کہ اپنے دروازے کھوں دیئے بلکہ ان دروازوں نکل اس کو داہم لانے کے لئے فرشتوں کو زہن پر اتاما اور زہن پر اپنے انہیا اور سل کو زہن اور آنکھوں کی راہ پر جلا جلا کر واپسی کی دعوت پیش کی اور اپنے صفائف و کتب کی شکل میں تحریری دعوت نامے جاری فرائی۔۔۔ یہ دعوت نامے افراد کے نام بھی ہیں اور گروہوں کے نام بھی۔ اور ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ یہ یقین لانے کا ہر یکم فرمایا کہ اگر تم واپس آئے تو ہم تمہارا خیر مقدم کر سو گے۔ فرد سے یہ کہا گیا کہ "وَالَّذِينَ جَاءُهُمْ دُرْأَقْبَانَ هُنَّ مُهْرُوبُونَ"۔۔۔

لیکن پھر بھی کوئی اگر خداوندی وعدوں کا عملی اور طاقتی ثبوت پھاپتا ہے تو اس کے لئے انسانی تاریخ کھلی ہوتی کتاب ہے جس کے درج و درج اور سطر سطر میں خدا کے وعدے اور وعدید دلوں کے امٹ ثبوت روز روشن سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ فرمایا اسرائیل کی بے سرو سامانی سراً گزندگی۔ پامی اور شکستہ مالی ملاحظہ ہو، اور ان کے مقابل فرعون کی قابو و جای بر طاقت، اور طاقت کافش و جنون یاد کیا جائے۔ لیکن جب ہمی اسرائیل نے حضرت ہوئی علیہ السلام کی قیادت میں ان وعدوں کو آزمایا تو فرعون کی لاش کو جنگی پر قبر نیک نصیب نہ ہو سکی اور ہمی اسرائیل کے بڑے کو سمندر بھی غرق نہ کر سکا۔

غزوہ کی آتش پار طاقت کے سامنے ایک ابرا ہیم نے جس طرح ان وعدوں کی گسلی کا حسن و مجال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کوئی محرومی بات تو نہیں!۔ خدا ہزار شاہی غور نے اس خدا پرست کو جس الاؤ میں دھکیل دیا تھا اپنے اس کارکھ کا بھی پتہ نہ چلنا چاہے تھا۔ مگر ان وعدوں کی تھنڈگی نے شعلہ زار میں پھول اگادیے اور اس ہستی کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوا۔ پھر غزوہ دیت کی بھی ہوتی اتفع ہوتی اور غزوہ کی بھی۔ اس کا نام و نشان بھی ہمیں باقی نہ رہا۔ لیکن ابرا ہیم بھی باقی رہا اور ابرا ہیمیت بھی۔ ان کی خاک سے سیکھوں و رسلوں کے چاند سورج طلوع ہوئے اور سینکڑوں نخت و تاج بھی۔

لگتیں اور مدینہ میں ان وعدوں کا جو عملی نہیں و صدر ہوا ہے وہ تو کل کی بات ہے اور ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کا اظہار بھی تفصیل حاصل ہے۔ اس عہد کی کہانی میں سطر پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ دیکھ لو اسے دنیا والوں افراد نے خدا کی ماہ میں جدو جہد کی دہ منزل پر پہنچے اور جس گرفہ نے خدا کی مدد کی خدا نے اپنی سیکر ان اعداد کے دروازے اس پر کھول دیئے۔ جن قدموں پر ریت کی تھے کے موافقہ نہ تھا وہی قدم قیصر و کسری اور قیصریت و کسریت کے تاج پر تھوکریں مارتے ہوئے بے آب و گیا اور جنگی زندگی کے

انتظار میں بجا نئے کب سے بیٹھے ہیں کہ کوئی آئے اور ان سے بیکام لے۔ لیں اسی فکر اسی سوچ اور اسی تلاش و جستجو کے لئے زندگی کا ہر سالہ ہمیں آواندے رہا ہے۔ دل میں ہر دھڑک دستک دے رہی ہے۔ اور۔ الحمد للہ سننے والے اس آواز کو شنیدیں بھی رہے ہیں اور اس دھنک پر جدوجہد کے دروازے کھویں بھی رہے ہیں۔ دنیا کا کوئی گوشہ آج ایسا نہیں جہاں اس بیداری کا آغاز نہ ہو چکا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ بیداری ابھی بہت جھوٹے بیجا نے پر نظر آ رہی ہے لیکن آغاز کا حسن ہی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ چھوٹا سا ہوتا ہے اور خدا کا کمال یہ ہے کہ وہ ذرا سے آغاز سے خلیم الشاہی انجام کو برآمد کر کے دکھادیتا ہے۔ درخت یعنی ہی سے نکلتے ہیں۔ آدمی یا کب جڑو سے سے ہی ترقی کر کے آدمی بنتا ہے اور انقلابات کی بڑی سے بڑی گھن کمیج جب شروع ہوتی ہے مکرو خیال میں بغیر آہست کے ہی شروع ہوتی ہے۔

جب بھی کسی قوم یا کسی فرنے والہ تعالیٰ کے ان وعدوں کو آزمایا ہے یہ وعدے پورے ہوئے ہیں۔ یہ خدا کے ولکے ہیں اور خدا نہ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ شوہر سے کی خلاف ورزی کو پیدا کرتا ہے اور نہ ایسا سے عہد کی راہ میں اس کے لئے کسی قسم کی کسی قسم کی رکاوٹ یا دشواری کا تصویر مکن ہے۔ پھر اس کے وعدوں کی خلاف ورزی کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ ایک طرف وہ سر یا خیر و خوب ہے جس میں اوجیں تک کسی شر کا لگن نہیں۔ اخلاق حسن سے اسے محبت ہے اور وعدہ انسانی اخلاق کا جس طرح یا کس کری نشان ہے اسی طرح خدا کا وعدہ خدا کی تمام شان کبریٰ اپنے ساتھ ایک ایسی شے ہے جس کے پورے ہونے کے باقی میں شک و شبه وہی کر سکتا ہے جو خدا کو بھتایا ہے جو کو وہ کیا ہے۔ ایسا نے عہد اس کی چاہیت ہے اور اس کا چاہنا ہے اس بات کا واقع ہو جانا ہے۔ کوئی فیکون کی اس شان خداوندی سے کسی بھی بیزار پر وعدے کی خلاف ورزی کا کوئی انکا ہی سرے سے موجود نہیں ہے۔

و حشمت زدہ جنگل سے اٹھے اور صدیوں کے بعد رینا نے دیکھا کہ وہ کیسے انسان ہوتے ہیں جن کے آگے فرشتوں کو واقعی سمجھ میں گر جانا ہی چاہئے تھا!

اندازشون ترین تاریخی واقعات کا ثبوت بھی اگر کسی کو خدا کے ان وعدوں کے متعلق ملکتن بن کر کے تو اُس کے لئے تحریر کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ آئے آئے اور آزمائے!۔ اب ان وعدوں کی برکات سے محروم اس پنصیب ہی کے حق میں آئے گی جو وہ حقیقت خود ناجناہانتا نہیں بلکہ ناجناہانتا ہی نہیں اور آنکھ کو ٹیکھا کہ چلا جاوہا ہے تاکہ اس طرح خود اپنی مکروہیوں اور تن آسانیوں پر پروردہ ڈال سکے۔ خدا شے شکایت دفتر اسی فرد اور اسی قوم نے کھولے ہیں جو خود اپنے آپ سے مایوسی کی موت مر جائی ہو۔ خدا سے مایوسی کا سلسلہ ترجمہ کفر ہے۔ کافری وہ مخصوص ترین اور بدسمت ترین مخلوق ہے جو مخلوق کے لئے سراپا امید ہو اور خدا کے باسے میں سراپا یاں!۔ لگا ہنگاری خدا سے اپنے رکھتا ہے۔ کفر زدہ ہی کی قسمت میں یہ مایوسی ہمیشہ آتی ہے۔ اور ہمیشہ آتی رہی۔

ہذا جس فرد اور جس گروہ میں ایمان و عقین کی ایک نیق بھی موجود ہے اس کو زندگی کا نیصلہ کرنے میں ایک سیلہنڈ بھی مزید صائم کرنے کی اجازت نہیں۔ یا اس دنامراہی کے کفر سے تاب ہونے میں ایک گھری کی دری بھی داغی تباہی کا خطہ مول لینا ہے۔ جو بھی اس مایوسی کی حالت میں مرے گا وہ کویا کفر کی حالت میں مراہی اگ بات ہے کہ مخفی اس کے کفر کا فتوحی نہ دے سکے۔ ایمان کی زندگی کی ایک گھری بھی سوسائٹ خطہ کار کو خدا کی جنت میں پہنچا سکتے ہیں مگر ”کفر“ کی زندگی کے ہزار سال بھی جہنم کے سوا اور کہیں نہ لے جائیں گے، خدا اس ہزار سالہ زندگی میں خدا سے بے نیاز ہو کر خود زندگی کی کاظمی تھیٹ کے لئے ہی نظر فریب کارتاؤں کا ہجوم دامدد کیوں نہ لگ گیا ہو۔

خطوط ہمیشہ اتنی صاف تحریر میں لکھیے کہ یہ انسان
پڑھے جاسکیں۔ نیجر

قصایق لا ناجا مدد علی صاحب

- ۱۸۰۔ انجلیس اور شیلیت
- ۱۵۰۔ اسلام کا تصور و توحید
- ۲۱۔ جنت
- ۱۰۔ دید اور اس کی قدامت
- ۱۵۰۔ احادیث رسول علی ایمان باللہ
- ۱۰۔ " عذر و رسالت محمدی
- ۱۵۰۔ " مذکور قرآن مجید
- ۱۵۰۔ " مسئلہ قیامت
- ۱۱۵۔ تعدد ادارہ دو ارج
- ۱۵۰۔ توحید کا اثرات انسانی زندگی پر
- ۱۵۰۔ توحید کے علمی اتفاقی
- ۱۵۰۔ توحید کے جواہر پارے
- ۱۰۔ اسرائیل اور اس کا اقتضان
- ۱۴۰۔ خدا پرستی محدثین کی نظر میں
- ۱۴۰۔ خدا کا انکار کیوں؟
- ۱۰۔ خدا ہے ۱۹
- ۱۹۰۔ رسمکتمت اور توحید
- ۱۷۰۔ شرک اکے اثرات انسانی زندگی پر
- ۱۷۰۔ شرک غلبم فرین گمراہی
- ۱۵۰۔ غلط فہمیوں کا ازالہ
- ۱۵۰۔ احادیث رسول اللہ کی عدالت
- ۱۵۰۔ کیا خدا کی ضرورت نہیں؟
- ۱۵۰۔ گوشۂ خوری
- ۱۵۰۔ منداہب اور انجلیس کا اٹھان
- ۱۵۰۔ محدثین کے شہادت
- ۱۵۰۔ ہمارا دفاعی منصوبہ

مکتبۂ تجلی۔ (لیوبنڈ (بیپی)

کیمیہ مسلمان ہیں؟

صحیح ائمہ ستر رض پر صحیح گرگئے تھے اور ان کی عدم موجودگی میں بیچے کا انتقال ہو گما۔

ابوظبیر کو اس کی اطلاع نہ دی جائے۔“ انکی ہر یہی اہمیت نے لوگوں سے درخواست کی۔ خام کو وہ واپس آئے تو کسی طرح یہ حسوس نہ ہوتا تھا کہ ان کے تجھے اس ہوتے کے دل پر کیا قیامت گز چکی ہے۔ انہوں نے آتے ہی تجھے کی خیریت معلوم کی۔

پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے۔ خدا کی بندی نے ذمہ دی جواب دیا۔ پوری مستعدی سے کھانا پیش کیا اور خیسٹ سہولی بناؤ سکھار کر کے ان کی دل خوبی کرنے لگیں۔ رات ان کے ساتھ پوری دل نوازی کے ساتھ بسر کی۔ صبح ہوتے لگی تو کہا۔

اگر کچھ لوگ کہی کوئی شے مانگے کی دیدیں اور پھر والپی کا مطالیہ کریں کہ اب واپس دید و تو کیا ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ چیزوں کو رکھیں؟

”ہرگز نہیں“ ابوظبیر نے فرمایا۔

”تو پھر اپنے بیٹے کو صبر کر لیجئے“ ام سلمہ نے کہا۔
کیفیت ایمانی کے ساتھ حادثے کی خبر سنادی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بیٹے واقد کی بہت کا حادثہ ہوا۔ پسروں خاک کرنے کے بعد حضرت عبد اللہؓ نے بدوفدن کی

صرف دو گرم گرم آنسو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ اگرچہ حال یہ تھا کہ اس چہار کی قربانگاہ پہنچ جانے کے نزدیکی عورتوں کے سماں اور کتنے ماں باپ کے جگہ پارے فریان ہو چکے تھے مگر پھر بھی مدینے کی نصائر اس پر بڑو حادثی مسیرت غالب تھی کہ خدا کے رسولؐ ان کے درمیان زندہ وسلامت واپس آگئے ہیں۔

صحابات کا اس وقت آئے ہے ان بھرم تھا اور اب اپنے اعزاز سے متعلق سوال کر رہی تھیں۔ اتنے میں ایک صحابہ حضرت حمزةؓ بنت جوش سامنے آئیں اور خدا کے رسولؐ نے ان سے کہا۔

”حمدہ! اپنے بھائی عبد اللہ بن جوش کو صبر کرلو۔“

اسنے کچھ جواب میں خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی سے صرف اتنا کہا۔ ”انا لیلہ وانا الیہ راجعون۔“

”اور“ حمزةؓ نے ذرا ٹھیک کرد و مسری جائیکا تھر سنائی۔

”اپنے ماں حمزةؓ بن عبد المطلب کو بھی صبر کرلو۔“

”انا لیلہ وانا الیہ راجعون“ کی ایک آواز کے سوا اب بھی کوئی دوسری آواز سنائی نہ دی۔

حضرت ابوظبیر الفهاری کا لاطکا بیمار ہوا۔ وہ

کامرا فی حامل ہوا اور تھیں فسرا نقش کی فاتحانہ لڑائی میں
کامیاب دیکھ کر سیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔
اور ۔۔۔ یہ الفاظ خاص عملی زندگی کا دلوں شوق
تھے۔ بیٹے کی لاش کو سختہ دار پر لٹکا ہوا دیکھ کر اخونے
کیا۔ کیا بھی اس سوار کے لئے یہ وقت نہیں آیا کہ یہ اپنے
حکومت سے سچے اُتر آئے؟

گویا ان کی نظریں یہ موت میں زندگی تھیں۔

اور جب حاجاج نے احمدی فیکت خود کی سنبھالتے
حامل کرنے کے لئے حضرت عبد اللہ بن زبیر کے جہنم کشت
کی طرف حضرت اسماءؓ کو متوجہ کر کے اسے ان کی ہاتھات
کرنا چاہا تو ہموم منہ ماں نے بیٹے کی روحاںی جیست پروجکٹے
ہوئے جواب دیا۔ ”تو نے اس کی دنیا خراب کر دی۔ یعنی باہ
لیکن اس نے تیری آخرت بر پا کر دی۔“ اور اس کے
بعد انھوں نے ایک بات اور کہدی۔ — ظالم حکمران کے
سامنے کھڑے ہو کر علم کو علم کہہ ڈالا۔
”حضرت نے فرمایا ہے۔ اسماءؓ نے اعلاء کلمۃ الحق
عند سلطان حاصل پر مجاہد نہ مکمل کرنے کی شان سے کہا۔
”تفیف میں ایک کذاب اور ایک ہاکو پیدا ہو گا۔
کذاب (سمبل) کو ہم دیکھ چکے۔ میرا خیال ہے کہ ہاکو
خود تو ہے!

جان اور ایمان ہیں سے کس کو کس کے اوپر نثار کیا جائے؟
یہ ہے وہ مقام جہاں پرے پڑے تدب و جگہ، رسانی
حامل کرنے کی حضرت میں سلگ سلگ کر راکھ ہو جاتے ہیں
لیکن ”لا الہ الا اللہ“ میں نہ جائے کو تراجذہ فلک ساپنہاں
ہے کہ اس کا سہارا ملا تو مرد قیود عورتیں بھی ایک ہی جست
میں اس مقام عرشِ رسانک جائیں چیزیں۔ اور۔ آج
آنکھ میظفرِ بھتی ہے اور دل کو تھیں نہیں آتا کہ اسی لا الہ
الا اللہ کو ہزاروں بار زبان سے پڑھتے والے انسان فرش
ز میں کی ان سیاہ فام پسیوں میں اونارے منہ پڑے ہوئے
ہیں کہ جہاں لا الہ الا اللہ سے محروم لوگ بھی عملی حیثیت اور

بلیا اور ان میں دوڑ کرائی۔ ابھی غناہ ک حادثے کی درد
ناک فضال پری طرح قائم تھی اور اسی فضا میں یہ دوڑ اور
رسیں کا مشغلہ! حضرت عبد اللہ بن عمر کے علام حضرت
نافعؓ پری جبرت کا اظہار کئے بغیر زورہ سکے۔

”ابھی ابھی تو قبرستان میں اپنے بیٹے کی قبر میں کرائی
ہیں اور ابھی ابھی باروں کی دوڑ کا لطف یعنی گھے ہے۔“

”اسے نافع!“ حضرت عبد اللہ بن عمر نے جی کی
چاہتوں کے خلاف خدا کی خوشی میں خوش ہونے کی مہمان
شان سے ارشاد فرمایا۔ جب خدا کی مشیت اپنا کام کر جی
توبہ دگی کا لقا یہ ہوا کہ اس کے تمام نسلخ کو بخلاف یا جائے؟

حضرت عبد اللہ بن زبیر جب حاجاج بن معز کو آزاد
ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر علیہما السلام
وہ ان کی خدمت میں حاضر ہے۔ ان کی مراح پر سی کے
بعد انھوں نے حالات کی نازک پیچیدگیوں اور بیان کی سماں
کے احصارات کا رُخ ایمانیات کی نورانی فضیاں کی طرف
چھینے کی کوشش کی۔

”موت میں سکون ہی مکون اور آرم ہی آرم ہے
آم جی!“ انھوں نے کہا۔

لیکن ماں ان حالات کو ایک اور سی نظر سے دیکھ
رہی تھیں۔ یہاں نزاکتوں سے عینہ برآ ہونے اور
سختیوں اور دشواریوں سے ملکر کر خدا کی بارگاہ میں کوئی
اچھا مقام تلاش کرنے کی شدید تر پ سو جزن تھی۔ جیسا
بڑھاپے میں ایمان و عزمت کی جوانی دیدی تھی۔

”شاند تھیں میرے مرنے کی آرزو ہے!“ انھوں نے
بیٹے کے جذبات کو جھٹکا دے کر عزمیت ایمانی کے رُخ
پر لانے کی کوشش کی۔ لیکن سن تو اک جبکہ ناک دد
باتوں میں سے ایک بات نہ ہو جائے میں ہر ناپسند نہیں
کروں گی۔ یا تو تم اللہ کی راہ میں شہادت کا سہرا
باندھ چکو اور میں ثابت کروں کہ میں نے خدا کی مرضی پر صبر
استقامت کا امتحان پاس کر لیا یا پھر تمہیں جنگیں پیش و

اندر بنا دالا۔ پھر دغنا تا سوال کیا ”کہ ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے باقاعدہ خودت کر سکے گے؟“ ہم قیمت بھی دین گے اور افطار کے لئے مید الطعام گوشت بھی نذر کریں گے۔“

”یہیں یہ بکریاں ہیری ہیں کب؟“ یہ میرے آقا کی بھی ”چروائے نے اپنے روزے کے اخلاقی حسن کی جملک دکھاتے ہوئے جواب دیا۔

”یہیں آقا یہاں تو موجود نہیں ہے وہ...“ یہیں یہ بات پوری سنت سے پہلے ہی نفرت کے ساتھ اس حجرا فور مسلمان نے مخفی پھر لیا اور زمین پر کھڑے ہوئے ”بن میتے“ نے آسمان کی طرف انکلی سے اشارہ کیا۔

”خدا۔ میرا خدا تو یہاں بھی موجود ہے۔ خدا کہاں چلا جائے گا؟“

ایمان بالغیر بھی ہیں گے عین الحقیقین کا یہ سیلا بزگ و نور اُبنتا ہوا دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن عمر وجد ہیں آگئے۔ اور بار بار رہ رہ کر چروائے کے یہ زندگانی لگنگری حقیقین کی پکار ان کے بیویوں پر وجد کرنے لگی ”خدا۔ خدا کہاں چلا جائے گا؟“

”خدا کہاں چلا جائے گا آخر؟“ یہاں معلوم ہوتا تھا کہ چروائے کے ان سادہ الفاظ نے حضرت عبد اللہ بن عمر کی نظریوں کے ساتھ ان کے اور اس چروائے اور ان بکریوں اور زمین دوسرا منکر خدا کو ساخت لاکھڑا کیا ہے! مدینے والوں اگر انہوں نے اس آدمی کے قدموں پر آزادی کا تحفہ اور ان بکریوں کا ہدیہ بتانا تھا دیا اور وہ اس طرح کہ اس کے آقا سے اس کو آزاد کر دیا اور بکریاں خرید کر اس کے حوالے کر دیں۔ اور گویا یہ ایک ادنیٰ خرایج عقدت تھا جو اس جیسے ایمان و عمل والے بادشاہ کو خدا کا ایک حقیقی بندہ پیش کر رہا تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایسے سعیر لوگوں کو خود خدا کی بارگاہ عالی سے کیا ملتے نہیں! ا!

اور یہیں بھی دعویٰ ہے کہ یہ حقیقی جو عرب کے ایک آن پڑھ چروائے کے اندر تھا ہمارے اندر بھی موجود ہے۔ لیکن

جارت زندگی کے لحاظ سے اُسیچے دکھائی دے رہے ہیں۔ کیا واقعی وہ زمانہ ہمارے سروں پر اپنا بھا نکایہ ڈال چکا تھے کہ جب یہ کلمہ حلق میں پھنسنے کا موڑ آئے کی جزوی گھنی یہی ہے۔ کیا خدا خواستہ میکریوں ایسے لوگ جن کو اللہ نے مسلمان پیدا کیا تھا کفر سے بھی نیچے گر کر فناقی کی بتریں چھائیں ہیں ذہن پر چکر ہیں ہے کیا ہم مسلمان ہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ دوسرے کے مختصر سلسلے پر اُپ کو مسلمان سن کر مطمئن ہونے کے ساتھ خود اپنی آنکھ سے اپنے اندر جھانک کر ایک بار تو یہ دیکھا جائے کہ تم سارے اندروں میں کہیں زلزلہ قیامت تو نہیں آچکا ہے اور کہیں ایمان و حقیقی کے آسمان و زمین کی بساط تر نہیں اُلطیچکی ہے ہے۔

ایک پار حضرت عبد اللہ بن عمر کا مذہبی کے مقابلے سے مگر رہوا۔ ایک چرواہا۔ جی ہاں مخفی ”چرواہا“ جو دو کوی مضمون بھاگر تھا مقرر۔ جس کو کتاب و قلم کی پڑواںکہ نہ لکھی تھی، دکھائی دیا۔ اس کا چہرہ کہہ رہا تھا کہ خدا کے خدا ہونے کا حقیقی کہا ہوتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کو اس کے اندر تھوی کی کشن محسوس ہوتی۔ احترام اور رشک و عقیدت کے جذبات نے اندر ہی اندر سر لٹھایا اور اس کو دعوت طعام پیش کی گئی۔

”میں روزے سے ہوں“ بکریاں پڑائے ولیاً ادمی کا جواب تھا۔

لیکن سوال تھا کہ یہ روزہ آخر کو نثار روزہ ہے؟ دو روزہ جس کے بارے میں خدا کے رسولؐ نے کہا تھا کہ اس کے رکھنے والے کے پاس سوچئے بھوک اور پیاس کے اور پچھے بھی نہیں ہوتا“ جس کے متعلق خدا تعالیٰ کو ذرا بھی اسکی یہ روزہ نہیں ہو گی کہ اس نے کھانا اور مینا ترک کر دیا یا انہیں یہ یا یہ روزہ وہ بندگی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ تھا کہ جس کے متعلق خدا نے فرمایا ہے۔ یہ میرے لئے ہے اور میں اس کے لئے ہوں۔“ اور اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے حضرت عبد اللہ بن عمر کے ذہن نے ایک خالا نندہ ہی

اور آخوندگاں سے پاؤں چھپائے گئے.....
”لیکن تھیں تو خوش ہونا چاہئے کہ کل تک اپنے
جنتی ساختیوں سے جا ملوگے.....“ لوگوں نے خبارت
کی عظیم ایمانی ترینیوں پر وجد کرتے ہوئے کہا۔

خابش نے یہ سناتو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔
ان کے ہونٹ پر سوز انداز میں ہل رہے تھے۔

”جھوکِ بہوت کا نہیں اس کا اندر نیشن کھلاتے جا رہا ہے
کر کہیں..... آہ..... کہیں تو اب آخرت کے بجلائے بھی
یر دنیا بھی نہ مل سکتی ہو!.....“

بھی اہل ایمان دنیا کو پا کر آخرت کے اس خوف
سے رو سکتے تھے اور آج عالم یہ ہے کہ ہمیں دنیا نہ ملے کافی
رُخ ستار ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ دین کیلئے
ہم نے بھی کے ظالماں سلوک کے سو اور کچھ بھی تو کر کے
نہیں دیا! — کیا آخرت سے خدا خواستہ مکمل دستبرداری
دی جا پڑی ہے۔ کیا اتمی خوابی کے الفاظ ہی ہمارے
جنہی خوبی کے لئے اپنے تمام معنی حکومی ہیں؟ — اگر نہیں
تو زندگی نے جس حقیقت کے لئے خون جگر کا ثبوط طلب
کیا تھا وہ ہم سے دو گرم گرم آنسوؤں کا پانی طلب کرتی
ہے۔ الفاظ نہیں۔ آنسو! — صرف دو آنسو!

اللہ ہری بستیاں!

تزو بالا آبادیاں!!

انسانی ضمیر کی گھناؤنی لاشوں سے اُبکائیاں لیتے

ہیڑے دیرائے!!
عذاب سے لپی ہوئی انسانی ٹپیوں کے گمراہ تودے،
اُجاڑ کھٹاڑوں میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے۔ یہ تھی قوم
نمود کی بستی! — جہاں اللہ کی زمین پر کھوڑے ہو کر شیطان
کے نایاب پچاریوں نے خدا کے اُن قانون کو لالکار اخفا۔
— جہاں قوت ترا سمجھ کے اور اس میں خواب پر بنیاں کی
ٹھکم ٹوکرہ گئی لیکن اس کا خون چکاں انجام عذاب
رسیدہ ھنڈروں کی صورت میں باقی رہ گیا۔ جیسے زین کے

ہمیں تو کیا دنیا کے وہ لوگ بھی اس یقین کے کھوٹ پر مبتلا
حصہ پھیلیاں گیں رہے ہیں کہ جن کے دیدہ دل پر کھنڈ کی
حسیاں رات پر اڑاکیوں کے پردے ڈاسے ٹھٹھی ہیں۔

— ہاں وہ بھی الحسین چرخا ج عقیدت دے رہے ہیں اسیں
ٹھوکروں اور لاتوں کے سوا اور کوئی شے نہیں۔ لیکن یہ
مسلسل — پے پے ٹھوکریں بھی شاید ابھی تک ہماری

غیرت ایمانی کو بسدارو بے فرار نہیں کر سکیں۔ اس نے کہ
اُبھی تک ہم دنیا کی کافر قوموں کی کام سریسی کی کے اپنی دنیا
بنانے کے جھوٹیں گرفتار ہیں اور ابھی تک خدا کے در پر
اُشک آکر داکھیں مل کر ہم نے اس کا بہوت نہیں دیا کہ۔
”ہمارا خدا موجود ہے۔ خدا اکہاں جلا جائے گا آخر ہے۔“

حضرت عبداللہؐ کے والد ماجد حضرت علیہن خطا بے
بھی ایک بار اسی طرح ایک مومن کے ایمان کو خراج عقیدت
پیش کرتے ہوئے اپنی سند خلافت چھوڑ کر اس سند پر اس
مومن کو جلدی تھی۔ یہ جواب تھے۔

”اس اخراز کا سخت صرف ایک شخص اور ہے“ انھوں
حضرت جواب کی تھیت کو پڑھوں لظروں سے دیکھتے ہوئے
فرمایا۔

”اور وہ تھیت میدنابلائی کی ہے۔“
”لیکن“ جواب نے تحریث نعمت کے عاجزانہ انداز میں
”زیابی“ دہ میرے برابر کیئے ہو سکتے ہیں جب کہ مشکوں میں
ان کے مادگار بہت سے ہے مگر سر اپر سان حال میرے خدا کے
سو اور کوئی بھی نہ تھا۔“

لیکن یہ اواز صرف خلک نعمت کی آواز تھی جس میں
غزوہ کا نام و شان تک نہ تھا۔ اس کا عملی ثبوت جان دیتے
ہیڑے انھوں نے دیا۔ جب اپنا لفون دیکھا اور آنکھوں میں
آنسو تیرنے لگے اور یہ ددھری آواز سننا تھی دی۔

— ”خوش نصیر ہے جز جن کو پورا لفون بھی باقہ نہ آیا۔
— ذرا اسی چادر میں کھنڈے گئے کہ تمہارا حصہ کجا تا تو یاؤں
محل جاتے تھے اور پاؤں ڈھکتے تھے تو مر ٹھکل جاتا تھا۔“

تفسیر مظہری (اُمراء)

متداول تفاسیر میں تقیین مظہری کا ایک خاص مقام ہے۔ یہ عربی زبان میں دشمن جملوں پر مشتمل ہے اور اس کا اردو ترجیح جملہ اور ہوتا اور ہائے اب شکست جملوں جھپٹ جکی ہیں۔ لکھائی چھسائی کا غذ سبب اعلیٰ۔ ترجیح ہے فهم اور شکفتہ۔ جملہ اول جملہ۔ سارے ہم بارہ روپے۔

تیرہ روپے	جلد دوم مجلد
چودھروپے	جلد سوم "
چودھروپے	" چہارم "
سولہ روپے	" پنجم "
پندرہ روپے	" ششم "
سولہ روپے	" سفتم "
ل Fermat اردو اخیری پارہ ۲۹۔ ۳۔ مجلد	ساتھ چھارہ روپے -

مکتبہ تخلیٰ۔ دلیوینڈ (بریتانیا)

پینے کا بھی نہ بھر سکنے والا کوئی گھاؤ ہوا! — ہمیں یہ قہر اُبھی کی غصہ بنناک آندھیوں اور زلزلوں کی گزارگاہ بھی جہاں انسانی گناہ کے بوجھ سے زمین کا دل پھٹا تھا اور دنیا کے اندر سے بھی ہم تو نہدار ہوا تھا۔ جہاں قیامت سے پہلے قیامت کا شور سنائی دیا اور چھرتوں کا ستا ٹاچھا گام۔ اور آج جب کہ اسی کی خاک پر حضورؐ کی قیادت میں سوندھاں خدا کا فاندر ہے جسے بیوک کی طرف جاتے ہوئے گزر رہا تھا تو یہ گھنڈر جیسے چونک اٹھتے۔ ان گھنڈروں میں ان قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی جس کو خدا سے ملاقات کے شوق میں شہادت حق کی ارزو گھروں سے باہر اور گوت سے پہلے ہی جہاد شہادت کی طرف پہنچ لائی تھی۔ آہ... یہ خدا سے ہمکار ہو جانے کی مقدوس طریق! — متناغ جسم و جان نذر کر کے بارع ارم خریدنے کا سودا! — زندگی کی روشنی پر قیامت کا جایدا نہ یقین!! —

اور اتنے اچھے لوگ دوسروں کے ہلکا گناہوں کو
بادکرس کے اللہ کے خوف سے لرزتے اور روتے جاتے ہیں تھے!
تینکن — ہم ان کے ہی اختلاف ہیں مگر ہر بھی ہمیں خدا نے
گن ہوں کی تباہ کاری گُلائی نہیں ہے۔ لرزاتی نہیں جاؤ!
دنما پر والی ٹیکانے والوں کی بے پناہ بھیڑ میں دنیا پر کاسو
ٹیکانے والے آخر کہاں ہیں؟ — کہاں ہیں؟ — کہاں
چل گئے؟ — کیا ہم بتاسکتے ہیں؟ — کیا...؟

خاص منیر اجھی تحریر ۷۹ء میں تحقیقی کا جو خاص پروگرام ہوا تھا اس کی غیر معمولی افادت اور اہمیت اور اہمیت تنازع میں تسلیم کی گئی۔ ابتدائی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گیا اور مزید فرماں توں کی تفصیل کیتے اگلے ایڈیشن کا انتظام

کو ناٹھا۔ الحمد للہ اس وقت ہمارے اٹاک میں نہ صرف اس تبر کی کھوکھا پیاس موجود ہیں بلکہ اس سے اگلے شماں کے کچھی حفاظت رکھا جائے گا۔ اگر اس تبر کی خواز کرنا چاہیں تو انہیں اسکے پرچے بھی سلس کے ساتھ مل سکیں اور ان کے خالی میں خلا نہ رہنے پائے۔ گیارہ روپے۔ ممکر (ان میں ایک روپیرہ جبکہ خرچ کا سبھی) سالانہ خریدار بننے والوں کو اب بھی ہر غیر نیگری کی زائد ستمت کے مل سکتے گا۔

لیکن جو حضرات صرف یہی نمبر خریدنا چاہیں، سالانہ خریدار بینا ان کے پیش نظر نہ ہو وہ پائیج روپی یہ ملکی طلب فرمائے چیز یا پذیر یور وی بی طلب کر سکتے ہیں۔ ہر اس شخص کیتھے جس نے اس کام مطالعہ نہیں کیا ہے یہ نمبر خاص کی جگہ یہ ضخیم دلکش اور مسلسلی وادی تی شہ پاروں سے ملا جائے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی



پارہ ۲۸

سماں آیا ہے۔ آیت نمبر ۹ کے فقرے ذات کے نومر الشعائیں سے مانوذ ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں فقط شعائیں

زمانہ نزول اور صحیحیت ہیں کہ اس کا پچھہ حکمة ملکی ہے اور کچھ مدینی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عطاء بن سارہ کہتے ہیں کہ ابتداء سے آیت ۱۳ تا ۱۷ ملکی ہے اور آیت ۱۸ سے آخر سورۃ تک مدینی معرفت ہیں گی اکثریت پوری سورۃ کو مدینی قرار دیتی ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی اشارہ ایسا نہیں پایا جاتا جس سے اس کا زمانہ نزول متعین کیا جا سکتا ہو۔ لیکن ضمنون کلام پر خود کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ مدینہ طلبیہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوتی ہو گی۔ اسی وجہ سے اس میں پھر انگلی سوتون کا سارا اور کچھ مدینی سورۃ کا سایا جاتا ہے۔

موضوع اور ضمنون اس سورہ کا موضوع ایمان و اطاعت کی دعوت اور اخلاقی حسنہ کی تعلیم ہے۔ کلام کی ترتیب یہ ہے کہ سلسلی حار آئیوں کا خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ پھر آیت ۵ سے آنکہ ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے جو قرآن کی دعوت کو نہیں مانتے اور اس کے بعد بلال سے آخر تک کی آیات کا روئے سکن اُن لوگوں کی طرف ہے جو اس دعوت کو مانتے ہیں۔

تمام انسانوں کو خطاب کر کے چند مقصود فقروں میں انھیں چار بیادی حقیقوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اذل یہ کہ یہ کائنات جس میں تم رہتے ہو ہے خدا نہیں ہے بلکہ اس کا خالق اور مالک اور فرمازو ایک ایسا قادر پر مطلق خدا ہے جس کے کامل اور بے عیب ہونے کی شہادت اس کائنات کی ہر حیثیت سے رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ کائنات بے مقصد اور بے حکمت نہیں ہے بلکہ اس کے خالق نے اسے سراسر برحق

سید اکیا ہے۔ یہاں اس فلسطینی میں نہ رہو کہ یہ ایک فضول تماشہ ہے جو عجت ہی شروع ہوا اور عجت ہی ختم ہو جاتے گا۔

دہبیر سے یہ کہ تھیں جس بہترین صورت کے ساتھ خدا نے سد اکیا ہے اور پھر جس طرح کفر و ایمان کا اختیار تم پر چھوڑ دیا ہے یہ کوئی لا حاصل اور لا یعنی کام نہیں ہے کہ تم خواہ تھرا اختیار کرو یا ایمان دلوں صورتوں میں اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ دراصل خدا یہ دیکھ رہا ہے کہ تم اپنے اس اختیار کو کس طرح استعمال کرتے ہو۔ چوتھے یہ کہ تمام غیر ذمہ دار اور غیر خایدہ نہیں ہو۔ آخر کار اس تھیں اپنے خالی کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور اس سیتی سے تھیں سالقہ پہنچ آتا ہے جو کامنات کی ہر حریز سے واقف ہے جس سے تھماری کوئی باپور شیدہ نہیں، جس پر دلوں کے پچھے ہوئے خیالات تک روشن ہیں۔

کائنات اور انسان کی حقیقت کے باہمے میں پر چار بیانی باتیں بیان کرنے کے بعد کلام کا رخ ان لوگوں کی طرف منتبا ہے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے اور انھیں تاریخ کے اس منظر کی طرف توجہ دلاتی جاتی ہے جو پوری اس فی تاریخ میں سلس لنظر آتا ہے کہ قوموں پر تو میں اُٹھنی ہیں اور بالآخر بیانی سے دو چار بڑتی ہیں۔ انسان اپنی عقل سے اس منظر کی ہزار تو جیہیں کرتا رہے مگر اللہ تعالیٰ اصل حقیقت بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ قوموں کی بیانی کے بیانی اساب صرف دو گھنے۔

ایک پر کہ اس نے جن رسولوں کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا ان کی بات مانتے سے انہوں نے انکار کیا۔ اس کا نقیجہ یہ ہے اگر اللہ نے بھی انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور وہ خود ہی اپنے نسلی گھر ڈھکھڑ کر ایک گمراہی سے دوسری گمراہی میں بھیکتی چلی گیں۔

دوسرے یہ کہ انہوں نے آخرت کے عقیدے کو بھی رد کر دیا اور اپنے زعم میں یہ بھی لیا کہ جو کچھ ہے جس بھی نیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد کوئی اور زندگی نہیں ہے جس میں ہم اپنے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب بیٹا ہو۔ اس جیسی نے ان کے پورے روتیہ زندگی کو بھاٹکر رکھ دیا اور ان کے اخلاقی وکردار کی گندگی اس حد تک پہنچی گئی کہ آخر کار خدا کے عذاب ہی نے آگر دنیا کو ان کے وجود سے پاک کیا۔

تاریخ اسلام کے یہ دو سین آموز حقائق بیان کر کے منکرین حق کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ہوشیں میں آئیں اور اگر کچھی قوموں کا سارا نجام نہیں دیکھنا چاہئے تو اللہ اور اس کے رسول اور اس نے ہدایت پر ایمان سے آئیں جو اللہ نے قرآن مجید کی صورت میں نازل فرمائی۔ اس کے ساتھ ان کو خسرو دار کیا جاتا ہے کہ آخر کار وہ دن آئے والے ہے جب تمام اولین و آخرین ایک جان بیٹھ کئے جائیں گے اور تم میں سے ہر ایک کا قبضن سب کے سامنے گھل جائے گا۔ پھر جو شہنشاہی کے لئے تمام انساونوں کی شہادت کا فیصلہ اسی بیان پر کیا جائے گا کہ ایمان و عمل صالح کی راہ اس نے اختیار کی تھی اور کفر و تکذیب کی راہ پر کون چلا تھا۔ پہلا گروہ ایک دنی بنت کا شن دار ہو گا اور دوسرا گروہ کے حصے میں دامنِ حرام آئے گی۔

اس کے بعد ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کو مخاطب کر کے چند اہم ہدایات انھیں دی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں جو صیحت بھی آتی ہے اللہ کے اذن سے آتی ہے۔ ایسے حالات میں جو شخص ایمان پر ثابت قدم رہے اللہ اس کے دل کو ہدایت، خشائی۔ ورنہ مجبور برہٹ یا مجبوراً ہست میں مبتلا ہو کر جو آدمی ایمان کی راہ سے پہنچ جائے اس کی صیحت تو اللہ کے اذن سے فیر ڈو رہیں ہو سکتا۔ البته وہ ایک اور صیحت جو

مرے طریق میلت ہے، مولیٰ لیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا دل اللہ کی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔
وہ سے یہ کہ مون کا کام صرف ایمان سے آتا ہی نہیں ہے بلکہ ایمان لائے کے بعد اسے عمل اللہ اور اس
رسول کی اطاعت کرنی چاہئے۔ اطاعت سے الگ وہ زوگردانی اختیار کرے گا تو اپنے نقصان کا وہ خود تسدار
چوکا کیوں نکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق پہنچا کر بری الذمہ ہو رچکے ہیں۔

تم سے یہ کہ مون کا اعتماد اپنی طاقت یاد نہیں کسی طاقت پر نہیں بلکہ صرف اللہ پر ہونا چاہئے۔
وہ یہ کہ مون کے لئے اُس کا مال اور اُس کے اہل و عمال ایک بہت بڑی آزادی نہیں بلکہ زیادہ تر
خوبی کی تجسس انسان کو ایمان و طاعت کی راہ سے محرف کرتی ہے۔ اس سے اہل ایمان کو اپنے اہل و عمال سے
ہوشیار ہونا چاہئے کہ وہ بالاطراط ایسا اسطر اُن کے حق میں راہ خدا کے رہنے پائیں اور اپنا مال
خدا کی راہ میں تحریک کرنا چاہئے تاکہ ان کا نفس زیرستی کے فتنوں سے حفظ رہے۔

پانچوں یہ کہ ہر انسان اپنی استطاعت کی حد تک ہی مکلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مطالیہ یہ نہیں ہے کہ
آدمی اپنی استطاعت سے بڑھ کر نام کرے۔ البتہ مون کو جس بات کی کوشش کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ اپنی حد تک
خداء سے ڈرستے ہوئے زندگی بصر کرنے میں وہ کوئی سکر اٹھانے رکھے اور اس کی گفتار کردار اور معاملات اس
کی اپنی کوتاہی کے سببے حدود اللہ سے متوجہ ورزہ ہو جائیں۔

اللہ کے نام سے جو جن اور حرم ہے

تسیع کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے

الہ شرع کے لئے ملاحظہ ہو قریم القرآن تفسیر سورہ الحید - حاشیہ۔ بعد میں مفہوم پر غور کرنے سے پہ بات خود سمجھ میں آجائی
ہے کہ کلام کا آغاز اس فقرے سے کیوں کیا گیا ہے۔ آگے کائنات اور انسان کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ
ہی اس کا خالق، مالک اور نشر ما نروائے اور اس نے یہ کائنات بے مقصد اور بے حکمت نہیں بناتی ہے۔ اور انسان یہاں
غیر ذمدادار بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ جو کچھ چاہے کرتا پھرے کوئی اس سے باز پریس کرنے والا نہ ہو۔ اور اس کائنات
کافر بازیہ اکوئی شریبے خرپنہیں ہے کہ اس کی سلطنت میں جو کچھ ہو رہا ہو اس کا کوئی علم اسے نہ ہو۔ اس مضمون کی بہترین تہذیب
وہی ہو سکتی تھی جو اس فقرتے فقرے میں ارشاد ہوئی ہے۔ موقع و محل کے لحاظ سے اس تہذیب کا مطلب یہ ہے کہ زمین
لیکر آسمانوں کی انتہائی وسعتوں تک حدود بھی تم نگاہِ الہ کی اگر تم عقل کے اندر ہو نہیں ہو تو تمہیں صاف تھوس ہو گا کہ
ایک ذرے سے لیکر عظیم ترین بکھشاںوں تک ہر حیز نہ صرف خدا کے وجود پر گواہ ہے بلکہ اس بات کی گواہی بھی یہ ہے رہ
ہے کہ اس کا خدا ہر عجیب اور غص اور کمزوری اور عظمتی سے پاک ہے۔ اُس کی ذات و صفات اور اس کے افعال و احکام میں
کسی عجیب و خطا یا کسی تمزوری اور غص کا ادنی سے ادنی درجے میں بھی کوئی احتمال ہوتا تو یہ کمال درجہ حکیمانہ نظام و جدوجہ
نمیں نہ آ سکتا تھا۔ کجا کہ از سے ابد تک ایسے اٹل طریقے سے چل سکتا۔

لہ یعنی یہ پوری کائنات تھیا اسی کی سلطنت ہے۔ وہ صرف اس کو مناکراہد ایک دفعہ حرکت دے کر نہیں رکھ
سکے بلکہ وہی عمل اس پر ہر آن حکومت کر رہا ہے۔ اس حکومت و فرمانروائی میں اسی دوسرے کا قلعناً کوئی دخل یا حصہ نہیں
وہ سروں کو اگر عارضی طور پر اور محدود پیاسے پر اس کائنات میں کسی جگہ تھرت یا مسلکیت یا حکمرانی کے اختیارات حاصل پڑے

کیلے تعریف تھے اور وہ ہر چیز پر قادر تھے اور وہی ہے جس نے تکمیل کیا ہے۔ پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی ہوش ہے

وہ ان کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں جو انہیں اپنے زور پر حاصل ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دینے ہوئے ہیں۔ جب تک اللہ چاہیے وہ انہیں حاصل رہتے ہیں اور جب چاہیے وہ انہیں سلب کر سکتا ہے۔

تم بالفا ناظر یکروہ ہی اکیلا تعریف کا سخت ہے۔ دوسرا ہی جسی میں یعنی کوئی پائی جاتی ہے وہ اسی کی عقل کی ہوئی ہے اور الگ حمار کو شکر کے معنی میں لیا جاتے تو شکر کا بھی اصل معنی وہی ہے کیونکہ ساری نعمتوں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ساری خلائق کا حقیقی محسن اُس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ دوسرا ہی کوئی جستی کے کسی احسان کا ہم شکر یہاں دکرتے ہیں تو اس بناء پر کہتے ہیں کہ المدرسے اپنی علمت اُس کے ہاتھوں ہم تک پہنچائی اور نزدہ خود اس علمت کا خالق ہے نہ اللہ کی حقیقت کے بغیر وہ اس نعمت کو ہم تک پہنچا سکتا تھا۔

لہجہ یعنی وہ قادر طلاق ہے۔ جو کچھ لذنا چاہئے کر سکتا ہے کوئی طاقت اس کی قدرت کو محدود کرنے والی نہیں ہے۔

۵۵ اس کے چار مفہوم ہیں اور چاروں اپنی اپنی جملہ ہیں:-
ایک یہ کہ وہی تھار اخلاق ہے۔ پھر تم میں سے کوئی اس نے خانہ ہوتے کا انکار کرتا ہے اور کوئی اس حقیقت کو نہ مانتا ہے۔ یہ فہوم اپنے اور دوسرے نقشوں کو ملائکر پڑھنے سے مبتدا درہ ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اسی نے تم کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ تم کفر اختیار کرنا چاہیو تو کر سکتے ہو اور یہاں لانا چاہیو تو لا سکتے ہو ایمان اور کفر میں سے کسی کے اختیار کرنے پر بھی اس نے تھیں جو ہر نہیں کیا ہے۔ اس لئے اپنے ایمان اور کفر دونوں کے تم خود ذمہ دار ہو۔ اس مفہوم کی تائید بعد کا یہ فقرہ کرتا ہے کہ "اللہ وہ سب کو خود کھو رہا ہے جو تم کرتے ہو۔" یعنی اس نے یہ اختیار دے کر کھیں ایمان میں ڈالا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ تم اپنے اس اختیار کو کس طرح استعمال کرتے ہو۔

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اس نے تو تم کو فطرت پر میدا کیا تھا جس کا تفاصیل تھا کہ تم سب ایمان کی رواہ اختیار کرتے ہو اس میں جو نظرت پر میدا ہونے کے بعد تم میں سے بعض لوگوں نے کفر اختیار کیا جو ان میں خلقت و آفرینش کے خلاف تھا اور بعض نے ایمان کی رواہ اختیار کی جو ان کی نظرت کے مطابق تھی۔ یہ مفہوم اس آیت کو سورہ دوم کی آیت ۳ کے ماقبل ملائکر پڑھنے سے سمجھ میں آتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ "یک سو ہو کر اپنا رُخ اس دین پر جمادو، تا نہم ہو جاؤ اس نظرت پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت نہ بدلت جائے یہی باتكل راست اور راست دین ہے۔" اور اسی مفہوم پر وہ متعدد احادیث روشنی ڈالتی ہیں جن میں بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے پار پار فرمایا ہے کہ ہر انسان صحیح نظرت پر میدا ہوتا ہے اور بعد میں خارج سے کفر و شکر اور گمراہی اُس پر عرض ہوتی ہے اور تشریح کے لئے ملا جھٹہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، تفسیر سورہ روم، حواشی ۲۲۳ تا ۲۴، اس مقام پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تپ ساتی نے سمجھی انسان کو میداشی کہہ کارہونے کا وہ تصویر نہیں کیا ہے جسے طریقہ ہزار سال سے عیسائیت نے اپنا بیان دی

قیادہ سار کھا ہے۔ آج خود کی تھوڑک اعلاء یہ کہنے لگے ہیں کہ بائیبل میں اس عقیدے کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ چنانچہ بیبل کا ایک شہور جرم عالم ریور میڈ ہر برٹش ایک (CHARTERED ORIGINAL SIN IN SCRIPTURE) اپنی نازدہ کتاب

— میں لکھتا ہے کہ استادی و دوکے عیسائیوں میں کم از کم تیسرا صدی ہنگامی عقیدہ مرسی سے موجود ہی نہ تھا۔ اور بیرونیاں میں پہلے لگا تو دھریوں تک عیسائی اہل کلم اس کی تردید کرتے رہے۔ مگر آخر کار پانچوں صدی میں منت آگٹاں نے اپنی منطق کے زور سے اس بات کو سمجھتے کے بنیادی عقائد میں شامل کر دیا کہ "نور انسانی نے آدم

اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔ اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنانی اور طریقہ عمدہ بنانی ہے اور اسی کی طرف آخوندگی پلٹنا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اسے علم ہے جو کچھ تم پڑھتے

کے لئے کاہ کاہ بالی دراثت میں پایا ہے اور سچ کے لفڑیوں کے سوا انسان کے لئے کوئی راہ نہجات نہیں ہے۔
چونماعہم یہ ہے کہ اللہ ہی تم کو عمر سے وجود میں لا یا تم نہ ہے اور پھر ہو گئے۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا کہ اگر تم اپنے پڑھتے
اور صاف طریقے سے غور و فکر کرتے اور دیکھتے کہ وجود ہی وصل نعمت ہے جس کی بدولت تم دنیا کی باقی دوسری اعمتوں سے
ترست ہو رہے ہو تو تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے خالق کے مقابلے میں کفر و مذاوات کا روتہ اختیار نہ کرتا۔ لیکن تم میں سے بعض نے
سوچا ہی کہ یہاں فلسفہ طریقے سے سوچا اور فکر کی راہ اختیار کر لیا جو فکر سچ کا تقاضا تھا۔
لہ اس فقرے میں ”دیکھنے“ کا مطلب حسن دیکھنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے خود کو یہ فہم نکلتے ہے کہ جیسے تمہارے اعمال
میں ان کے مطابق تم کو جزا ایسا سزادی جائے گی۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی حاکم اگر کسی شخص کو اپنی ملکیت میں نکریے کہے
کہ ”میں دیکھتا ہوں تم کس طرح کام کرتے ہو“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیک طرح کام کرو گئے تو تمہیں تو نہیں انعام اور ترقی سے
نوادریوں کا۔ ورنہ تم سے سخت موافذہ کروں گا۔

۷۵ اس آیت میں تین باتیں علی الترتیب بیان کی گئی ہیں جن کے درمیان ایک بہت بھرمنطقی ربط ہے۔
ہمیں بات یہ فرمائی گئی کہ اللہ نے یہ کائنات برحق پیدا کی ہے۔ ”برحق“ کا لفظ جب خبر کے لئے بولا جاتا ہے تو مراد ہوتی
ہے پیغمبر۔ حکم کے لئے بولا جاتا ہے تو مطلب ہوتا ہے مبنی بر عدل والنصاف حکم۔ قبل کے لئے بولا جاتا ہے تو مقصود ہوتا ہے
کہ راست اور درست قول اور جب کسی فعل کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو مراد ایسا فعل ہوتا ہے جو حکیمانہ اور عقول ہو شکر
والاعنی اور فضول۔ اب تراہ ہر ہے کہ خلق ایک فعل ہے اس لئے تخلیق کائنات کو برحق کہنے کا مطلب لامحالہ یہ ہے کہ یہ کائنات
کی تخلیق کے طور پر نہیں جادی گئی ہے بلکہ یہ ایک خالق علیم کا نہایت سمجھدہ کام ہے۔ اس کی پرحریزائی تھی ایک معقول مقصد
و محنت ہے۔ اور یہ تصدیق دیت اس میں اتنی سایاں ہے کہ اگر کوئی صاحب عقل انسان کی چیز کی توجیہ کو اپنی طرح سمجھ لے تو
یہ جان لیتا اس کے لئے مشکل نہیں ہوتا کہ ایسی ایک چیز کے پیدا کرنے کا معقول اور مبنی بر حکمت مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ دنیا
میں انسان کی ساری سائنسی ترقی اس بات کی تبدیلات دے رہی ہے کہ جس چیز کی توجیہ کو بھی انسان نے خور و نکر اور
تحقیق و تجسس سے کچھ لیا اس کے بارے میں یہ بات بھی اسے آخر سکارا معلوم ہو گئی کہ وہ کس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے اور اس
مقصد کو کچھ کرہی انسان نے وہ بے شمار چیزوں ایجاد کیں جو اس کی تحدیں میں استعمال ہو رہی ہیں۔ یہ بات ہرگز ممکن نہ
ہو یعنی اگر یہ کائنات کی کھلنکندریت کا کھلنا ہوتی جس میں کوئی حکمت اور مقصد دیت کا فرمانہ ہوتی دیکھا تیرشح کیئے ملا جائے
ہو تو حکیم القرآن جلد اول ”سورۃ النع۝م“ حاشیہ ۲۶، جلد دوم ”یونس“ حاشیہ ۱، ”ابراهیم“ حاشیہ ۲۲، ”النحل“ حاشیہ ۴، جلد سوم ”الانبیاء“
حاشیہ ۱۵-۱۶۔ المؤمنون ”حاشیہ ۱۰-۱۲۔ العنكبوت“ حاشیہ ۵۔ الروم ”حاشیہ ۶، عجلہ ”حاشیہ ۷، جلد سوم ”الذکران“ حاشیہ ۲۳، ”الجاثیة“
حاشیہ ۱۸۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ۔ انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔ صورت سے
مراد محسن انسان کا چہرہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اُس کی پوری حسناں ساخت ہے اور وہ قوتیں اور صفاتیں ہیں جیسے اس کے
مفہوم میں شامل ہیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے آدمی کو عطا کی گئی ہیں۔ ان دونوں حیثیتوں سے انسان کو زمین کی مخلوقات
میں سب سے بہتر بنایا گیا ہے اور اسی بناء پر وہ اس قابل ہوا ہے کہ ان تمام موجودات پر حکمرانی کمے جو زمین اور اسکے

مگر در پیش پائی جاتی ہیں۔ اُس کو کھڑا قدر یا گیا ہے اُس کو چلنے کے لئے مناسب ترین پاؤں دینے گئے ہیں۔ اس کو کام کرنے کے لئے محدود ترین باحدبیتے گئے ہیں اس کو ایسے حواس اور ایسے آلات علم دینے گئے ہیں جن کے ذریعے سے وہ بہ طرح کی معلومات مکمل کرتا ہے۔ اس کو سچھتے اور سمجھتے اور علمات کو جمع کر کے اُن سے تائیخ اخذ کرنے کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا ذہن دیا گیا ہے۔ اس کو ایک اخلاقی جس اور وقت تمیزدی گئی ہے جس کی بنادردہ بھلائی اور صلح اور فاطمیں فرق کرتا ہے اُس کو ایک قوت نیسلودی گئی ہے۔

جس سے کام لیکر وہ اپنی راہ عمل کا خدا تھا جب کرتا ہے اور یہ طکتا ہے کہ اپنی کوششوں کو کس راستے پر لگاتے اور کس پر نہ لگاتے اس کو یہاں تک آزادی گئی ہے کہ چلے ہے تو اپنے حالانکو مانے اور اس کی بندگی کیسے ورنہ اس کا انکار کر دے یا جن کو جا ہے اپنا خدا بنا لیجئے، یا جسے خدا اتنا ہواں کے خلاف بھی بغاوت کرنا چاہے تو کوئی دشمن اُن ساری قوتوں اور سارے اختیارات کے ساتھ اسے خدا نے اپنی مدد اکر دے شمارِ خلوٰقیت پر تصرف کرنے کا اختدار دیا ہے اور وہ غالباً اس اختدار کو استعمال کر رہا ہے۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ٹھیم القرآن جلد چہارم، المون، حاشیہ ۹۱)

ان دو باتوں سے جو اوپر بیان کی گئی ہیں بالکل ایک منطقی تیجھے کے طور پر تبریزی بات خود بخود نکلتی ہے جو آیت کے تیرے تقریبے میں ارشاد ہوئی ہے کہ "اُسی کی ہلفت آخونکار تھیں پلٹنا ہے۔" ظاہر بات ہے کہ جب ایسے ایک چیزمانیا وہ یا مقصد نظام کا تذہب میں ایسی ایک با اختیار مخلوق پیدا کی گئی ہے تو حکمت کا تقاضا ہرگز یہ نہیں ہے کہ اسے یہاں ختر بے ہمار کی طرح غیر ذمہ دار بنا کر جھپٹر دیا جائے بلکہ لازماً اس کا تقاضا ہے کہ یہ مخلوق اُس سنتی کے سامنے جواب دے ہو جس نے اُسے ان اختیارات کے ساتھ اپنی کائنات میں پیغام اور تبریز عطا کیا ہے۔ "ملٹے" سے مراد اس آیت میں بھض پیشانہیں ہے بلکہ جواب دہی کے لئے پلٹنا ہے اور بعد کی آیات میں صراحت کردی گئی ہے کہ یہ داہی اسی زندگی میں نہیں بلکہ مرنسے کے بعد دوسرا زندگی میں ہو گی اور اس کا اصل وقت وہ ہو گا جب پوری نوع انسانی کو از سر فر زندہ کر کے بیک وقت محاسبہ کے لئے آٹھا کیا جائے گا اور اُس محاسبے کے تیجھے میں جزا اور اس بیان دیر ہو گی کہ آدمی نے خدا کے دستے ہوئے ہوتے اختیارات کو صحیح طریقے سے استعمال کیا یا غلط طریقے سے۔ رہا ہر سوال کہ یہ جواب دہی دنیا کی موجودہ زندگی میں کیوں نہیں ہو سکتی؟ اور اس کا صحیح وقت مرنسے کے بعد دوسرا زندگی ہی کیوں ہے؟ اور یہ کیوں ضروری ہے کہ یہ جواب دہی اُس وقت ہو جب پوری نوع انسانی اس دنیا میں ختم ہو جائے اور تمام اولین و آخرین کو بیک وقت دوبارہ زندہ کر کے آٹھا جائے؟ آدمی ذرا بھی عقل سے کام لے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ سب بھی محی سراسر معقول ہے اور حکمت و داشت کا تقاضا ہا ہی ہے کہ محاسبہ دوسرا زندگی ہی میں ہو اور سب انسانوں کا ایک ساتھ ہو۔ اس کی ہر یہ وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے پورے کارنامہ حیات کیلئے جواب دے ہے۔ اس نے اس کی جواب دہی کا تصحیح وقت لازماً وہی ہونا چاہیے جب اس کے کارنامہ حیات مکمل ہو چکا ہو اور دوسرا وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان اُن تمام اثرات و نتائج کے لئے ذمہ دار ہے جو اس کے افعال سے دوسروں کی زندگی پر متاثر ہوئے ہوں اور وہ اثرات و نتائج اُس کے مرتبے کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ اس کے بعد مد تہلکے دراز تک چلتے رہتے ہیں۔ اہذا تصحیح محاسبہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب پوری نوع انسانی کا کارنامہ حیات ختم ہو جائے اور تمام اولین و آخرین بیک وقت جواب دہی کے لئے جمع کئے جائیں۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ٹھیم القرآن جلد دوم، الاعراف، حاشیہ ۳-۴، یوس، حوشی ۱۰۱-۱۱، ہرود، حاشیہ ۵-۱۰، الحفل، حاشیہ ۲۵، جلد سوم، انج، حاشیہ ۹-۱۰، المثل حاشیہ ۲-۲، الرؤم، حوشی ۴۰-۵۰، جلد چہارم، مص، حوشی ۲۹، ۳۰۔ المون، حاشیہ، حاشیہ ۸۰، الجاشیہ، حوشی ۲۹، ۳۰)

ہو، اور جو کچھ تم خاہر کرتے ہو تو اس کو معلوم ہے اور وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔ کیا تم خیں ان لوگوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جھوں نے اس سے پہلے کفر کیا اور پھر اپنی شامتی اعمال کا مزہ چکھ لیا ۱۶ اور آگے ان کے لئے ایک دردناک عذاب تھے۔ اس انجام کے سخت وہ اس نے ہوئے کہ ان کے پاس

۱۷ دوسرا ترجیح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "جو کچھ تم چھپ کر کرتے ہو اور جو کچھ تم ملائیہ کرتے ہو۔"

۱۸ یعنی وہ انسان کے صرف ان اعمال ہی سے واقف نہیں ہے جو لوگوں کے علم میں آجائے ہیں بلکہ ان اعمال کو بھی جانتا ہے جو سب سے سختی رہ جاتے ہیں۔ حزیر اور بعض اعمال کی خاہری شکل ہی کو نہیں دیکھت بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ انسان کے ہر عمل کے تجھیے کی ارادہ اور کیا مقصود کا فرقا تھا اور جو کچھ اس نے کیا اس نیت سے کیا اور کیا بھتھے ہوئے کیا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر انسان غور کرے تو اسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انصاف صرف آخرت ہی میں ہو سکتا ہے اور صرف خدا ہی کی عدالت میں صحیح انصاف ہونا ممکن ہے۔ انسان کی عقل خود یہ تفاہا کرنی ہے کہ آدمی کو اس کے ہر جرم کی سزا ملنی چاہتے۔ لیکن آخرین بات کوئی نہیں جانتا کہ دنیا میں اکثر وہی شر جرام یا تو چھپے رہ جاتے ہیں میں اُن کے لئے کافی شہادت ہے ہم ذمہ پہنچنے کی وجہ سے جرم چھوٹ جاتا ہے۔ یا جرم حل بھی جاتا ہے تو جرم اتنا ہوا اور طاقتور ہوتا ہے کہ اسے سزا نہیں دی جاسکتی۔ پھر انسان کی عقل یہ بھی چاہتی ہے کہ آدمی کو بعض اس بتنا پر سزا نہیں ملنی چاہیے کہ اس کے فعل کی صورت ایک مجرمانہ فعل کی سی ہے۔ بلکہ یہ حقیقی ہونا چاہیے کہ جو فعل اس نے کیا ہے بالارادہ سوچ بھکر کیا ہے۔ اس کے انتکاب کے وقت وہ ایک ذمہ دار اعمال کی جیتیت سے کام کر رہا تھا۔ اس نیت فی الواقع اور تکالیف جرم ہی کی تھی اور وہ جانتا تھا کہ جو کھدہ کر رہا ہے وہ جرم ہے۔ اسی نیت دنیا کی عدالتیں مقدمات کا فیصل کرنے میں ان امور کی حقیقی کرتی ہیں اور ان کی حقیقی کا تعاضاً اتنا جاتا ہے۔ مگر کیا واقعی دنیا میں کوئی ذریعہ ایسا پایا جاتا ہے جس سے ان کی تھیک تھیک ہو سکے جو ہر شب سے بالآخر ہو؟ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے گمراحتلقی روپ رکھتی ہے کہ "اُس نے زمین اور آسماؤں کو برحق پیدا کیا تھا کالازمی تعاضاً یہ ہے کہ اس کائنات میں صحیح اور کامل عدل ہو۔ یہ عدل الازماً یعنی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب کہ عدل کرنے والے کی نگاہ سے انسان جیسی ذمہ دار مخلوق کا نہ صرف یہ کہ کوئی فعل چھپانہ رہ جائے بلکہ وہ نیت بھی اس سے سختی نہ رہے جس کے ساتھ کسی شخص نے کوئی فعل کیا ہے اور ظاہر ہے کہ خالق کائنات کے سوا کوئی دوسرا ہیستی ایسی نہیں ہو سکتی جو اس طرح کا عدل کر سکے۔ اس الگ کوئی شخص اللہ اور آخرت کا شکار کرنا ہے تو وہ گویا یہ عوامی کرنے سے کہ ہم ایک ایسی کائنات میں رہتے ہیں جو کی الحقیقت انصاف سے خالی ہے بلکہ جنہیں میرے سے انصاف کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ اس احتمال نہ تھیں اور جس کا قلب و ضمیر طیب ہو وہ بڑا ہی سے شرم ہے الگ ایسے آب کو ترقی پسند یا عقولیت پسند کھینتا ہے اور ان لوگوں کو تاریک خیال یا رجعت پسند کھینچ جو کائنات کے اس انتہائی معقول D RATIONAL تصویر کو قبول کرتے ہیں جسے قرآن پیش کر رہا ہے۔

۱۹ یعنی دنیا میں اخھوں نے شامیت اعمال کا جو مرا اپھا وہ ان کے جو اعم کی نہ ہوں مزا تھی نہ پوری سزا تو ابھی آخرت میں ان کو جھکتی ہے۔ لیکن دنیا میں جو عذاب ان پر آیا اس سے لوگ یہ سبق سے سکتے ہیں کہ جن خھوں نے بھی اپنے رب کے مقابلے میں کفر کا روئی اختیار کیا وہ کس طرح بگوئی چیزیں اور آخر کس انجام سے دوچار ہوئیں۔

دعا یہ تشریح کرنے ملاحظہ ہو تھیم القرآن (جلد دوم) الاعراف، حاضرہ ۵۔ ۶۔ ہبود، حاضرہ ۱۰۵)

اُن کے رسول مکھلی مکھلی دلیلیں اور نشانیاں لے کر آتے رہے گرماں نے کہا "کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے جو اس طرح انہوں نے مانے سے انکار کر دیا اور منحصراً پھیر لیا، تب اللہ بھی ان سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تو ہے ہی بنے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محبوب۔"

منکرین نے ٹبرے دعوے سے کہا ہے کہ وہ مرے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اٹھاتے جائیں گے۔ ان سے کہو نہیں

للہ اصل میں لفظ بیانات استعمال ہوا ہے جس کا معنی بہت وسیع ہے۔ یعنی عربی زبان میں ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بالکل ظاہر اور واضح ہو۔ انہیاً ملیتم السلام کے متعلق یہ فرمائا گہ وہ بیانات یا لیکر آتے رہے یہ یعنی رکھتا ہے کہ ایک تو وہ ایسی صریح علامات اور نشانیاں لیکر آتے تھے جو ان کے مامور من اللہ ہمہ نے کھلی کھلی شہادت دیتی تھیں۔ وہ سرے وہ جوابات بھی پیش کرتے تھے نہایت معقول اور وشن دلیلوں کے ساتھ پیش کرتے تھے تیسرے ان کی تعلیم میں کوئی ابہام نہ تھا، بلکہ وہ صافت جانتے تھے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا، اس راہ پر انسان تو جلد اچاہیے اور اس راہ پر نہ چلانا چاہیے۔

للہ یہ تھی ان کی تباہی کی اولین اور بیانی وجہ۔ نوع انسانی کو دنیا میں صریح راہ عمل اسکے بغیر معلوم نہیں ہے تھی تھی کہ اس کا خاتم اسے صحیح علم دے اور خاتم کی طرف سے قلم دیجئے جانے کی مکمل صورت اس کے سو اکھنے ہو سکتی تھی کہ وہ انسانوں ہی میں سے بعض افسوس اور علم عطا کر کے دوسروں تک اسے پہنچانے کی خدمت سپرد کے۔ اس غرض کیلئے اس نے اندیاد کو بیانات کے ساتھ بھیجا اسکر لوگوں کے لئے ان کے برحق ہونے میں شک کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ رہے گرماں نے سرے سے بھی بات لستہ سے انکار کر دیا کہ بشر خدا کا رسول ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ان کیلئے ہدایت پانے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ دمزد شریعت کے نئے ملاحظہ ہو تو قیم القرآن، جلد جہاں، سورہ یٰس، سورہ یٰس، حاشیہ ۱۱، اس معاشرے میں گمراہ انسانوں کی جماعت و نادانی کا تجھیب کر شہرہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ بشر کی رہنمائی قبول کرنے میں تو انہوں نے کبھی تامل نہیں کیا ہے۔ حتیٰ کہ اخھی کی رہنمائی میں لکڑی اور پھر کے بتوں تک کو معتبر و بنایا خود انسانوں کو خدا اور خدا کا اوتار اور خدا کا بیٹا کہ مان لیا اور گمراہ کن لیڈر ویں کی اندھی پیری میں ایسے عجیب سلاک اختیار کر لئے جنہوں نے انسانی تہذیب و تمدن اور اخلاقی کو تبلیغ کر کے وحدت یا اگر جب خدا کے رسول ہوں تو ان کے پاس حق لیکر آتے اور انہوں نے ہر ذاتی غرض سے بالآخر پوکرے اس سکھانی ان کے سامنے پیش کی تو انہوں نے کہا "کیا اب بشر ہمیں ہدایت دیں گے؟" اس کے معنی یہ تھے کہ بشر اگر گمراہ کرے تو سرماںکھوں پر ایسکن اگر وہ را است دھا تا ہے تو اس کی رہنمائی قابل تبول نہیں ہے۔

للہ یعنی جب انہوں نے اللہ کی بھی ہوتی ہدایت سے استغفار تا تو پھر اللہ کو بھی اس کی پچھ پر وانہ رہی کہ وہ کس گھٹھے میں جا کر گرتے ہیں۔ اللہ کی کوئی غرض تو ان سے ماٹکی ہوتی نہ تھی کہ وہ اسے خدا مانیں گے تو وہ خدار ہے گا ورنہ خدا فی کا خاتم اس سے چھپن جائے گا۔ وہ نہ ان کی عبادت کاحتاج تھا، نہ ان کی حمد و شکا۔ وہ تو ان کی اپنی بھلائی کیلئے اخیں را و راست دھانا چاہتا تھا اگر جب وہ اس سے منحصراً گئے تو اللہ بھی ان سے بے پرواہ ہو گا۔ پھر نہ انکو ہدایت دی نہ ان کی خفاظت اپنے ذمہ لی نہ ان کو ہمہ الک میں پڑنے سے بچایا اور نہ تباہی اپنے اور پر لانے سے روکا۔ کیونکہ وہ خود اسکی ہدایت اور ہدایت کے طالب ن تھے۔

للہ یعنی سرزنش میں منکرین خی دسری جس بیانی دی گئی ہی میں بتلار ہے ہیں اور جو بالآخر ان کی تباہی کی وجہ ہوتی۔ وہ یہ تھی۔ اگرچہ کسی منکر آختر کے پاس نہ پہنچے یہ جانے کا کوئی ذریعہ تھا نہ آج ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے کہ مر نے

میرے رب کی قسم تم ضرور احکام جاؤ گے، پھر ضرور تجویں بتایا جاتے گا کہ تم نے (دنیا میں) کیا کچھ کیا ہے اور اس کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔“

کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔ لیکن ان نادنوں نے چیزیں بڑے زور کے ساتھ بھی دعویٰ کیا ہے حالانکہ قیامت کا انکلائر دریے کیلئے ذکری عقلی بنیاد موجود ہے نہ علمی بنیاد ۱۵۰۰ سالیہ میراث اسلامی نے اپنی حقیقی سے فرمایا ہے کہ لپٹنے رب کی قسم کا کارکرداش ہے کوئی کضرور و ایسا ہا کو کہہ بیکا پہلے سورہ یوسف میں فرمایا ویشنیشونک احتیح متوصل ایسی وردی ایسے حقیقت میں کہ ماں شفیعہ میری نے ”وہ پوچھتے ہیں کیا واقعی یہ حق ہے؟ کہو“ میرے رب کی قسم پر یقیناً حق ہے اور تم اتنا میں بتا نہیں سمجھ کر اسے خوبیں آئیں ہے تو وک دو۔“ (آیت ۵۷) پھر سورہ سماں فرمایا و قال اللذین کفروا لد نبأ نبأ اللہ اللہ علیهم السلام، قل بیلی وَرَبِّكُمْ لَمَّا يَتَّمَكُّرُ مُنْكِرٌ“ مذکور ہیں کیا بات چکر قیامت ہم پر نہیں آ رہی ہے اکو قسم ہے میرے رب کی وہ تم رکر لیگی“ (آیت ۳) ۔۔۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شکر اخوت کیلئے آخر اس سے کیا فرق طے کرے کہ اب اسے آخرت کے آئی کی خبر قسم کا کر دیں یا قسم کھلتے بغیر دیں؟ وہ جب اس چیز کو نہیں اتنا تو قسم اس بنابر کیسے مان لے گا کہ آپ قسم کا کارکرداش ہیں اسی وجہ پر اک اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلطیہ کو خلاف یہی ہی ہتھ ان گھرستے رہے ہوں، اپنے دلوں میں وہ یہ تصور کرتے کہ اس کا انسان بھجو خدا کی قسم کا کارکرداش ہے اس کا بھائی کہا ہے جنکہ برحق ہونے کا سامنے کمال قیمیں رہوں دوسرے کو آپ خصی خود کیتھے تھے بلکہ اس کے نہایت معقول اُناس ہی نہیں فرماتے تھے مگر جو چیز بھی اور غیر بھی کسدر میان فرق کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک غیر بھی آخرت کے حق میں جمیضو طستے جسم سیوط دلائل دے سکتا ہوں کا زیادہ سے زیادہ فارمہ میں بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت کے نہ ہونے کی پرست اس کا ہونا معقول تراوہ افہم قسمیں کر لیا جائے۔ اس کے برعکس نبی کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالاتر ہے۔ اس کی اصل جیت یہ نہیں ہے کہ غلطیہ استلال سے وہ اس نے مجھ پر بیجا ہو کر آخرت پر نیچا ہے۔ بلکہ اس کی اصل جیت یہ ہے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ آخرت ہوگی اور یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ وہ ضرور ہو گر رہے گی۔ اس لئے ایک بھی قسم کا کارکرداش بات کہہ سکتا ہے۔ ایک فلسفی اس قسم نہیں کہا سکتا اور آخرت پر بیان ایک بھی کے بیان ہی سے پیدا ہو سکتا ہے فلسفی اگر واقعی صحیح الفکر فلسفی ہو تو وہ ”ہوتا ہو سرا خصی تو درکنا و فلسفي خود بھی اپنی دلیل کی بناء پر اسے اپنا ایمان حصہ دیتا ہے“ کہنا صرف ایک بھی کام ہے ۱۵۰۰ وہ مقصد ہے جس کے لئے بھی ادم چلپتے ہے آگے نہیں پڑھ سکتا۔“ ہے ادد یقیناً ہے“ کہنا صرف ایک بھی کام ہے ۱۵۰۰ وہ مقصد ہے جس کے لئے بھی ادم کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جاتے گا اور اسی میں اس سوال کا جواب بھی ہے توہ بات بآسانی سمجھیں آجاتی ہے کہ اس برق کا شما میں جس مخلوق کو کفر و ایمان میں سے کسی ایک را کے اختیار کرنے کی آزادی دی گئی ہو اور جسے اس کائنات میں بہت سی چیزوں پر تصرف کا اقتدار بھی عطا کیا گیا ہو اور جس نے کفر یا ایمان کی راہ اختیار کر کے عمر بھر لپٹنے اس اقتدار کو صحیح یا غلط طریقے سے استعمال کر کے بہت سی بھلائیاں یا بہت سی بھلائیاں خود اپنی ذمہ داری پر کی ہوں۔ اس کے اسے میں یہ تصور کرنا انتہائی غیر معقول ہے کہ یہ رب کچھ جب وہ تکھے تو آخر کار بھلے کی بھلائی اور بھرپے کی بھلائی دونوں بے شکور ہیں اور سے سے کوئی وقت ایسا آئے ہی نہیں جب اس مخلوق کے اعمال کی جا بچ پڑتاں ہو۔ جو شخص ایسی غیر معقول بات کہتا ہے وہ لا حالت دوچار توں میں سے ایک حماقت کا رنکا کرتا ہے۔ یا تو وہ یہ بھتائے کر کے کائنات ہے تو جسی بھلکت، مگر بیان انسان جیسی با اختیار مخلوق کو غیر مدد اور بنا کر چھوڑ دیا گیا ہے یا پھر وہ یہ بھتائے کر کے ایک الٹ شپ بھی ہوئی کائنات ہے جسے بنانے میں سرگے سے

کسی حکیم کی حکمت کا در فرما نہیں ہے۔ پہلی صورت میں وہ ایک متناقض بات کہتا ہے کہونکہ مبنی بر حکمت کائنات ہیں ایک با اختیار مخلوق کا غیر ذمہ دار ہونا صریحًا خلاف عدل و حکمت ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ اس بات کی کوئی متعقولیت نہیں کر سکتا کہ ایک الٰہ طبی ہوئی بے حکمت کائنات ہیں انسان جیسی ذی عقل مخلوق کا وجود میں آنا آخر حکمن کیسے ہو اور اس کے ذہن میں عدل وال صفات کا تصور کہاں سے آگیا۔ پے عقلی سے عقل کی پیدائش اور بے عدلی سے عدل کا تصور برآمد ہو جانا ایک ایسی بات ہے جس کا فائل یا تو ایک ہڑھ و ہرم اور ہٹ سکتا ہے یا پھر وہ جو بہت زیادہ فلسفہ بکھارتے بکھارتے رہا غلی مرضی ہو چکا ہو گلہ یا آخرت کی دوسری دلیل ہے۔ پہلی دلیل آخرت کے ضروری ہونے کی تھی اور یہ دلیل اس کے حکم ہونے کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس خدا کے لئے کائنات کا اتنا بڑا نظام بنادیا تھا وہ خوار نہ تھا اور جس کے لئے اس دنیا میں انسان کو پیدا کرنا دشوار نہیں ہے۔ اس کے لئے یہ بات آخر کیوں دشوار ہو گئی کہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کر کے اپنے سامنے ہمارے اور ان کا حسابے۔ (بات)

نذر کے رسائل کے قریب

جارا اوصاف

جارا ہاتیں او خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ تم کو حاصل ہو جائیں تو تھوڑے دنیا (اور اس کی نعمتوں) کے فوت ہو جانے اور ہاتھ نہ آنے میں کوئی گھاٹا نہیں۔

(۱۴) امانت کی حفاظت (۲۲) ہاتون میں سچائی (۲۳) حسن اخلاق (۲۴) حکانے میں اختیاط اور پرہیز گاری۔

پانچ حالاتیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "پانچ حالتوں کو دوسری پانچ حالتوں کے آنے سے بہلے غیمت جانو اور ان سے جوں اور اعفانا چاہتے ہو رو دُھکاوا!

(۱) غیمت جانو تو نہ کرستی کو بیمار ہونے سے پہلے۔

(۲) غیمت جانو تو نہ کرستی کو بیمار ہونے سے پہلے۔

دنیا — باعثِ ہلاکت

غمروں جو نہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "خداؤ میں تمہارے فقر و انساس سے نہیں ڈرتا، بلکہ مجھے فرد ہے تو اس بات کا کہاں کوئی تو نہیں کی طرح تم پر بھاگ دینا کے درود از ٹھوکو لیتے جائیں گے اور پھر تم انہی کی طرح و نہیں رخت کرنے لگو گے" (یعنی دنیا کی لذتوں میں گرفتار ہو جائیں گے) انجام کاریہ دنیا تھیں بھی اسی طرح ہلاک کر دے گی جو طبع دہ پہنچی قوموں کو ہلاک کر جائی ہے۔

مخزن اخلاق

بخاروں اولیٰ زریں، بیشا رسین آموز حکایتیں
قرآن و حدیث کے المثل موقی علم و دانش کے وابہر بالعہ
اور فرش پر فرع و حجیب اور خرد افرز منفعتیں پر مشتمل اس
کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے تین ایڈیشن
چھ پہنچے ہیں۔ خاص و عام ہر طبقہ میں اسے پرند کیا جاتا ہے۔
تازہ ایڈیشن، مضبوط جلد اور قریب سر رنگے گرد پوش
کے ساتھ۔ قیمت سنبھال پارہ روپے

دین و شریعت

اس تیقیٰ کتاب میں مولانا منظور نعماقی نے دین و شریعت
کے نام اختقادی اور عملی گوشوں پر افادت سے بھروسہ
روشنی ڈالی ہے۔ پونتے چاروں پر

اسلام کیا ہے؟

مولانا منظور نعماقی کی وہ مشہور کتاب جیلیں اسلام
کا تفصیلی تعارف اس انداز میں کرایا گیا ہے کہ ہر استعداد
کا آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جلدِ حادیٰ زوپے

اللتشرفت

احادیث تصویر کی عرفت پر مولانا اشرف علیؒ کی
معروف کتاب۔ قیمت سنبھال پارہ روپے

ملاش راہ حق

خطوط کی زبان میں ایک روادو مولانا سید
سلیمان ندویؒ، مولانا اشرف علیؒ نعماقیؒ۔ مولانا سید خواجہ
گیلانیؒ، مولانا منظور نعماقیؒ، مولانا سید ابوالعلیؒ مودودی
سیاں طفیل محمد، چودھری علیؒ احمد دورو پے ۲/-

لکھیہ بھلی دیوبند (بیوپی)

رجسٹرالغایمین

حضور مکی سیرت پر قاضی محمد سلیمان نصوی روئی کی
یہ مشہور زمانہ کتاب معروفة الاراء صحیحی کی ہے۔ تحقیقی،
ستند اور لا جواب مصنایف میں سے مالا مال۔ بعد کے سارے
ہی سیرت مکاروں نے اسے ایک لاقہ ماخت کی جیشیت سے
انمارہ ہنا بتایا ہے۔ اس کا درجہ درجہ مفید مطالب کا
بیشتر ہے۔ تین جلد وہ میں مکمل
کاغذ سفید۔ کتابت و طبع اعut نہ ہش۔
قیمت سنبھال پونتے ۲۵ روپے

شہد اسے بدرا

شہد کے بدرا کے محض حالات دکوانف۔ ۵۰ پیسے

دہلی اور اس کے اطراف

انیسوں صدی کے آخر کا ایک سفر نامہ اور روزگار
قیمت مجلد سنبھال پونتے ۲۰ روپے

معارف الحدیث

مولانا منظور نعماقی کی مشہور تالیف، منتخب احادیث
نحوی اردو ترجمہ و تشریح کے ساتھ۔

حدود اول مجلد سنبھال پونتے ۱۰ روپے

حدود دوم سنبھال پونتے ۱۰ روپے

حدود سوم سنبھال پونتے ۱۰ روپے

حدود چہارم سنبھال پونتے ۱۰ روپے

حدود پنجم سنبھال پونتے ۱۰ روپے

الانتباہات المفیدہ

مولانا اشرف علیؒ کے خامہ نزدیکی سے بعض ایسے
مشہرات و اغراضات کے جوابات جو نئے درکی پیدا
ہیں۔ قیمت سنبھال پونتے ۱۰ روپے

مولانا ابوالا علی خودی

ذکر اللہ

تفہیم حیث

فرشتے عرض کرتے ہیں وہ آپ کی جنکے ملبگار
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میری
 جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، ہیں
 لے ہماں پروردگار انھوں نے جنت کو
 ہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا حال
 ہوتا ان کا اگر وہ میری جنت کو دیکھیتے اپر
 فرشتے عرض کرتے ہیں، وہ آپ سے پناہ کے طالب
 بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کس پڑھے پناہ
 اگلتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں آپ کی دوڑخ سے۔
 اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انھوں نے میری دوڑخ
 کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، ہیں۔ پھر
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کا کیا حال ہوتا اگر انھوں
 نے میری دوڑخ کو دیکھ لیا ہوتا۔ پھر فرشتے عرض
 کرتے ہیں، وہ آپ سے معرفت پا رہتے ہیں۔ اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہیں نے انھیں معاف کیا۔
 جو چیزوں وہ چاہتے ہیں ہیں نے انھیں دی اور جس

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو گھومنے
 رہتے ہیں اور غلام کرتے رہتے ہیں کہ کہاں
 اللہ کے ذکر کی مجلس ہوتی ہے۔ جب وہ دیکھتے
 ہیں کہ کسی مجلس میں اللہ کا ذکر ہو رہا ہے تو وہ اس
 مجلس میں شیخ جاتے ہیں۔ پھر وہاں فرشتوں کا ایسا
 بھج ہوتا ہے کہ زمین سے آساناً تک پوری قضا
 کی طرف جاتے ہیں۔ جب یہ مجلس ہوتی ہے تو وہ آساناً
 ہجر جاتی ہے۔ آپ کے پڑھتے ہوئے ہیں اس سے پوچھتا
 ہے کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ حالانکہ وہ واقت
 ہوتا ہے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین سے
 آپ کے ایسے بندوں کے پاس سے آ رہے ہیں جو
 آپ کی سیعج کر رہے ہیں۔ آپ کی بڑی کا ذکر
 کر رہے ہیں آپ کی حدیبیان کر رہے ہیں اور
 آپ کے ساتھ دستی موال دراز کر رہے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔

ہوا ہے۔

حضرت حظیر بن ربعہ امیدیؑ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے مل جائے کہنے لگے حظیر کیسے ہو؟ میں فرم کرہا۔ حظیر تو منافق ہو گیا۔ انہوں نے تجویز کی کہا۔ کیسی بات کہتے ہو؟ حظیر اور منافق ہو جائے؟ میں نے جواب دیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پیشے ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت و دردخ کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہے ہیں لیکن جب مجلس سے اٹھتے ہیں اور اپنے کارو باریں لگ جاتے ہیں تو پھر یہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم ہمارا بھی یہی حال ہے۔ پھر میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ حظیر تو منافق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا معاذر کیا ہے بتاؤ؟ میں نے وہی بات دہرائی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پیشے ہیں اور آپ جنت و دردخ کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں یونہ محسوس ہوتا ہے جیسے کہ اپنی آنکھوں سے جنت و دردخ کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور یہی روپوں اور یہیوں اور باخون کے جھگڑوں میں شفول ہو جاتے ہیں تو بہت سی باتیں ذہن سے اُتر جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں کہ ارشاد فرمایا، قسم ہے جو اپنی جس کے تفضیل میں سیری جان ہے۔ الگریم پر ہر وقت یہی کیفیت ظاہری رہتی تو فرشتے بھارے بستروں اور

چیز سے وہ بچنا چاہتے ہیں میں نے انہیں اس سے پناہ دی۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ان میں ایک ایسا بھی ہے جو خطا کار ہے رواہ چلتے ہوئے وہ اس مجلس میں بیٹھ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اس کو بھی معاف کیا۔ (مسلم)

بخاری کے واسطے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت گذشتہ شمارے میں لگز رکھی ہے مسلم میں اس روایت کے الفاظ کچھ مختلف ہیں۔ لیکن مقام و مدعا میں تو فرق نہیں ہے۔ اس حدیث کو سمجھتے ہوئے یہ لطفت نکتہ بھی نظر رہے کہ فرشتوں نے آدم کی خلائق پر اللہ تعالیٰ کے حضور اس شیر کا انہما رکیا تھا کہ میں کا پیٹ لاڑ میں پر خادمیں کھا اور خوبیزی کرے گا۔ تیری خود و نقدیں کے لئے تو ہم کافی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو اس بات پر گواہ بناتا ہے کہ دیکھو وہم کی خلائق میں کتنی خیر و شیدہ تھی۔ یہ وہ مخلوق ہے جسے میں نے مجبور حض پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ترک اختیار کی آزادی سے فراز رہے۔ اسے اس بات کی مغلیچہ چھوٹ دی رہے کہ چاہے تو سیکی کے راستے پر ٹھیٹے اور چاہے تو بدی کے راستے کو اختیار کرے۔ پھر میں اور بدی کے راستے پر چلنے کے فیصلوں میانچے اس کی کاہ سے بوشیدہ رکھنے لگتے ہیں۔ اسے آخرت کی خبر تو دی کی ہے۔ لیکن اس حقیقت کا اسے مشاہدہ نہیں کرایا گیا ہے۔ جنت کے عیش دار امام اور دردخ کے ہوناگ عذاب سے اسے خبردار تو کیا گیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اسے آنکھوں سے دکھایا نہیں گیا ہے۔ اس کے باوجود اس مخلوق کے اندر ایسے لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے جو ہر وقت میرے ذکر سے اپنی زبان کو ترکھتی ہے۔ جس انعام کی میں نے اسے تحریزی کیا ہے اس انعام کی امید لگائے رہتی ہے اور جس عذاب سے میں نے اسے ڈرایا ہے اس سے پناہ مانگتی رہتی ہے۔ اسے فرشتوں کو رہمیں اپنے ان نیک بندوں کو معاف کرتا ہوں اور انہیں وہ چیز دیتا ہوں جس کی وہ طلب رکھتے ہیں اور اس چیز سے بچتا ہوں جس کا خوف ان کے دلوں میں بیٹھا

خیرات کرنے سے بڑھا ہوا ہے اور اس سے
بڑھا ہوا ہے کہ تم اپنے دشمن سے لڑو اس کی
گورن مارو اور وہ تھماری گردن مارے یا صاحب
نے عرض کیا ہاں پا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہ فرمایا۔ ذکرِ اللہ

(ترمذی، المکاہ، احمد، ابن ماجہ)

اللہ کا ذکر سب اعمال سے بڑھا ہوا ہے۔ اس پڑپ
غور کریں گے تو معلوم ہو جا کہ تمام نیکوں کی اصل روح
اللہ کا ذکر ہے۔ جب تک یہ روح ان ہیں نہ ہوگی وہ
نیکیاں بظاہر نیکیاں نظر آئیں گی۔ لیکن حقیقت میں
یہ جان ہوں گی۔ دشمن سے قاتل کرنے پر بھی اللہ کے
ذکر کو اس لئے مقدم رکھا گیا کیونکہ ذکر تو اس قتل کو
چھاؤنی سبیل اللہ بناتا ہے اور جو اللہ کی راہ میں محض
اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اڑا جائے وہی شہید ہے
وطن و قوم کی محبت، یاں و دولت کی ہوں یا دادسری
خواہشات کے لئے جو شخص دشمن سے لڑے اور اپنی جان
سے باختہ دھیوبیٹھے تو وہ شہید نہیں ہے۔ اور اللہ کے
یہاں اس کی اس جان پروردشی کا کوئی اجر نہیں ہے۔ اجر
صرف اسی کے لئے ہے جو اللہ کی یاد سے سرشار ہو کر
جان دے۔ اسی طرح ایک شخص غلط خدا کی بھروسے کے
لئے یاں و دولت خرچ کرتا ہے، اگر اس کی تہریہ میں اللہ
کی یاد اور اس کی رخصائی حصوں کا جذبہ کام نہیں کر لے
ہے اور محض اپنی ناموری اور رعوب داب کرنے والے
یہ سخاوت جتار ہے تو اس کا علم اللہ کے نزدیک
مقبوں نہیں ہے اگرچہ بظاہر وہ نیکی کا ہی کام کرتا ہے
نمایا کو لے لیجئے۔ یعنی تو خاص بندگی رب کی علامت
ہے۔ لیکن اگر آدمی نماز کی صرف ظاہری تنکل کو ادا
کرتا ہے اور اس میں اللہ کی یاد و تہریہ نہ ہو تو یہ بھی ایک شیء
ہے جان ہے۔ جس نیکی میں اللہ کی یاد مبنی زیادہ ہو گی
وہ اللہ کے یہاں اسی قدر مقبول ہو گی۔
اس حدیث سے حضورؐ کے طریق تعلیم کو بھی سمجھا

تمام سے راستوں پر تم سے مصائب کرتے۔ اسے
ظلله یہ ساخت بس ایک بار آتی ہے اور ایک
ساخت مشاغل دنیا کی ہوتی ہے اور یہ نفاق کی
حالت نہیں ہے۔ (سلم)

ظاہرات ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں پیچہ کر صحابہ کو مرد
پر کیفیت طاری ہوتی تھی وہ مشاغل دنیا میں لگ کر باتی
نہیں رہ سکتی تھی۔ حضرت حظلهؓ نے شدتِ اہلِ ان کی
ہنار پر اس تبدیلی کو نفاق سے تبعیر کیا اور حضرت ابو یکبر صدیق
سے اسی اس حالت کا تذکرہ کیا حضرت ابو یکبر صدیقؓ بھی
دنیا کے کاروبار میں حضورؐ لینے والے آدمی۔ لیکن اور ان پر
بھی حضورؐ قلب کی کیفیت پہلیشہ ایک جیسی نہیں رہتی تھی
اس ملتے وہ بھی یہ سکر گھبراۓ اور دلوں حضرات حضورؐ
کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ساری بات کو
سن کر فرمایا کہ اگر تم پر ہر وقت دہمی کیفیت طاری
رہتی جو میری قلب میں پہنچنے سے ہوتی ہے تو فرشتے تھے
راستوں میں اٹھیں پھاٹتے۔ اصل بات یہ ہے کہ آدمی
پر یہ کیفیت ہر وقت طاری رہتی نہیں سکتی۔ دنیا کے
کاروبار میں شغول ہوتے ہوئے اللہ کی یاد کی شدت کم
ہو جاتی ہے اور یہ حالت نفاق نہیں ہے۔ حضورؐ نے
اطہمان دلایا کہ ایسا ہو جانا ایک نظری امر ہے اور اس سے
ایسا ان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یاں آدمی نیکی کا کاروبار
کرتے ہوئے اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائے اور ان
اکھاں کو فراموش نہ کرو سے جو دنیا کے معاملات میں اسے
دیتے گئے تھیں۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہاں میں تھیں نہ تھا وہ کہ
تھارے بہترین اعمال میں سے کوئی عمل سب
بہتر ہے، سبکے پاکرہ ہے، تھارے بادشاہ
کے پاس دوسروے اعمال سے بڑھ کر تھارے
درجے بڑھنے والا ہے جو سونہ اور چاندی کی

و درست نہیں ہے۔ فرض نماز کے بعد دعا مانگئے میں لیکن اگر کبھی کجاہر یہ مہول چھوٹ بھی جلتے تو کوئی مضاائقہ نہیں ہے، نہ ہی دوسروں سے اس بات پر حکملہ ناچاہئے۔

مسجد قصی قبلہ اول کیوں ہے؟

س۔ مسجد قصی قبلہ اول کیوں کہا جاتا ہے جب کہ نماز بعد کی تعمیر مسجد سے پہلے عمل بدل لئی تھی رج۔ یہ قبلہ اول اس لئے ہے کہ حضور اور آپ کے ساتھی پہلے اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب تجویل قبلہ کا حکم آگئا تو اس کی وہ اہمیت بھی نہ رہی۔ لیکن قبلہ اول ہونے کی جیشیت یہ مسلمانوں کے لئے یہ عبادت کا ہدایت ہمیشہ کے لئے مقدس و محترم قرار ریائی۔

حضور کا قاعدہ یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبادات اور دعویٰ سے قرض کے بارے میں کوئی حکم نہیں آتا تھا۔ آپ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرتے تھے۔ تجویل قبلہ کا حکم ہجرت مکہ پندرہ سو لے جتنے کے بعد نماز ہوا۔ اس سے پہلے بنی اسرائیل کا قبلہ مسلمانوں کا قبلہ بھی تھا۔ جب تک مکہ مقطور میں حضور کا قیام کرو رہا۔ آپ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ سب اقصیٰ اور خالک عجمہ ایک جمیں آمدتے تھے لیکن مدینے میں یہ التزم ممکن نہ رہا۔ کیونکہ اب ان عبادات کا ہم ہوں کے رُخ مختلف ہوتے ہیں پڑھتے تھے۔

جب ایک سلامی ریاست قائم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے طرفیاً کہ اب اہل کتاب کی امامت کو ختم کر کے دنیا کی امامت امت محمدیت کے ہاتھ میں دیدی جائے تو مسلمانوں کا قبلہ بدل دیا گیا۔ قبلہ کی تبدیلی گریا اس بات کی ملامت تھی کہ اے اہل کتاب بھیں دنیا کی امامداری معمول کیا جاتا ہے اور امت محمدیت کو اس کا اہل قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں بھی کہہ چکا ہوں کہ حضور اور آپ کے صحابہؓ ایک طویل ہر سے تک سمجھو اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے یہ عبادت کاہ قبلہ اول کی جیشیت رکھتی ہے۔

جا سکتا ہے۔ آپ جب کوئی بات صحابہؓ کے ذہن لشیں کرنا چاہتے تو کچھ اس انداز سے سوال کرستے تھے کہ وہ پوری تھی آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کوئی بڑا علم دیا جا رہا ہے۔ حضور مسیح لوگوں کو پوری طرف متوجہ پاکرا اصل بات انتہی سلیمانی در حضرت انداز میں بیان فرمائے تھے کہ وہ فراؤ دل میں اُتر جاتی تھی۔ یہاں دیکھئے کہ آپ نے صحابہؓ کو ام سے کہا کہ کیا میں تمہیں تھمارے نیک اعمال میں سے اس عمل کی خبر نہ دوں جو ان سب میں بڑھا ہوا ہے۔ بال و دولت خرچ کرنے اور جان لڑانے سے بھی زیادہ افضل ہے۔ جب صحابہؓ کو ام نے ہمدردن گوش ہو کر کہا کہ حضور آپ ہمیں ضرور وہ عمل بتائیں۔ تو آپ نے ثہا یہ اخصار سے فرمایا۔ اللہ کا ذکر رہے بہتر ہے۔ یعنی تھماری تماں نیکیوں میں اللہ کی باری سے توجان پیدا ہوئی ہے اسلئے اللہ کی باری ہر ٹکلی کی اساس بناؤ۔ یہ باد ہو گی تو نیکیاں بھی بتوں ہوں یہ در نصائح حلی جائیں گی۔

سوال و جواب

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا

س۔ گھر شہر کی درس میں آپ نے فرمایا تھا کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا قرآن و حدیث میں ثابت نہیں ہے۔ یہک عالم دین نے فرمایا ہے کہ عالمی تبویحات کے اوقات میں سے یہک وقت فرض نماز کے بعد کا وفت ہے۔ اس کی دھڑکت فرمائیں۔

ج۔ انہوں نے باکلی یحیم بات کہی ہے۔ میں شد درس میں یہ دھڑکت کی تھی کہ حضور سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ پاچوں وقت پورے التزم سے دعا مانگتے تھے۔ کبھی آپ دعا مانگتے اور بھی اسے ترک کر دیتے۔ اس لئے پاچوں وقت پورے التزم و اہتمام سے دعا مانگنا اور اس پر اصرار کرنا

دینیاتی مصالح

صرف دینیاتیوں ہی کے نئے نہیں بلکہ ہمارے آپ سیلے بھی یہ کتاب مختلف امراض اور عادتیں ایسے طریقہ علاج اور انسی دواؤں سے آگاہی درتی ہے جو اگر ہمارے گروں میں موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً نمک، مرچ، مٹی، دھنیا وغیرہ۔ بیشتر تصویریں۔ ہدایات وغیرہ نہیں چھپائی گئیں۔ سکھل ہر دو حصہ قیمت میں ساڑھے پانچ روپے

دینی دعوت کے قرآنی اصول

مولانا محمد طیب صاحب کی ایک تحریر اگریز کتاب جو دینی دعوت کے غایب وی اصولوں سے بحث کرتی ہے۔ قیمت مجلد سیسے سوارور و پے

بزمِ سخیب

حضرت مقدس تذکرہ اس انداز میں کہ جیے شمار مسائل اور فصلیح اور دینی تعلیمات سے واقعیت ہوتی ہے۔ چلی جاتی ہے۔ قیمت سیسے سوارور و پے

چائزہ تراجم قرآنی

دنیا میں کب کس کس زبان میں قرآن کے تراجم ہوئے اس کی تحقیق و تفصیل۔ مترجمین اور شارحین کے نام۔ پہستاں دینیاتی کتابیں۔ مجلد ساڑھے تین روپے۔

దارج سلوک

ڈاکٹر میر ولی الدین کی مفید کتاب۔ موضوع نامے سے فاہر ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کے لئے مفید ہو گا۔ قیمت مجلد سیسے پانچ روپے

مکتبہ جلی دیوبند (ریاضی)

صلی اللہ علی خواص و ازالی علوم دیوبند

بین الاقوامی شہرت رکھنے والی علمیم درس سنگاہ "دارالعلوم" کا جامع تعارف اس کے موجودہ مدتم مولانا محمد طیب صاحب کے قلم سے۔ اس کے مطالعے سے آپ اس درسگاہ کے تمام احوال و کوائف سے پوری طرح واقع ہو جائیں گے۔ عمارتوں کے بہت سے فوٹوں میں شامل کتاب ہیں۔ قیمت سیسے ڈھانی روپے

چالیس بدھستیں

یادگات کے رد میں ایک درچپ اور کارائد کتاب قیمت سیسے ۵ روپے

نماز کی کرتیں

نماز کی نظرت و فضیلت اور اس کے ترک پر کی
عذاب ہے۔ اس کی تفصیل موثر انداز میں۔

قیمت سیسے بیس روپے

فتاویٰ اعلیٰ حضرت

مولانا احمد رضا خان صاحب اور اُن کے مقدمہ حضرت کی مستند کتابوں سے اہل سنت و انجامات کے مسلک کا اثبات عقائد صحیحہ کی نشان دہی۔ قیمت ۲۵ روپے۔

محمد بن عطاء اُر ان کے علی کارنامے

چاروں الجد اور امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائي، امام ابن ماجہ اور امام الحداوي کے علم و تفقہ علی کارناموں اور اسرہ کردار پر ایک محققانہ تالیف جو آپ کی معلومات میں بیش بہا اضافہ کا موجود ہے۔ قیمت مجلد سیسے ساڑھے چار روپے

ساختہ مسجدِ اقصیٰ

حمد و شکر کے بعد:-

بڑا دراں دینِ اس سیٰ الفعلی میں آتشزدگی کی دل خراش خبر پر مسلمان کے قلب و روح پر بھلی بن کر گری ہے اور صرف پاکستان ہی کے مسلمان نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمان اس پر تڑپ آٹھے ہیں۔ اس وقت بار بار لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ایک طوفان کی طرح اٹھ رہا ہے کہ آخر اس مصیبت کا علاج کیا ہے؟ یہ ہماری تاریخ کے نازک ترین تھات میں یہ ایک تحریر ہے۔ ہماری بد قسمی ہے کہ یہ خوبس لمحہ ہماری زندگی میں پیش آیا۔ ستر چھتر کروڑ مسلمان دنیا میں موجود ہیں اور پھر بھی بہودیوں کی یہ بہت ہوئی کہ ہماری تین مقبرے، ترین مساجد و مکامات میں پیش آگ کا خادم۔ اُس مسجد کو پھونک دالیں جسے اسلام میں قبلہ اول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس کی طرف رُخ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے ہے اور سارے نمازِ رُضھی ہے اور جس سے حضور مسیح یہ تشریف لے گئے تھے۔ اس سے بڑی مصیبت اُمّت مسلم کے لئے اور کیا ہر سکتی ہے جس مسلمان کے دل میں یہ کی ادنیٰ امریقہ بھی باقی ہے وہ سوچ رہا ہے کہ ہاں تک فوت ہائیج جانے کے بعد بھی اگر تم نے کچھ نہ کیا تو دنیا میں اس اقتت کی کیا آبرو باقی رہ جائے گی۔ اور اس کے بعد ہمیں نہ معلوم اور یقینی ذائقوں سے سابقہ ہیں آئے جاؤ۔

اس نازک موقع پر یہ خیرومدی ہے کہ ہم چہلے اس معاملے کی پوری نوعیت کو اچھی طرح سمجھ لیں یعنکہ اسے نگھے بغیر کوئی صحیح طور پر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہمیں مسجدِ اقصیٰ کی حفاظت کے لئے کام کرنا چاہئے۔

اس جرم کا اصل مجرک کیا ہے؟ اسرائیل نے اس واقعہ کے بعد مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھوٹنے کی میں۔ سب سے پہلے یہ کہا گیا کہ بھلی کے تاروں میں خرابی واقع ہوتے ہے اتفاقاً اُن لگ گئی یہی لیکن پھر خود ہی ان مجرموں

نے یہ خسوس کر لیا کہ یہ بات چلنے والی نہیں ہے۔ اتنی بڑی عمارت میں بعض بھلی کے تاروں کی خرابی سے اسی خوفناک آتش زدگی آخر تھیسے ہو سکتی ہے؟ اس کے بعد نہایت دھنٹائی اور سخت بے جانی کے ساتھ یہ جھوٹ گھوڑا گیا کہ عروں نے خود اکٹ لکھا تھا ہے۔ اس طرح کے جھوٹ کام کم کو پہلے ہی کافی تجربہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ کس تقاض کے لئے اسے جھوٹ گھوڑا کرتے ہیں۔ ابھی جھوڑی ہی تدبیت ہے اسی لامہور میں سماںے دفتر پر حملہ کر کے قرآن حلا یا چیا اور اس کام پر ہیا یہ بہتان لکھا دیا گیا کہ قرآن الحکوم نے نوادر جلا یا ہے جس ناسف کے تحت یہ جھوٹ گھوڑا گیا تھا اس فلسفے کے اصل مصنف یہودی ہی ہیں۔ وہ یہودی دماغ ہی تھا جس نے اخلاق کا یہ اصول تصنیف کیا تھا کہ جس طریقے سے بھی مقصود بماری ہونے کے وہ برحق ہے۔ یہودیوں کو بہت جلدی یہ خسوس ہو گیا کہ یہ دروغ بے فرع بھی کارکو نہ ہوگا۔ اب ایک آنٹریلین فوجان کو انھوں نے پکڑ لیا ہے اور دنیا کو یہ بیان دلانا چاہتے ہیں کہ اس دیوانے کی جنون کے دورے میں یہ حرکت کر دیا ہے اور یہ مسجد اقصیٰ کو منہدم کرنے کا کوئی مقصود بہ اسرائیل سے پیش نظر ہیں تھا۔ ہر مکمل ہے کہ اس فوجان پر مقدمہ جلا کر اور اپنے ایک خود ساختہ کمیشن کے ذمہ میں تحقیقات کرائے وہ اپنے جرم پر پڑھانے کی کوشش کریں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کی پوری تاریخ بیان کر دوں جس سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ایک بڑا طویل المسیا مقصود بہ ہے جو صدیوں سے چل رہا ہے اور اسی کے تحت یہ رودی بطور تمہید کی جگہ ہے۔

یہودی عوام کی تاریخ انتیج میں بنی اسرائیل اس ملائی میں داخل ہوتے ہے اور دو صدیوں کی مسلسل کمیش کے بعد بالآخر اس پر قابض ہوتے ہے۔ وہ اس سرزی میں کامل باشندے نہیں تھے۔ قدیم باشندے دوسرے لوگ تھے جن کے قبائل اور اقوام کے نام خود بائبلیں میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور بائبل کی تصریحات سے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان قوموں کا قتل عام کیے اس سرزی میں پر اُسی طرح قبضہ کیا تھا جس طرح فرنگیوں سترخ ہندوؤں (RED INDIANS) کو فنا کر کے امریکہ پر قبضہ کیا۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ خدا نے یہ ملک انکی مراث میں دیکریے ہے اس لئے انہیں حق پہنچتا ہے کہ اس کے کامل باشندوں کو بے دخل کر کے بلکہ ان کی نسل کو ملکا پر قابض ہو جائیں۔

اس کے بعد آٹھویں صدی قبل مسیح میں ایسیریا نے شمالی فلسطین پر قبضہ کر کے اسرائیلوں کا بالکل تلع قمع کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لا بسا یا جوز مادہ عربی لسل تھیں۔ پھر چھٹی صدی قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ تخت نصر نے جنوبی فلسطین پر قبضہ کر کے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ بیت المقدس کی ایمٹ سے اینٹ بجادی اور ہیکل سلیمانی (TEMPLE OF SOLOMON) کو جسے دسویں قبل مسیح میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کرایا تھا۔ اس طرح پیوند خاک کر دیا کہ اس کی ایک دیوار بھی ایسی جگہ قائم نہ رہی۔ ایک طویل مدت کی جلاوطنی کے بعد ایسا نیوں کے دور مکاومت میں یہودیوں کو پھر سے جنوبی فلسطین میں اگر آباد ہوئے کا موقع ملا اور انھوں نے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی۔ لیکن یہ دو صد و تغیر بھی تین چار سو برس سے زیادہ دراز نہ ہوا۔ ششمی میں یہودیوں نے رومنی سلطنت کے خلاف بغاوت کی جس کی پادراش میں بیت المقدس کے شہر اور ہیکل سلیمانی کو بالکل سماز کر دیا۔ اور پھر ایک دوسری بغاوت کو کھل کر ۲۳۴ عیسیٰ رومنوں نے پورے فلسطین سے یہودیوں کو نکال باہر کیا۔ اس فرمانے اخراج کے بعد جنوبی فلسطین میں بھی اُس طرح عربی اللسل قبائل آباد ہو گئے جس طرح شمالی فلسطین میں وہ آٹھویں صدی

بچتے آباد ہوئے تھے۔ اسلام کی آمدت پہلے یہ یورا علاتہ عربی قوموں سے آباد تھا، بیت المقدس میں یہ یہودیوں کا دخلہ تک رہیوں نے قانوناً ممنوع کر رکھا تھا اور فلسطینیوں، بھی یہودی آبادی قریب تریب بالکل ناپید تھی۔ اس تاریخ سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ (۱) یہودی آبادی ابتدا اور اصل کشی (GENOCIDE) کے مرکب ہے کہ فلسطینی پر زبردستی قابل ہوئے تھے (۲)، شمالی فلسطین میں صرف چار سو روپس تک وہ آباد ہے (۳)، جنوبی فلسطین میں ان کے قیام کی بیت زیادہ سے زیادہ آٹھویں سو روپس تک (۴)، اور غرب شمالی فلسطین میں ڈھانی خزار سال سے اور جنوبی فلسطین میں تقریباً دو ہزار سال سے آباد ہے اور ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہودیوں کا آج بھی یہ دعویٰ ہے کہ فلسطین ان کے پاب داد کی شیراث ہے جو خدا نے انھیں عطا فرائی ہے اور انھیں حق پہنچا اسی کہ اس شیراث کو نہ وہ حاصل کر سکے اس ملائے کے قدمی باشندوں کو اسی طرح نکال باہر کریں اور خود ان کی جگہ بس جانیں جس طرح تیرہ سو روپس قبل تھے میں انھیں کیا تھا۔

دو ہزار برس سے دنیا بھر کے یہودی ہفتے یہی چار مرتبہ یہ دنامیں مانگتے رہے ہیں کہ بیت المقدس پھر ہمارے ہاتھ آئے اور ہم ہمکل سیلیانی کو پھر تعیر کریں۔ ہر یہودی گھر میں مذہبی تقریبات کے موقع پر اس تاریخ کا پورا اور اسرائیل جا گاری ہے کہ ہم مصر سے کس طرح نکلے اور فلسطین میں کس طرح سے آباد ہوئے اور کیسے بابل والے ہم کو لے گئے اور ہم کس طرح سے فلسطین سے نکلے گئے اور تیر پڑتے ہوئے۔ اس طرح یہودی کے پیچے کے دلخیزیں یہ بات ۲۰۰۰ مہمیوں سے بھائی چارہ ہی ہے فلسطین تھا را ہے اور انھیں واپس ملا ہے اور تمہارا مقصد نہ گی یہ ہے کہ تم بیت المقدس میں لیکن سیلیانی وچھر کر دھیار ہوں صدری علیسوی کے مشہور یہودی فلسفی موسمی بن یہود (MAMMONIDES) نے اپنی کتاب شریعت یہود دین (THE CODE OF JEWISH LAW) میں صاف صاف لکھا ہے کہ ہر یہودی اس کا یہ فرض ہے کہ بیت المقدس میں سیلیانی کو از سر تو تعیر کرے۔ مشہور فری میں تحریک (FREEMASON MOVEMENT) بھی جس کے متعلق ہمارے ہاتھ کے انجارات یہی تحریک سارے ہی ہتھا لئے ایسا ٹائم ہو چکے ہیں۔ اصلًا ایک یہودی تحریک ہے۔ اور اس میں بھی ہمکل سیلیانی کی تعیر نہ کر مقصود تراویح اگاہ ہے۔ بلکہ پوری فری میں تحریک کامرانی تھی کہ تھیری ہی ہے اور تمام فری میں لا جوں میں اس کا اقاما ہڈڑا اس میں تھا ہے کہ یہی طرح سے ہمکل سیلیانی کو دوبارہ تعیر کرنا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سجدۃ قصی میں الگ لگانا کرنی اتفاقی حداثہ نہیں ہے۔ صدیوں سے یہودی قوم کی زندگی کا نکب العین یہی رہا ہے ہر تر وہ مسجدۃ قصی کی جگہ ہمکل سیلیانی کو تھیر کرے اور اب بیت المقدس پر ان کا قبضہ ہو جانے کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے اس نصب العین کو پورا رکھنے سے بازورہ جائیں۔

یہودیوں کی احسان فراموشی اسی طرز سے ہے میں ایک بات کی وضاحت کر دیا خواہی ہوں۔ ہمکل سیلیانی کے متعلق یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ اسے نکھلے میں بالکل مسماں کر دیا گیا تھا اور حضرت علیہ السلام کے زمانے میں جب بیت المقدس منتظر ہوا اس وقت یہاں یہودیوں کا کوئی معبد نہ تھا بلکہ کھنڈر پر پڑے ہوتے تھے۔ اس نے مسجدۃ قصی اور قبۃ المسجدۃ کی تعمیر کے ادارے میں گوئی یہودی یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ ان کے کسی عبادت کو توڑ کر مسلمانوں نے یہ مساجد بنائی تھیں۔ یہ بات بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ رہمیوں کے زمانے میں فلسطین یہودیوں سے غالی کرایا گیا تھا اور بیت المقدس میں تو ان کا داخل بھی ممنوع تھا۔ یہ مسلمانوں کی تحریک کی رہا تھوں نے پھر انھیں دہاں رہنے اور بستن کی اجازت دی۔ تاریخ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ پھلی تیرہ چودہ صدیوں میں یہودیوں کو اگر کہیں امن نصب ہوا تھے تو وہ صرف مسلمان ملک تھے۔ ورنہ دنیا کے ہر حصے میں جہاں بھی عیسائیوں کی حکومت رہی وہاں وہ ظلم و ستم کا نتanza ہی بنتے رہے۔ یہودیوں کے اپنے متوڑین اعتراف کرتے

ہیں کہ ان کی تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار اردو وہ تھا جب وہ اُندرس میں مسلمانوں کی رعایا کی حیثیت سے آباد تھے۔ یہ دیوار اگر یہ جس کو آج یہودی اپنی سب سے بڑی مقدار بننے والے کار بھتے ہیں۔ یہ بھی مسلمانوں ہی کی عناصر سے اینہیں ملی تھی۔ بعینی سے امریکی حکومت کا ایک سرکاری بلشن (NEWS FROM U.S.A.) شائع ہوتا ہے اس کی یہ خلافی نظر ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوار اگر یہ پہلے ملے اور کوڑے کر کرٹ میں دبی ہوئی تھی اور اس کا کوئی نشان نہ کیا گوں کو معلوم نہ تھا۔ سو طہوں صدری علیسوی میں سلطان سیم عثمانی کو اتفاقاً اس کے وجہ کا علم ہوا اور اس نے اس عجلہ کو صاف کر کے یہودیوں کو اس کی زیارت کی اجازت عطا کی۔ لیکن یہودی ایک ایسی احسان فرماؤش قوم ہے کہ وہ مسلمانوں کی شرافت اور فیاضی اور حسن سلوک کا بدلہ آج اس فحش میں ان کو دے رہی ہے۔

یہودیوں کی منصوبہ بناری اب میں مختصر طور پر آپ کو بتاؤں گا کہ ان ظالموں نے کس طرح باقاعدہ منصوبہ بناری کر کے فلسطین اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے کام کیا ہے۔ سب سے پہلے ان کی یہاں ایک تحریک شروع ہوئی کہ مختلف علاقوں سے یہودی ہجرت کر کے فلسطین میں جا کر آباد ہوں اور وہاں زینیں خریدنی شروع کریں۔ چنانچہ ۱۹۸۰ء سے اس ہبہ ہجرت کا مسلسلہ شروع ہوا اور زیادہ تر مشرقی یورپ سے یہودی خاندان وہاں منتقل ہونے لگے۔ اس کے بعد شہر یہودی یلیڈر تھیودور ہرزل (HERZL) نے ۱۸۹۶ء HERZL DLA میں صہیونی تحریک (ZIONIST MOVEMENT) کا باقاعدہ غازی کیا اور اس میں اس بات کو منصوبہ قرار دیا گی کہ فلسطین پر دوبارہ تبضہ حاصل کر لیا جائے اور ہمکل سیاستی کی تحریر کی جائے یہودی صربا یہ داروں نے اس غرض کے لئے بڑے پیمانے پر مالی امداد فراہم کی کہ فلسطین منتقل ہونے والے یہودی خاندان وہاں زینیں خریدیں اور منظم طریقے سے اپنی بستیاں بسائیں۔ پھر ۱۹۰۱ء میں ہرزل نے سلطان عبدالحمید خاں (سلطان ترکی) کو باقاعدہ یہ پیغام بھجوایا کہ یہودی ترکی کے تمام تریخے ادا کرنے کے تیار ہیں۔ آپ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی اجازت دے دیں۔ مگر سلطان عبدالحمید خاں نے اس پیغام پر تھوک دیا اور صاف کہدیا کہ جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک ترکی مسلط ہو جو دیے اس وقت تک اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ فلسطین یہودیوں کے حوالے کیا جائے۔ تھماری ساری دولت ہر میں تھوکتا ہوں۔ ”جس شخص کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا گیا تھا اس کا نام تھا عاصم قره متو آفت دی۔ یہ سال نیکا کا یہودی باشندہ تھا اور ان یہودی خاندانوں میں سے تھا جو اپسین سے نکالے جائے ہوئے بعد ترکی میں آباد ہوئے تھے۔ ترکی رعایا پورنے کے باوجود اس نے پر جرأت کی کہ سلطان ترکی کے دربار میں پہنچ کر فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ پیش کرے۔ اسی پرسن نہیں بلکہ سلطان عبدالحمید خاں کا جاب شن کر ہرزل کی طرف سے ان کو صاف صاف یہ دھمکی دے دی گئی کہ تم اس کا برائی تجوہ دیکھو۔ چنانچہ اس کے بعد فوراً ہی سلطان عبدالحمید کی حکومت کا تخت اُنٹھ کی سازشیں شروع ہو گئیں جن میں فری میں، دوسری نوجوان شرکر چھے جو مغربی تعلیم کے ذمہ افراد کو ترکی قوم پرستی کے علمبردار بننے تھے۔ ان لوگوں نے ترکی فوج میں اپنے اشتراط پھیلایا اور سات سال کے اندر ان کی سازشیں پختہ پور کر اس نہرzel پر پہنچ لیں کہ سلطان عبدالحمید کو معزول کر دیں۔ اس موقع پر جو انتہائی عمرت ناک واقعہ پیش آیا وہ یہ تھا کہ ۱۹۰۵ء میں جو میں ادمی سلطان کی معزولی کا پروانے کر اُن کے پاس گئے تھے ان میں دو ترک تھے اور تیسرا وہی عاصم قره متو آفت دی تھا جس کے ہاتھ ہرزل نے فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ سلطان کے پاس بھیجا تھا۔ مسلمانوں کی بے خبرتی کا اس سے اندازہ پہنچی گر اپنے سلطان کی معزولی کا پروانہ پہنچی۔ جو ہیں تو ایک ایسے یہودی کے لئے یہ یہ یہودی تھے جنہیں نے ریا کار اس اسلام قبول کر رکھا تھا۔ مگر ان کو دومنہ کہتے ہیں۔

ہاتھ جو سات ہری بر س پہلے اسی سلطان کے یا فلسطین کی خواہی کا مطالبہ کر گیا تھا اور اس سے سخت جواب میں کمر آیا تھا۔ ذرا تصور کیجئے کہ سلطان کے دل پر کیا گذری ہو گی جب وہی یہودی ان کی معزولی کا پردہ دانہ لٹھے ہوئے ان کے سامنے کھڑا اتھا۔

ترکی اور عربی قوم پرستی کا تصادم [اسی زمانے میں ایک دوسری سازش بھی زور شور سے چل رہی تھی جس کا مقصد ترکی سلطنت کے ٹکڑے اڑانا تھا اور اس سازش میں بھی مغربی سیاست کاروں کے ساتھ ساتھ یہودی دماغ ابتداء سے کاوتھر مار رہا۔ ایک طرف ترکوں میں یہ تحریک اٹھائی تھی کہ وہ سلطنت کی بناء اسلامی اخوت کے بجائے ترکی قوم پرستی پر رہیں حالانکہ ترکی سلطنت میں صرف ترک ہی آباد نہیں تھے بلکہ عرب اور کرد و مسیحی نسلیوں کے سلمان بھی تھے۔ ایسی سلطنت کو صرف ترکی قوم کی سلطنت قرار دینے کے صاف معنی یہ تھے کہ تمام غیر ترک سلاسل کی ہمدردیاں اس کے ساتھ ختم ہو جائیں۔ دوسری طرف عربوں کو عربی قومیت کا سبق پڑھایا گیا اور ان کے دماغ میں یہ بات بھائی گئی کہ وہ ترکوں کی غلامی سے آزاد ہونے کی جدوجہد کریں۔ عربوں میں اس عرب قوم پرستی کا فتنہ اٹھانے والے عیسائی عوام تھے۔ بیروت اس کام کر رہا۔ اور بیروت کی امدادیں یہ نیو ٹرکی اس کو فروغ دینے کا دریعہ بھی ہوتی تھی۔ اس طرح ترکوں اور عربوں میں بسکی وقت دو مختلف قسم کی قوم پرستیاں ابھاری گئیں اور ان کو یہاں تک بھرپور کیا گیا کہ ۱۹۱۶ء میں جب بھلی جنگ قلعہ سر پا ہوتی تو ترک اور عرب ایک دوسرے کے رفیق ہونے کے بجائے دشمن اور خون کے پیاسے بن گئے سامنے ٹکڑے ہو گئے۔

جنگ عظیم اول اور اعلان بالغور [بھلی جنگ عظیم میں ابتداء یہودیوں نے حکومت جرمی سے معااملہ کرنا چاہا تھا۔] یہ کرنے جو منی میں اس وقت یہودیوں کا اتنا ہی روز تھا جتنا آج امر نکل میں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے قصر دہم سے یہ وعدہ لیتے کی کوشش کی کہ وہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنوادے جما۔ دیکن جنس و جنس سے یہودی اس پریہ اعتدال نہیں کر سکتے تھے کہ وہ ایسا کرے گا وہ یہ تھی کہ ترکی حکومت اس وقت جنگ میں جرمی کی حلیف تھی۔ یہودیوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ قصر دہم ہم سے یہ وعدہ پورا کر سکے گا۔ اس موقع پر ڈاکٹر انر میں (DR. Warz MAN) آئے بڑھا اور اس نے انگلستان کی حکومت کو یقین دیا کہ جنگ میں تمام دنیا کے یہودیوں کا سرمایہ اور تمام دنیا کے یہودیوں کا دماغ اور ان کی ساری قوت و قابلیت انگلستان اور فرانس کے ساتھ آٹھتی ہے اگر آپ ہم کو یقین دلادیں کہ آپ فتحاب ہو کر فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنادیں گے۔ ڈاکٹر انر میں یہ اس وقت یہودیوں کے قومی وطن کی تحریک کا علم پردار تھا۔ آخر کار اس نے ۱۹۱۶ء میں انگریزی حکومت سے مشہور پروانہ حاصل کر لیا جو اعلان بالغور کے نام سے مشہور ہے۔ یہ انگریزوں کی بد راستی کاشاہی کا رہ کار ہے کہ ایک طرف وہ عربوں کو یقین دلادیں ہے تھے کہ ہم عربوں کی ایک خود مختاری بریافت بنائیں گے اور اس غرض کے لئے انہوں نے شریعت حسین کو تحریری وعدہ دیا تھا اور اسی وعدے کی بنیاد پر عربوں نے ترکوں سے بغاوت کر کے فلسطین اور عراق اور شام پر انگلستان کا قبضہ کر ا دیا تھا۔ دوسری طرف وہی انگریز یہودیوں کو باقاعدہ یہ تحریر دے رہے تھے کہ ہم فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنائیں گے۔ یہ اتنی بڑی ہے ایسا نیتی تھی کہ جب تک انگریزی قوم دنیا میں موجود ہے وہ اتنی تاریخ پر سے اس کلنک کے طیکے کونڈا کے گی۔ بھرپور اخور تھے کہ فلسطین کو ہرود کا قومی وطن بنانے کے آخر مصنی کیا تھے؟ کیا فلسطین کو قی خالی پڑی ہوئی زمین تھی جس پر کسی قوم کو آباد کر دینے کا وعدہ کیا جا رہا تھا؟ وہاں دوڑھائی ہزار

برس سے ایک قوم آباد ہی آرہی تھی۔ اعلان بالغور کے وقت وہاں یہودیوں کی آبادی پوری ہی صورتی بھی تھی۔ ایسے ملک کے متعلق سلطنت برطانیہ کا وزیر خارجہ یہ تحریری وحدہ دے رہا تھا کہ ایک قوم کے وطن میں ایک قومی قوم کا وطن بنایا جائے گا جو دنیا بھر میں ۱۹ سو بریوس سے بھری ہوئی تھی۔ اس کا صاف طلب گویا یہ وعدہ کرنا تھا کہ ہم تھیں موقع دینے کے کہ عربوں کے جس وطن پر ہم نے خود عربوں کی مدد سے قبضہ کیا ہے اُس سے تم اُنھی عربوں کو نکال باہر کرو اور ان کی جگہ دنیا کے گوشے گوشے سے انسے ازاد کو لانا کر سیارو۔ یہ ایک ایسا ظلم تھا جس کی نظر پوری انسانی تاریخ میں نہیں تھی۔ اس نام پر نکل پاشی یہ ہے کہ لارڈ بالغور نے اپنے اس خط کے متعلق اپنی ڈائری میں یہ الفاظ لکھے تھے:-

”بیلیطین کے مدنی کوئی فیصلہ کرنے ہوتے وہاں کے موجودہ باشندوں کو چھٹے کی ضرورت نہیں ہے۔ میہونیت ہمارے لئے اُن سات لاکھ عربوں کی خواہشات اور تعصبات سے بہت زیادہ ہمیت رکھتی ہے جو اُس قدر ہمیزین میں اس وقت آباد ہیں۔“

بالغور کی ڈائری کے یہ الفاظ آج بھی برطانوی پالیسی کی دستاویزات (DOCUMENTS OF BRITISH POLICY)

کی جملہ وہم میں ثبت ہیں۔

مجلس قوم کی کارگزاری فلسطین پر انگریزوں کی قبضے اور لارڈ بالغور کے اعلان سے یہودیوں کے طویل المیعاد منصوبے کا اعلان مرحلہ متمشی ہو گیا۔ ۱۹۲۱ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۷ء تک اس تحریک کی تبلیغ میں ۲۳ سال صرف ہوتے۔ اس کے بعد اس منصوبے کا دوسرا دو شرکوں ہوا جس میں مجلس قوم (LEAGUE OF NATIONS) اور اس کی اصل کارروادہ بڑی طاقتیوں برطانیہ اور فرانس نے بالکل اس طرح کامیابی یا گیا وہ آزاد فلسطینیں نہیں ہیں بلکہ عرض یہوںی تحریک کی ایجمنٹ ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں مجلس قوم نے فیصلہ کیا کہ فلسطین کو انگریزوں کے انتداب (MANDATE) میں سے دیا جائے۔ اسی میں موضع فلسطین میں چوردم شماری کرائی جائی تھی اسی میں مسلم عرب ۶۶٪، اہدی ۲۷٪، اور یہودی ۷٪ اور یہودیوں کی اتنی آبادی بھی اس وجہ سے تھی کہ وہ دھڑکنے والوں جا کر آباد ہو رہے تھے۔ اس پر بھی مجلس قوم اسے برتاؤ کرنا شرکیہ کا پروانہ دیتے ہوئے پوری سے سریعی کے ساتھ یہ بہادیت لی کہ اس کی یہ ذمہ داری ہو گئی کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کے لئے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کرے۔ صورتی تنظیم کو سرکاری طور پر باتا عدهہ سیم کر کے اسے ظلم و نسق میں شرکی کرے اور اس کے شورے اور معاون سے یہودی قومی وطن کی تجویز کو عملی جامہ پہنائے۔ اس کے ساتھ وہاں کے قدیم اور اصل باشندوں کے لئے صرف اتنی بہادیت پر التفاق کیا گیا کہ ان کے نزدیکی اقدام (LAW)، حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ سیاسی حقوق کا اس میں سرے سے کوئی ذکر نہ تھا۔ یہ تھا اس مجلس قوم کا انصاف جسے دنیا میں امن قائم کرنے کا نام لے کر وجود میں لایا گیا تھا۔ اس نے یہودیوں کو باہر سے لا کر رہانے والوں کو تو سیاسی اقتدار میں شرکیہ کر دیا اور ملک کے اصل باشندوں کو اس کا مستحق بھی نہ سمجھا کہ ان کے سیاسی حقوق کا براۓ نام بھی تذکرہ کر دیا جاتا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُس وقت دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں اور مجلس قوم میں یہودیوں نے لکھنے اثرات پر اکثر لئے ہے جنکی بدولت

لہ انتداب کا مطلب یہ ہے کہ ایک حکومت بطور خود کسی ملک کی فرازروانی نہیں کر رہی ہے بلکہ مجلس قوم کی طرز سے

اس کے پروردہ کا میں کیا گیا ہے کہ وہاں خاص شرطیت کے تحت فرازروانی کرے۔

۱۹۲۵ء میں یہودی آبادی صرف ۵۵ ہزار تھی۔ پانچ سال کے اندر وہ بڑھ کر ۸۳ ہزار کے فربہ ہو گئی۔

فلسطین کو انگریزوں کے انتداب میں دستیت ہوئے ہوئے یہ بہایات جاری کی گئی تھیں۔

انگریزی انتداب کا نامہ پر انتداب حاصل کرنے کے بعد یہودیوں کو فلسطین میں لا کر بہانے کا باقاعدہ سلسلہ شروع کردیا۔ فلسطین کا بڑا سرطاںی ہائی کمشنر برٹ میوریل خدا یک یہودی تھا۔ ہمیوں نی تظیم کو عمل حکومت کے نظم و قنون میں شریک کیا گیا اور اس کے پردہ نہ صرف تعلیم اور زراعت کے محکمے کے لئے بلکہ یہودیوں کے لئے اخلاق، سفر اور قدرت کے معاملات بھی اس کے حوالے کر دیے گئے۔ ایسے تو انہیں بنا سے گئے جس کے ذریعے سے باہر کے یہودیوں کو فلسطین میں آ کر زندگی حاصل کرنے کی پوری سہوں تھیں دی گئیں۔ مزید برائی ان کو زمینیں کاشت کرنے کے لئے قرضوں اور تقاضوں اور دوسرا سہولتوں سے بھی نواز لیا۔ عربوں پر بھاری ٹیکس لگاتے گئے اور ٹیکسوں کے تقاضا پر ہر بہانے عدالت کو نے زمینیں ضبط کرنے کی دلگری پاں دینی شروع کر دیں۔ ضبط شدہ زمینیں یہودیوں کے ہاتھ فروخت کی گئیں اور سرکاری زمینوں کے بھی یہی طریقے پرے رہیں یہودی فوآباد کاروں کو کہیں رفت اور کہیں براۓ نام پتے پر دے دئے گئے۔ بعض مقامات پر کسی نہ کسی بہانے پرے پورے گاؤں جو اف کر دیئے گئے اور دہائی یہودی بستیاں سائی گئیں۔ ایک علاقوں میں توہنہ اور عرب کاشتکاروں اور فرما عنی کارکنوں کو ۵۰ ہزار ایکڑ زمین سے ہکایتے دھل کر دیا گیا اور ان کو فی کس ۳ یوں مددس ششگ دے کر جلتا کر دیا گیا۔ ان تدبیروں سے، اسال کے اندر یہودی فوآبادی میں غیر معمولی اضطراب ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں وہ ۵۰ ہزار سے کچھ زائد تھے۔ ان کی تعداد سارے چار لاکھ تک تھی گئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انگریز فلسطین میں صرف ہمپیونیت کی خدمت انجام دتے رہے اور ان کے ضمیر نے ایک دن بھی ان کو احسان نہ دلایا کہ کسی لئک کی حکومت پر اس کے اصل باشندوں سے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں جس کی نگہداشت کرنا اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

جنگ عظیم دوم کے زمانے میں معاملہ اسی بہت آگے بڑھ گیا۔ ہٹلر کے نظام سے بھاگنے والے یہودی ہر قانونی اور غیر قانونی طریقے سے بے خات فلسطین میں داخل ہونے لگے۔ ہمیونی انجمنی نے ان کو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ملکے اندر ہسانا مشروع کیا اور سارے تظییں قائم کیں جنہوں نے ہر طرف ارادہ ہمار کر کے عربوں کو بھگانے اور یہودیوں کو ان کی جگہ بمانے میں سبقاً کی جلد کر دی۔ انگریزی انتداب کی ناکے نجی یہودیوں کو ہر طرح کے ستمبھانہ تھی رہے تھے اور وہ عربوں پر چھاپے مارو رہے تھے۔ مگر قانونی صرف عربوں کے لئے تھا جو انہیں بھیمار رکھنے اور نلم کے جواب میں مدافعت کرنے سے روک رہا تھا۔ البتہ برطاںی حکومت جان پچاکر بھاگنے والے عربوں کو نقل مکان کی سہولتیں فراہم کرنے میں بڑی فراخ دل تھی۔ اس طرح ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۸ء تک ۲۰ سال کے اندر یہودی منصوبے کا دوسرا مرحلہ ملک میں ہوا جس میں وہ اس قابل ہو گئے کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کے بجائے فلسطین میں ان کی "قومی ریاست" قائم کر دیں۔

"**قومی وطن**" سے "قومی ریاست" تک [بیش کر دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مجلس اقوام متحدہ میں کی تھی جائزین اقوام متحدة انجام دے۔ اب ملا جائز تھے کہ بردوسری مجلس جو دنیا میں امن وال انصاف کے قیام کی عبرداری کرائی تھی۔ اس نے فلسطین میں کیا انصاف قائم کیا۔

نومبر ۱۹۶۴ء میں اقوام متحده کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ یہ فیصلہ ہوا اس طرح ۹ اس کے حق میں ۳۳ ووٹ اور اس کے خلاف ۳۳ اور وٹ تھے۔ دس ملکوں نے کوئی ووٹ نہیں دیا۔ یہ کم سے کم اکثریت تھی جس سے جنرل اسمبلی میں کوئی ریزولوشن پاس ہو سکتا تھا۔ چند روز پہلے تینک اس تجویز کے حق میں ترقی اکثریت بھی نہ تھی۔ صرف ۳۰ ملک اس کے حق میں تھے۔ آخر کار امریکہ نے خیر معمولی دباؤ دال کر ایمیٹی، فلپائن اور لائیٹر یا کوچ بھور کر کے اس کی تائید کر لی۔ یہ بات خود امریکہ کا نگریں کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ یہ تین ووٹ زیر دستی حاصل کئے گئے تھے اور جیمز فوریسٹال (FORRESTAL) اپنی ڈائری میں لکھتا ہے کہ "اس معاملے میں دوسری قوموں پر دباؤ دالنے اور ان کو ووٹ دینے پر بھور کرنے کے لئے جو طریقہ استعمال کئے گئے وہ شرمناک کارروائی (SCANDAL) کی حد تک پہنچ ہوتے تھے۔"

تھیں کوئی مدد نہ مل سکے۔ اس کی رسمیت میں اس کی روشنی فلسطین کا ہے ۲۳ فروری ۱۹۴۸ء کو
ادارہ ملکیتی عرب آبادی کو دیا گیا، حالانکہ اس وقت تک فلسطین کی زمین کا صرف ۶٪ تھی صدی حصہ
یہودیوں کے ہے۔ یہ تھا قومِ مُحَمَّد کا انصاف!

پریویں سے ہے میں اسی پڑھنے کا سرگرمی تھا۔ میں اس سند راست سے بھی راضی نہ ہوئے اور انھوں نے اس دھارا کر کے عرب یوں کونکالا اور ملک کے ذریعہ سے زیادہ حصہ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں جو مظالم عرب یوں پر کئے گئے اور تلذذ ماننے والی ان سے متعلق اپنی کتب اسی (A STUDY OF HISTORY) میں کہتا ہے کہ وہ سمجھ بھی اُن مظالم سے کم نہ تھے جو نازیوں نے خود بھروسے پر کئے تھے دیر یا سین میں ۹ اپریل ۱۹۴۸ء کے قبل ماں کا خاص طور اُس نے ذکر کیا ہے جس میں عرب عورتوں، بچوں اور مردوں کو بے در بیخ بوت کے گھاٹ آتا رہا۔ عرب عورتوں اور لڑکیوں کا برہنہ جلوس سترگوں پر نکالا گیا اور بھروسے پر کوئی پرداز اپنی کرلا کر جلد جگہ بے اعلان کرنے پڑے کہ ”ہم نے دیر یا سین کی عرب آبادی کے ساتھ رہا اور یہ کیا ہے اگر تم ہمیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ ہمیں یہی کچھ ہوتا ہے تو ہمایاں سے نکل جاؤ۔“ ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ کیا یہ کسی الیٰ قوم کا کام نامہ ہو سکتا ہے جس میں رعنی برادری بھی مistrافت و انسانیت موجود ہے؟

اُن حملات کے دوران میں ۱۷ اریتی خلصہ کو عین اُس وقت جب کہ اقوام متحده کی جنسیں اسرائیل فلسطین کے مسئلے پر بھر بحث کر رہی تھی، یہودی ایجنسی نے راستے کے درمیان سر ایٹیوری پر یاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا اور سب سے پہلے امریکہ اور روس نے آئے بڑھ کر اس کو تسلیم کیا۔ حالانکہ اس وقت تک اقوام متحده نے یہودیوں کو فلسطین میں اپنی قومی ریاست قائم کرنے کا مجاز نہیں کیا تھا۔ اس اعلان کے وقت تک لاکھ سے زیادہ عرب گھر سے بے گھر کئے جا چکے تھے اور اقوام متحده کی تجویز کے بالکل خلاف یروشلم (سمیت المقدس) کے آدھے سے زیادہ حصہ یہودی اسرائیل قبضہ کر چکا تھا۔ ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان ہونے کے بعد گرد پیش کی عرب ریاستوں نے بے گھر اعرب آبادی کو مار دھماڑ اور روث مار سے بجا لئے کہ لئے مداخلت کی اور ان کی تو جن فلسطینیوں میں داخل ہو گئیں۔ لیکن یہودی اُس وقت تک اتنے طاقتور ہو چکے تھے کہ یہ سب ریاستیں مل کر بھی ان کا کچھ نہ بچا سکیں۔ بلکہ جب نومبر ۱۹۴۸ء میں اقوام متحده نے جگ بندی کا فیصلہ کیا اس وقت فلسطین کے رقبے کا ۷۰ فیصد میں سے بھی کچھ زیادہ حصہ یہودیوں کے قبضے میں جا چکا تھا سوال یہ ہے کہ یہودیوں کو اتنی جنگی طاقت کس نے فراہم کی کہ دی تھی کہ پانچ عرب ریاستوں کی متحده طاقت بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اس طاقت کے فراہم کرنے میں سرواہید اور ای نظام اور اشتراکی نظام دونوں شرکیں تھے اور سب سے زیادہ ہمیشور اس جنگ کے لئے چیکو ملودا یکرے سے آئے تھے جو آج ظلم دستم کا شکار ہے۔ اقوام متحده میں بھی جو عجیں اس زمانے میں

چون میں ان کا ریکارڈ شاہر ہے کہ یہودیوں کی حمایت اور عربوں کی مخالفت میں بھرپور سرمایہ دار امن نظام اور افغانی نظام، دونوں کے علمبردار ایک دوسرے سے بازی لجانے کی توشیش کر رہے تھے اور یہ کہنا مشکل تھا کہ ان میں سے کون یہودیوں کا زیادہ حامی ہے۔

یہودی منصوبے کا تیسرا مرحلہ اس کے بعد یہودی منصوبے کا تیسرا مرحلہ شروع ہوا جو ۱۹۸۰ء سال کے اندر جوں ۷۲ء کی جنگ میں بیت المقدس اور پورے باقی ماندہ فلسطین اور پورے جزیرہ نماں سے بینا اور سرحد شام کی بالائی پہاڑیوں پر اسرائیل کے قبضے سے تمیل کو پہنچا۔ نومبر ۲۸ء میں اسرائیلی ریاست کا رقبہ ۷۹۹۲ مربع میل تھا۔ جوں ۶۲ء کی جنگ میں اس کے اندر ۲۷ مزار مربع میل کا اضافہ ہو گیا اور ۱۵۱۲ لاکھ غرب یہودیوں کے خلам بن گئے اس مرحلے میں اسرائیل کے منصوبے کی کامیابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ سب سے پڑھ کر امریکہ اس کا حامی و مددگار اور پشت پناہ بنا رہا۔ برطانیہ اور فرانس اور دوسرے مغربی حاکمیتی اپنی خدا تک اس کی تائید و حمایت کا پورا حق ادا کرتے رہے۔ روس اور اس کا مشرقی بلاک بھی کم از کم ۵۵۵ عناصر ملائیہ اس کا حامی رہا اور بعد میں اس نے اگر اپنی پالیسی بدلتی بھی تو وہ عرب ملکوں کے لئے مفید ہونے کے بجائے اسرائیل ہی کے لئے مفید ثابت ہوتی۔ ۶۵۵ میں جب عرب حاکم اس بات سے بالکل مارپس ہو گئے کہ امریکہ اور دوسرے مغربی حاکم سے ان کو اسرائیل کے مقابلے میں اپنی حفاظت کے لئے ہمچار ملکیں گے تو انھیں جو رواشن اشتراکی بلاک کی طرف رجوع کرنا پڑا اور اس بلاک کے ملکوں نے اس لائق میں ان کو تھیمار دینے شروع کئے کہ اس طرح انھیں عرب حاکم میں اشتراکیت پھیلانے اور ان کو اپنے دائرة اختر میں لانے کا موقع مل جائے گا۔ اس کے نتیجے میں یہ قوتوں ہو رکا کہ عرب حاکم اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتے، البتہ یہ ضرور ہو گیا اور عرب ملکوں میں رجوت پسندی سے میں تک اور عراق سے الجھرائٹک اپنے اثرات پھیلانے کا موقع حاصل ہو گیا اور عرب ملکوں میں رجوت پسندی اور ترقی پسندی کی شکل میں اپنی طرحی کہ اسرائیل سے منتظر کے جائے وہ آپس پر میں ایک دوسرے سے ابھر کر رہے ہیں۔

۱۹ اپریل کی اس مرتبہ اس کی اسرائیل کو ایک ارب ۴۰ کروڑ ۶ لاکھ افراد کا تاؤان دلوایا گیا اور دنیا بھر کے یہودیوں نے ۷۰ ارب ۳ لاکھ سے زیادہ چندے دے کر اس کی مالی پوزیشن مضبوط کی۔ جنگی حیثیت سے اس کو زفسری تا مفتدم اس قدر سمجھ کر دیا گیا کہ جوں ۶۲ء کی جنگ سے پہلے ہی امریکی ماہرین کا یہ اندازہ تھا کہ وہ صرف چار پانچ دن کے اندر اپنے گرد میں کی تمام عرب ریاستوں کو پیٹھے لے گا سیاسی حیثیت سے ہر موقع پر امریکہ اور اس کے ساتھی اس کے ساتھی کرتے رہے اور اپنی کی حمایت کی وجہ سے اقوام متحده اس کی پی درپی زیادتیوں کا کوئی تدارک نہ کر سکی۔ نومبر ۲۸ء سے ۷۵ عناصر اقوام متحده کے ۲۸ روز پہنچنے والے اس کے سخنپر مارچ کا تھا۔ ستمبر ۷۲ء سے نومبر ۶۲ء تک سات مرتباً اقوام متحده نے اس کے خلاف مذمت تھی قرار دادیں پاس کیں مگر اس کے کان پر جوں تک نہ ہیگی۔ اس کی سببے باکی کا اندازہ آپ اس سے کہ سکتے ہیں کہ جوں ۶۴ء کی جنگ کے بعد جب جزر ایسلی کا اجلاس شروع ہوئے والا ہواں وقت اسرائیل کے وزیر عظم یوسف اشکول نے ملی الاعلان یہ کہا تھا "اگر اقوام متحده کے ۱۲۷ ممبروں میں سے ۱۲۱ بھی فیصلہ دے دیں اور تنہا اسرائیل کا اپنا ووٹ ہیجا ہمارے حی میں وہ جائے تب بھی ہم اپنے مفتوحہ علاقوں سے نہ نکلیں گے۔" یہ سب کھا سی وجہ سے ہے کہ امریکہ اور اس کے ساتھیوں کی حمایت کے بل پر اسرائیل تمام دنیا کی رائے کو ٹھوکر پڑانے تھے اور اقوام متحده اس کے مقابلے میں قطعی بے جی امریکہ کی طبقی اسرائیل کے ساتھ لکھی طرحی ہوتی ہے اس کو جانے کے لئے آپ ذرا اُس رویتے پر ایک لگا ڈال لینے کو

جون ۱۷۶۴ کی جنگ کے موقع پر اس نے اختیار کیا تھا۔ جنگ سے ایک ہفتہ پہلے امریکی فوج کے جانب میں جسیں افغانستان کے صدر جنرل وہیلر نے صدر جاپان کو اٹھنا کر اگر اسرائیل بڑھ کر پہلے ایک کامیاب ہوائی حملہ کر دے تو پھر زیادہ سے زیادہ تین چاروں کے اندر وہ عربوں کو بدل دے جائے۔ لیکن اس روپرٹ پر بھی جاپان صاحب پوری طرح جملہ نہ پہنچ سکے اور انھوں نے سی آئی، اے کے چیف رچرڈ ہیلمس (C. H. HELMS) سے روپرٹ طلب کی۔ جب اس پر بھی وہیلر کے اندر ازوں کی قوی کروی تو جاپان جتنا نہ روس سے رجوع کر کے یہ اٹھنا حاصل کیا اکروہ عربوں کی مدد کے لئے عملاء کوئی دراخت نہ کرتے تھے۔ اس کے بعد کہیں باکر اسرائیل پر "دھی" نازل ہوتی کہاب عرب ملکوں پر حملہ کر دینے کا مناسبت موقع آگیا ہے۔ اس پر بھی امریکہ کا چھٹا بھری بیڑا اصرار اسرائیل کے سوا مل کے فریب پنی پوری طاقت کے ساتھ متعدد کھڑا تھا تاکہ بوقتہ مژرورت کام آسکے۔

اگر زیوں کی اسرائیل نوازی کا حال یہ تھا کہ ان کا ایک طیارہ برداشتی جہاز اٹھا میں اور دوسرا عدن میں ایک منشی کے ذوش پر اسرائیل کی مدد پر حرکت کرنے کے لئے تیار ہٹھا تھا۔ جنگ کے بعد ان دونوں منشی ٹائمز نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام تھا (THE HOLY WAR JUNE 67) اس کا جواب بیت المقدس پر یہودی قبضے کے بیان میں ہے اس کا عنوان رکھا گیا ہے (BACK AFTER 896 YEARS) یعنی ۸۹۶ برس کے بعد ولپی۔ ابتدی ظاہر ہے کہ ۹۶۰ سال پہلے بیت المقدس پر سے صلیبی عیسائیوں کا تنصیہ اٹھا تھا انکے یہودیوں کا۔ اس کے صاف معنی یہ ہے کہ اسرائیل کیسا تھا انگریزوں کی ہدودی میں صلیبی جزر کا کام کر رہا تھا اور اس لڑائی کو وہ صلیبی جنگوں ہی کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔

رس کی عرب دوستی کا حال بھی یہ تھا جس صحیح کو مصر کے ہوائی اڈوں پر اسرائیل کا حملہ ہونے والا تھا اسی کی راست کو رس نے صدر ناصر کو اٹھنا کر دیا تھا کہ کوئی حملہ ہونے والا نہیں ہے۔ یہ وہی ہی یقین دہانی تھی جسی سب سی ستمبر ۱۹۷۳ میں ہمکو کرانی گئی تھی کہ ہندوستان میں الاقوامی صرحد پارنے کرے گا! عربوں کے ساتھ وہ میں کے روایتے پر یہ کو صلاویکہ ایک ڈبلو میٹ کا یہ تبصرہ بڑا سبق آموز ہے کہ "ایک بڑی طاقت جب تھا راستہ چھوڑتی ہے تو وہ تم کو پر اشوٹ کے بغیر ہوائی جہاز سے گردیتی ہے۔"

یہ ہیں وہ اسباب جن کی وجہ سے یہودیوں کا تیسرا منصوبہ بھی کامیاب ہو گیا اور بیت المقدس کیست پورا فلسطین جزیرہ نمائی بیدا سمیت ان کے ہاتھ آ گیا۔

یہودیوں کا جو تھا منصوبہ اب درحقیقت جس حیز سے دنیا سے اسلام کو سابقہ درپیش ہے وہ یہودیوں کا چڑھا اور آخری باقاعدہ ایک سیکھ کو مذاہب کام کرنے ہے ہیں۔

اس منصوبے کے اہم ترین اہم اڑاؤ ہیں۔ ایک بزرگ سمجھا تھا اور قبستہ صخرہ کو ڈھا کر ہیکل سیدھا نیچھے تعمیر کیا جائے۔ کیونکہ اس کی تعمیر ان دونوں مقامات مقدسہ کو ڈھا کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ کہ اس پر سے علاقے پر قبضہ کیا جائے جسے اسرائیل اپنی میراث بھکھلتے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس منصوبے کے ان دونوں اجزاء کو ہر مسلمان اپنی طرح بھکھلتے۔

جہاں تک پہلے جزر کا تعلق ہے اسرائیل اسے عملی جامہ پہنائے پر اُسی وقت قادر ہو چکا تھا جب بیت المقدس پر اس کا قبضہ ہوا تھا۔ لیکن دو دوچھے سے وہ اب تک اس کا میں تامل کرتا رہا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اسے اور اسکے سرپرست امریکہ کو دیسانے اسلام کے شدید رہنمی کا اندیشہ ہے۔ دوسرے یہ کہ خود یہودیوں کے اندر نہ ہجی بیاند پر اس مسئلے میں اختلاف

لے۔ اس نقطہ درج نکلے ہیں۔ مشاہدین بھی اپنے اولیاً پر "دھی" کیا کرتے ہیں۔

بہر پاہے۔ ان کے ایک گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ میکل کی تعمیر و سُرخ ہی اُگر کرے گا۔ جب تک وہ نہ آجائے ہمیں انتظار کرننا چاہیے۔ یہ ان کے قدامت پسند گروہ کا خیال ہے۔ دوسرا گروہ جو حادث پسند ہے اور جس کے ہاتھ میں دراصل اس وقت اسرائیل کے اقتدار کی بائیں ہیں، کہنا ہے کہ قدم بیت المقدس اور دیوارِ حجہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد ہم دوسری جماعت (MESSIANIC ERA) میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہی بات یہودی فرج کے چیف رہبیت کے تواریخ میں نے کہ اس روز کہہ دی تھی جب بیت المقدس کی فتح کے بعد وہ دلوارِ گربہ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے الفاظ تھے کہ ”آج ہم ملت ہمود کے لئے دوسرے محلی میں داخل ہو رہے ہیں۔“ ابھی دو دو جوہ مسجدِ اقصیٰ کو یہی نخت دعا دیتے ہے کہ بجا ہے تمہد کے طور پر اس کو اُگ رکھا تھا یہی تھے تاکہ ایک طرف دنیا سے اسلام کا رد عمل دیکھ دیا جائے اور دوسری طرف یہودی قوم کو اُخڑی کا رواںی۔ کہ یہی بت سمجھ تیار کیا جائے۔

دوسرا جزو اس منصوبے کا ہے کہ ”میراث کے ملک پر قبضہ کیا جائے۔“ یہ میراث کا ملک کیا ہے؟ اسرائیل کی پارلیمنٹ کی پیشہ فرید الفاظ لکھنے ہیں:-

ملے اسرائیل، یہی سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں۔

دنیا میں سرف ایک اسرائیل یہی اسلامک ہے جس نے ہلم حکماء سرمی توہوں کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ دیں اپنی پارلیمنٹ کی عمارت پر ثبت کر دھکا ہے۔ کسی دوسرے ملک نے اس طرح عالمیہ اپنی حادثت کے ارادوں کا اظہار نہیں کیا ہے۔ اس منصوبے کی جو تفصیل یہودی تحریک کے شائع کردہ نقشہ میں دی گئی ہے اس کی رو سے اسرائیل جن علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اس دریا سے تمل تک مصر، پورا اُردن، پورا اشام، پورا لبنان، عراق کا بڑا حصہ ٹھر کی کا جو نبی علاؤ الدین اور حبیب نحیم کر سنبھی گئے مدینہ منورہ تک جماز کا پورا بالائی علاقہ شامل ہے۔ اگر دیکھ جو اسی طرح کمزور ہی جسی اُرچ ہے اور خدا نجوا استہ دنیا سے اسلام کا رد عمل ہی مسجدِ اقصیٰ کی آتش زدگی پر کچھ زیادہ موثر ثابت نہ ہو سکا تو پھر خالی پڑھنے پڑے گا جب یہ دشمنان اسلام اپنے نایاب ارادوں کو پورا کرنے کے لئے پیش قدمی کر دیجیں گے۔

پس چہ باید کر دیں؟

حضرات، اتنی تصوریں ہیں۔ اس لئے بیان کی ہے کہ پیش نظر مسئلے کی پوری نوعیت ازالت اور اہمیت اسے حاصل ہے کہ اسی طبقے سے بڑے جو مکار کے ارتکاب سے بھی باز نہیں رہ سکتا۔

اویں یہ کہ یہودی آج تک اپنے منصوبوں میں اس بنا پر کامیاب ہوتے رہے ہیں کہ دنیا کی بڑی طاقتیں ان کی حاجی و مددگار بھی رہی ہیں اور ان کی اس روشنیں میں آئندہ بھی کسی غیر کے امکانات نظر نہیں آتے خصوصاً امریکہ کی پشت پناہی جب تک اسے حاصل ہے کہ اسی طبقے سے بڑے جو مکار کے ارتکاب سے بھی باز نہیں رہ سکتا۔

وہ اسرائیل کے کوئی امید و ابتدہ کرنا بالکل غلط ہے۔ وہ اسرائیل کا ہاتھ پکڑنے کے لئے قطعاً کوئی

سلہ و اسلحہ کہ مسلمان اور عیسائی تو حضرت علیہ السلام کو سُرخ اونٹ ہیں مگر یہودی ان کا انکار کرتے ہیں اور وہ ابھی تک سُرخ معنوں
کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کا سُرخ موعد ہی ہے جسے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُرخ دجال قرار دیا ہے ملکہ جس طرح ہماری فرج کے ساتھ پیش ادا ہوتے ہیں اسی طرح یہودی فرج کے ساتھ رہبیت ہوتے ہیں اور ان کے چیف رہبیت کو اسرائیلی فرج میں برگیٹر یہ جزوں کا نیک حاصل ہے۔

خطرہ مول نہ لے گا۔ زیادہ سے زیادہ آپ اس سے تھیمارے ملکے ہیں اور وہ بھی اس مشرط کے ساتھ کہ اشتراکیت کا تواریخ اپنی کردار میں ڈالیں اور اسلام کو دلیں نکالا دے دیں۔ سوم یہ کہ اقام متحداہ ریزولوشن پاس کرنے سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتی۔ اس میں یہ دم خم نہیں ہے کہ اسرائیل کو کسی حرب از اقدام سے روک سکتے۔ چہارم یہ کہ عرب ممالک کی طاقت اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لئے قطعی ناکافی ہے۔ پچھلے ۲۲ سال کے تجرباً نے یہ بات پر ایجاد ثابت کر دی ہے۔

ان حقوق کے سامنے آجائے کے بعد صرف مسجد اقصیٰ، بلکہ مدینہ منورہ کو بھی آنسے والے خطرات سے جانے کی صرف ایک بھی حمورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی طاقت اس بیوہدی خطرے کا مقابلہ کرنے اور اسلام کے مقامات مقدسہ کو مستقل طور پر حفاظ کر دیتے کے لئے جمع کی جائے۔ اب تک یہ ملطی کی وجہ ہے کہ فلسطین کے مسئلے کو ایک عرب مسئلہ بن لائے رکھا گیا۔ دنیا کے مسلمان ایک ملت سے کہتے رہے ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا مسئلہ ہے مگر بعض عرب لیڈروں کو اسی پر اصرار رکھنے نہیں، یہ حصہ ایک عرب مسئلہ ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ اب مسجد اقصیٰ کے ساتھ سے ان کی آنکھیں بھی ہٹلی ہیں اہم ان کی تھیں یہیں یہ بات الگی ہے کہ صہیونیت کی عظمی بین الاقوامی سازش کا مقابلہ بڑھ کر دنیا کی بڑی طاقتیں کی پوری تاریخ دو حماہت بھی اس کو حاصل ہے، تباہ اعلوب کے بیان کاروبار نہیں ہے۔ دنیا میں انگریز ایک تر ۴۰ لاکھ بیوہدی ایک طاقت ہیں تو ۷۰، ۵۰ کروڑ مسلمان بھی ایک طاقت ہیں اور ان کی ۳۰، ۳۵ ملکوں میں اس وقت انڈو ہندو شیا سے مراؤ اور مغربی افریقی تک ہو جوں ہیں۔ ان سبکے سربراہ انگریز ڈرگز بڑھیں اور رومے زمین کے ہر گوشے میں پیشے والے مسلمان ان کی پشت پر جان و مال کی بازی لگا دینے کے لئے تیار ہو جائیں تو اس مسئلے کو حل کر لینا انتشار اللہ کھڑکی زیادہ مغل نہ ہو گا۔

اس مسئلے میں جو عالمی کافر اپنی بھی ہو اس کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لئی چلہ یہی کامل مسئلہ حصہ مسجد اقصیٰ کی حفاظ کا نہیں ہے۔ مسجد اقصیٰ حفظ نہیں ہو سکتی جب تک بیت المقدس بیوہدیوں کے قبضے میں ہے اور خود بیت المقدس بھی حفظ نہیں ہو سکتا جب تک فلسطین پر بیوہدی قابض ہیں۔ اس لئے اصل مسئلہ فلسطین کو بیوہدیوں کے غاصبانہ سلطنت سے آزاد کرانے کا ہے اور اس کا سیدھا اور صاف حل یہ ہے کہ اعلان بالغور سے پہلے جو بیوہدی فلسطین میں آباد تھے صرف وہی دہان رہنے کا حق رکھتے ہیں۔ باقی جتنے بیوہدی ۱۹۱۷ء کے بعد سے اب تک وہاں باہر سے آئے اور اسے گئے ہیں انھیں واپس جانا چاہیے۔ ان لوگوں نے سازش اور جبر و ظلم کے ذریعے سے ایک دوسری قوم کے وطن کو زبردستی اپنی قومی وطن بنا یا پھر اسے قومی ریاست میں تبدیل کیا اور اس کے بعد تو سعی کے جارحانہ منصوبے بنانکر اس پاس کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا نہ صرف عملًا ایک نہ ختم ہوتے والا مسلسلہ شروع کر دیا بلکہ اپنی پارہمنٹ کی پیشانی پر علائمیہ یہ لکھ دیا کہ اس ملک کو وہ اپنی اس جارحیت کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ اسی ایک ھکلی ھکلی جارح ریاست کا وجود بھائے خود ایک سجرم اور زمین الاقوامی امن کے لئے خلدو ہے اور عالم اسلامی کے لئے اس بھی بڑھ کر وہ اس بناء پر خطرہ ہے کہ ان جارحانہ ارادوں کا بذوق مسلمانوں کے مقامات مقدسہ ہیں۔ اب اس ریاست کا وجود برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اس کو ختم ہونا چاہیے۔ فلسطین کے اصل باشندوں کی ایکس گہری ریاست بننی چاہیے جن ملکے پر اسے بیوہدی باشندوں کو بھی عرب مسلمانوں اور عیادیوں کی طرح شہری حقوق حاصل ہوں اور باہر سے آئے ہوئے ان غاصبوں کو نکل جانا چاہیے جو زبردستی اس ملک کو قومی وطن اور بھرتوی ریاست بنانے کے مرکب ہوتے ہیں۔

اس کے سوا مالمطین کے مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے۔ وہ امر کہ جو اپنا ضمیر ہو دیوں کے باقاعدہ من رکھ کر اور تما اخلاقی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر ان غاصبوں کی حمایت کر رہا ہے۔ تو اب وقت آگئا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اس کو صاف حفاظت خبردار کر دیں کہ اس کی بیرونی روشن اگر اسی طرح حارہی تو رہے تو زمین پر ایک سلطان بھی وہ ایسا نہیں پائی جائے جس کے دل میں اس کے لئے کوئی ادنیٰ درجے کا بھی جذبہ خیر سکالی باتی رہ جائے۔ اب وہ خود فیصلہ کر لے کر لے یہودیوں کی حمایت میں کہاں تک جاتا ہے۔

لعلہ

جن کی آپ تابت دلچسپی ہے

اُنوار دے۔ (سلم)

صدقہ

تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت سکرا دینا بھی صدقہ ہے
(حدیث)

خوش خلقی

ایمان کے بعد بڑی عقل مندی لوگوں کے ساتھ محبت
اور مہربانی سے بیش آتا ہے (حدیث)

گرگی بات

بھی بات کہنا اور درگذر کرنا ایسی نیزات سے بہتر ہے
جس کے بعد آزاد ہونگا یا جائے۔ (البقرہ: ۲۲۲)

پروسی کا درجہ کش

خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا جس کا پڑی دسی اسکی
تلیفیوں سے محفوظ نہ رہے۔
(حدیث)

کیا یہی وہ زمانہ نہیں ہے؟

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آتے گا جس میں آدمی اس بات
کی پرداہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال کیا ہے وہ حلال ہے
یا حرام۔ (بحاری)

زکوٰۃ کی اہمیت کو سمجھو

جن ماں سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے اور اسی میں ملی جسلي
رسے تو وہ ماں کو تباہ کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

اللہ کے راستے میں خرچ کرو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو میرے محتاج بندہوں اور دین
کا کام آئے گے ٹھہرانے والوں پر خرچ کر کے گا تو میں بھسپر
خرچ کرنے گا۔ (سلم)

قرض کے معاملے میں ترقی

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت
کے دن کے علم اور مخفی سے بچانے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست
قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا پرجہا اس کے اوپر سے

منظور عالم صدیقی

اللہ کے شیر ون کو.....

گزند میری جانب سے نہیں پہنچ گا۔ بلا خوف صحیح
بناوے۔!

”اچھا تو اب سینے اسے امیر المؤمنین۔“ وہ
شخص جو دنیا پر فریفتہ ہے اور جس کی وجہ سے اہل حق کو
ان کا حق نہیں مل رہا ہے اور جس کے سبب خدا کی سر
زمیں شر و فساد اور نا انسانی و بے ایمانی سے بھر گئی ہے
اور جس کی لاپرواٹی سے برائیاں ہر طرف عالم ہو گئی ہیں
وہ آپ ہیں۔ آپ۔“

مشعور (حیرت سے)۔“ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں نیا
پرستی میں بنتا ہو جاؤں جب کہ تم ذر کے خزانے پرے
پا چکوں ہیں اور سیاہ سفید کا مالک ہوں؟“

”کیا آپ کے پڑھ کر بھی کوئی ہو سس دنیا میں بنتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بندوں کی جان دمال کا حافظ نظر
پا سیاں ہایا تھا لیکن آپ نے ان کے معاملات سے
بے قریبی بر قی اور صرف مال جمع کرنے میں مصروف ہیں۔
آپ نے اپنے اور ان کے درمیان ایک پروردہ حامل کر دکھا
ہے کہ ان کی رسائی آپ تک نہ ہو سکے۔ آپ نے مسلحوں کا
اپنے محل کے دروازے پر تعین کر دیئے ہیں اور خود کو محل
کے اندر رہ پڑھوں کر رکھا ہے تو کوئی اور صدقات کی دھون
یا بی کے لئے اپنے کارندے پنجھ رکھے ہیں اور اپنے پاس

مشعور جو اسی خلیفہ منصور خان کے بعد کا طوات کر رہا
تھا اسے خوس ہوا کہ تریب ہی کوئی درجہ ہے منصور
اس آواز کی طرف متوجہ ہوا۔ دیکھا کر ایک آدمی نامہ کے بعد
کی دلیل اس سے چھٹا لکھڑا ہے اور درد بھری آواز میں کہہ
رہا ہے۔

”اے خدا! میں تھوڑے شکوہ کر رہا ہوں کہ
تیری سر زمین طلم و فساد کی آما جگاہ بن گئی ہے۔ میں و
سکون خفا ہو گیا ہے اور حق دار کو اس کے حق سے محروم
کیا جا رہا ہے۔“

خلیفہ منصور نے سنا اور اس کا دل لرزتا تھا۔ میں
ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا اور اس شخص کو بلانے کیتے
قصاص بھیجا۔ اس شخص نے دور کو دن شماز ادا کی اور حسیر
اسودہ گو بوسہ دے کر منصور کے پاس آیا۔

خلیفہ منصور (اے حق طلبگار کے)۔“ وہ
کیا طلم و فساد کا شکوہ ہے جو تم ابھی کر رہے ہے تھے اور
یہ کہ حق داروں کو ان کا حق نہیں مل رہا ہے!!“

”امیر المؤمنین! اگر آپ جان حکی کا وعدہ
فریائیں تو عرض کروں گا۔ ورنہ نہیں۔ کیونکہ مجھے بھی اپنی
جان پر ساری ہے۔“ اجنبی نے جواب دیا۔

مشعور۔“ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تھیں کوئی

بن کر آتی ہے تو اسے آپ شکر پہنچنے سے روک دیا جاتا ہے اور آپ کی طرف کے یہ چاپ ملتا ہے کہ جاؤ۔ میر نے لمح مفرود کر دیتے ہیں اور اپنے مقام کو ان کے سامنے بیان کرو۔ لیکن جب وہ تجویں کے پاس جا کر اپنا ذکھر ارتبا ہے تو یہ بدنہاد حاشیہ نہیں جھوک کھجور کرتے ہیں کہ آپ تک اس کے ظلم کی رواد نہیں ہے ہیں۔ وہے چارہ مظلوم درد کی ٹھوک کرنے کھاتا ہے۔ بھی یہاں آتا ہے کبھی وہاں جاتا ہے۔ عدالت کا دروازہ ٹھکھتا تا ہے لیکن دھک کھاتا ہے۔ لاچار ہو رہا آپ کے پاس آتا ہے جب کہ آپ سیر و تفریح کو جانتے ہوتے ہیں اور اس وقت وہ حقیقی تجویز کرنی مظاہریت یا ان کرتا ہے جس کا کوئی نیت ہا کسکے سوا جان نہیں ہے تو آپ یعنی پیکار بھی جرم ٹھہری ہے اور اس کی پاداش میں کسے دردناک دروغ تک سزا ملتی ہے۔ اگر طبع کوئے برستے ہیں اور یہ سزا درد کے لئے سماں بھرت بھتی ہے۔ پھر دصروری کو حجاج دفری کی بھی جرأت نہیں رہتی ملے امیر المؤمنین! یہ سب کھو ہوتا ہے اور آپ کی لگا ہوں کے سامنے ہوتا ہے اور آپ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اب بتائیے، اسلام کا برقی کیونکہ

ہے؟؟ آپ اجازت دیں تو میں ایک داعش ناگوں۔ چھوٹا سا و قدر ہے۔ میں ایک سرتیہ چین کے سفر پر تھا، معاوم ہوا کہ یاں کا بادشاہ بھرہ ہو گیا۔ بادشاہ اس پر بہت روایا۔ اس کے درباریوں نے اسے دلا ساد یا دو صبر کی تلقین کی۔

بادشاہ نے کہا۔ میں اس مصیبت پر نہیں رو رہا ہوں جو محظی ہیں اگر یہ بلکہ مجھے ختم ھٹکتے جاوے ہے کہ اب اگر کون مظلوم فسادی بن کر قتل کھا تو میں کیسے اس کی فریاد سنیں گا اور اس کی مصیبت کو کیسے درد کروں گا پچھلے دیر تو قلب کے بعد بادشاہ نے خود ہو، کہا۔ اچھا! میری آنکھیں تو مجھ دلما مرتی ہیں۔ جاؤ تم لوگ اعلان کر ادد کہ صرف مظلوم شخص ہی سُچ بساں پہنچ اور اس کے بعد بادشاہ نے نکالنا تھا اور اس طرح فریادی کی زیاد استھانا۔

لوگوں کو آنے سے منع کر رکھا ہے صرف چن مخصوص لوگ اس نہ سُتشی ہیں۔ ہر طرف ظلم ہو رہا ہے۔ لیکن کسی کو فریاد کی اجازت نہیں۔ لوگ ہموئے اور نہیں لیکن بیت المال میں ان کا کوئی حق نہیں۔ حالانکہ بیت المال تو انہیں کا حق ہے۔ اجنبی میں بھر کر کا پھر گویا ہوا۔

آپ کے مخصوص لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ قلعے میں حصور ہیں اور آپ کے کارندون کو صدقافت کی وصولی یا بیان کے لئے سچ دیا ہے۔ نہ کسی کو آپ تاک آنے کی اجازت ہے مفرید کرنے کی۔ بس پھر کا انداخنون نے موقع غیمت جانا اور سوچا کہ جب ہمارا امیر اللہ سے کیسے ہو گے ہمدویں یا ان کو تذریز رہا ہے تو ہم کیوں نہ توڑیں۔ انھیں نے آپ میں ملی بھگت کر لی اور یہ ملے کر لیا کہ آپ تک عوام کی اوپری باشیں پہنچیں جسے وہ چاہیں۔ کسی ایماند اور افسر کو آپ تفریح کرنے ہیں تو اسے یہ اپنی راہ کا دروازہ بھتی ہے اور اس کے بارے میں آپ کو خالہ نملہ خبریں پہنچایا گرتے ہیں۔ حقیقت کے آپ کی نظر میں اسے خائن بناتے ہیں۔ آپ کی اس روشن اور آپ کے مخصوص لوگوں کے روتے کے بارے میں عوام کو علم ہوا تو لوگوں نے آپ کے ان حاشیہ نہیں کوٹھی اہمیت دی اور ان سے خوف تھا۔ نے لگے اور ان کے خر سے بچنے کے لئے انھیں رشوت دینی شروع کی۔ رہے پہلے تو آپ کے افسران نے انھیں رشوت دیجی تاکہ زان ناہمودہ برقداری پر عوام پر ظلم و جردن کھون کر رکسیں۔ پھر ایں خروش دیقدرت نے شوت دینی شروع کی تاکہ طبقہ عوام کے افراد کو خوب اچھا بنا جو لوٹ لیں۔ پھر اس کا تیجہ ہے ہملا جو ناچاہیے تھا۔ ہر ظلم و جردن نے کا خند اک نافرمان اور سرکشی عالم ہو گئی۔ لوٹ کھصور طے کا بازار گرسہ ہو گیا۔ رشوت سانچیں گئی۔ یہ لوگ آپ کے اقتدار میں شرک ہو گئے اور آپ کرپڑہ بھی نہ تسلی مکان۔ اجنبی بھر ایک شانیتے کے لئے چپ ہوا مگر فرآمی اس کا دریافت کلام پھر جاری ہو گا۔

اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ کوئی مظلوم فریادی

آپ کے اقتدار چھین لے گا اور حساب دینے کے لئے اپنے پاس بیالیکا یا۔۔۔۔۔

یہ سب سکر خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو روان ہو گئے اور وہ بری طرح بھوٹ بھوٹ کر رونے لگا۔ اس نے کہا کہ اس میں سیدا ہی نہ بیٹا ہوتا۔ آہ! میں کیا کروں۔

اچھی بولا۔ امیر المؤمنین! اب بھی ایک شکل ہے آپ کے یہاں ایسی شخصیں موجود ہیں جن سے عالم اپنے دنیوی اور دینی معاملات میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ آپ اپنی لوگوں کو اپنا مشیر بن لیتے۔ یہ آپ کی صحیح رہنمائی کریں گے۔ کوئی معاملہ دریش ہو تو ان کی طرف رجوع کیجئے۔ صحیح راء دکھلائیں گے!

خلیفہ نے جواب دیا۔ میں نے انھیں قریب لانے کی کوشش کی ہے مگر وہ مجھ سے دور ہو گئے اور میری طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے۔

اچھی بولا۔ امیر المؤمنین وہ کہے، آپ کے پاس آئیں۔ انھیں خطرہ ہے کہ آپ انھیں اپنی مرضی پر چلنے کے لئے جھوکریں گے۔ آپ اپنے محل کا دروازہ ہر فاصٹ عالم کے لئے گھولو رہے۔ یہ جماعت جو آپ نے قائم کر رکھے ہیں دور کر دیجئے۔ مظلوم کی دادرسی کیجئے۔ خالم کا باختہ مکر رہے۔ صدقات کی وصولی صحیح طریقے سے رکھئے اور ان کی صحیح تقسیم کیجئے۔ پھر میں ضمانت لیتا ہوں کہ وہ ضرور آئیں گے اور آپ کی پوری معاونت کریں گے۔ اور۔۔۔۔۔ اتنے میں مژدن نے اطلاع دی کہ جماعت کا وقت ہو چکا ہے۔ دونوں اٹھکر سماز کے لئے چلے گئے۔ سماز کے بعد مقصور نے اس شخص کو طلب کیا لیکن اس کا پتہ نہ جل سکا

دریچلی سے بذریعہ داکت سوالات کے جواب
ماشیگذاری حضرات و پیغمبر لکھا ہو الفائزیا
کا روڈ سانہ تھیں۔ صرف ملکٹ بھیج دینا
کافی نہیں ہے۔

(منیجس جعل)

یہ حال اس بادشاہ کا تھا جو تجدید پرست نہیں تھا؛ بلکہ مشرک تھا۔ اسے اپنی رہایا کے ساتھ ایسی شفقت و محبت تھی۔ اور آپ اسے کو خدا کا پرستار کہتے ہیں اور اہل بیت میں سے ہیں لیکن کیا اسے بندگاں خدا پر کئے گئے مقام کو کچھی وقع کرنے کی کوشش تھی ہے؟

اگر آپ سیم وزیر کے خزانے اور ہجرہ راست کا اہم اراضی اولاد کے لئے جمع کر رہے ہیں تو کیا آپ دیکھتے نہیں کہ پس دنیا میں خالی ہاٹھ آتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے والوں اور رشتہداروں کے دلوں میں اس کے لئے محبتِ ڈال دیتا ہے اور وہ ان سے اس کی چوری رش کر آتا ہے۔ آپ کسی کو کہا دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ یا الگ آپ مال اس نے جمع کر رہے ہیں کہ اپنے اقتدار کو مضبوط کر رہے تو کیا آپ نے بخی امیتی سے عبرت حاصل نہیں کی۔ ان کے پاس کیا نہیں تھا، مال و دولت کی کثرت تھی، فوجیں بڑی تعداد میں تھیں، جنگی اسلحہ و افراد مقدار میں تھے۔ لیکن جب ان کا نواں ہوا اور الشتر نے انھیں ہر بادگر ناچاہا تو یہ سب ان کے گیا کام آیا۔۔۔۔۔

مالگرد آپ کہیں کہ میں ان سب سے بلند تر مرتبہ کے لئے یہ سب پچھا کر رہا ہوں تو خدا کی فسم، من تک پہنچانا ہی وقت ممکن ہے جب کہ آپ اپنی موجودہ روشن بدل دیں۔ امیر المؤمنین آپ کی کوئی نافرمانی کرے تو کیسی آپ اسے قتل سے بھی بچوڑ کر کوئی سزا دے سکتے ہیں؟ نہیں اس سے بڑھ کر کیا سزا دے سکتا ہوں۔۔۔۔۔

تو پھر آپ اس بادشاہ سے کہوں نہیں ڈرستے جس نے آپ کو یہ اقتدار اختیال ہے وہ اپنے نافرمانیوں کو گھنکارا کوہنگی کا اذاب دیتا ہے۔ امیر المؤمنین۔ داد دیکھ رہا ہے کہ آپ کا دل اُس چیز پر فرضیہ ہے۔ آپ کے اعضا و جماعت کیا تکریب ہے ہیں۔ آپ کی لکاہ کیا دیکھ رہی ہے۔ آپ ہاٹھ کیا ظلم کر رہے ہیں اور آپ کے پیشہ رواہ میں ٹھہر رہے ہیں اور نیا کی حرص و طمع کیا سود مند ہو گی جب کہ وہ

تجلی کی ڈاک

جواب:-

چھانکا پیل کرنے کا تعلق ہے کسی بھی مسئلہ شرعی کامدار اس پر نہیں ہے کہ وہ کس کو اپنیل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ رہائیصالِ ثواب کا معاملہ تو یہ اہل علم نے اپنے اجتہاد سے نہیں بلکہ حدیث رسول سے پتہ چالا ہے کہ جو لوگ مر چکے ہیں انہیں زندہ حضراتِ ثواب پہنچا سکتے ہیں۔ اختلاف اہل علم کے درمیان الگ ہے تو صرف اس میں ہے کہ آیا مالی اور بدلتی دنوں مرح کی عبادتوں کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے یا صرف مالی عبادتوں کا۔ بعض دنوں کے قابل ہیں بعض ایک کے۔

شیرکیہ افعال کی جو بات آئے کہی اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص مر جکہ اگر وہ آپ کے علم میں بعض شرکیہ افعال کا مرتكب تھا تو آپ پیداً علوم سمجھئے کہ اس شخص کو مسلمانوں نے شرک قرار دے کر کہیں، دن کیلے ہے مسلمان ہی لنتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا ہے۔ اگر ہی پہنچنے ہے تو اسے ثواب پہنچانا درست نہیں۔ اور اگر دوسرا ہی شرک سے ہے تو ثواب پہنچانا جائز ہے۔ ہر شرک کی فعل اپنے ناصل کو باقاعدہ مشرک نہیں بنادیتا جیسا کہ ہر کافر ان فعل اپنے ناصل کو کافر نہیں بناتا۔ ترک نماز کو حدیث صحیح میں کفر کیا گیا ہے؟

الیصالِ ثواب کی بحث

سوال ۲۹۔ از۔ فیض الرحمن۔ محلہ بنادی۔

مارجِ مکہ کے محلہِ ٹاک میں شب برات سے سلسلے میں دینے گئے جو اپنے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن پڑھ کر مددوں پر بخشا جاسکتا ہے۔ حضور کا قبرستان عما اور مددوں کے نئے دعاء مغفرت کرنا تو حدیث سے ہے۔ یہ حضور کے مذکورہ فعل سے اہل علم نے کس طرح جواز پیدا کر لیا کہ قرآن پڑھ کر مددوں پر بخشا جاسکتا ہے۔ راتِ الحروف کو یہ بات تو اپنی نہیں تحریر ہی ہے۔ کیا اس طرح قرآن پڑھ کر بخشنے سے مددوں کے گناہ میں کسی کے امکانات ہیں جب کہ کوئی مددوہ مشرک کی افعال کا مرتكب بھی رہا ہو۔ اگر اہل علم کی بات من و عن یعنی ملجمی کر لی جائے کہ قرآن پڑھ کر الیصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے تو کیا نماز بھی الیصالِ ثواب کی خاطر پڑھی جاسکتی ہے؟ اگر قرآن مذکورہ نماز کی نیت ہی اس طرح کرے کہ "پڑھتا ہوں دو رکعت ساز فرض مجرمی باجماعت خاص اللہ کے لئے منع طرف کعبہ شریف کے تابع امام کے اے اللہ اس نماز کا ثواب مجھے اور میرے بر جم والدین اور دیگر خواشیں واقارب کو دے" تو کیا اس فرم کی الیصالِ ثواب کی خاطر پڑھی جانے والی نماز اہل علم کے نزدیک قابل قبول ہے؟

بعض اور لوگوں کی طرح آپ کا ذہن بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مر جکا اسے کسی بھی زندہ آدمی کے عمل سے کوئی فائدہ نہ پہنچا جائے۔ وہ جو بھی سزا حراپاکے گھاٹپنے اعمال کے بدلے پاٹے ٹھاکر کہ تمی اور کام بھیجا ہوا تو اب سے مفید ہو سکے۔

مگر یہ ذہن غلط ہے۔ اگر یہ بات ہون تو پھر کسی کے حق میں دعا بھی لغو ہوئی چاہیے حالانکہ آپ جانتے ہو گئے قرآن و حدیث و مأیت تلقین سے بزری ہیں اور شاز جنازہ بھی دعا ہی ہے۔ اگر اللہ تبارک و رحمہ علیکی تلقین کے طبق دعا کی حرم کے لئے مفید پڑھ سکتی ہے تو ایصال ثواب تو بدرجستہ اولیٰ مفید ہونا چاہیے۔ کیونکہ دعاء میں تو آجی صرف الفاظ پیش کرتا ہے مگر ایصال ثواب میں وہ دعا کے مراتب بعض ان اعمال کا ثواب بھی پیش کرتا ہے جو پر ثواب دینے کا عددہ اللہ نے فرمایا ہے اب یہ تو خدا کی مصلحت و حکمت ہے کہ وہ اس ثواب کو قبول فرما کر اس شخص کے حساب میں لکھ دے جسے یہ بھیجا گیا ہے یا قبول نہ فرمائے۔ اگر یہ ہوتا ہو تو بت ایضاً مقصود حاصل ہے ہی اور دوسرا صورت ہو تو نصیhan پھر بھی کچھ ہیں کیونکہ یہ ثواب خود فاعل کے حدا میں درج ہو جائے گا۔ یعنی حال دعا کا بھی ہے۔ الگوہ کسی مصلحت کی بنا پر قبول نہیں ہوئی تب بھی بندے کے حساب میں لکھدی جاتی ہے۔

البتہ ایصال ثواب کے لئے خاص خاص رسماں، آداب اور شکلیں جو لوگوں نے گھر لی ہیں وہ زدائد میں ہے ہیں۔ صحیح ترین اور بے غبار صورت یہی ہے کہ کوئی بھی نیک عمل کر کے اللہ سے سادہ طریقے پر دعا مانگ لی جائے۔ عرض کرو یا جائے کہ اس عمل کا ثواب فلاں کو بخشد بیجھے۔ لیں شرط یہ ہے کہ یہ عمل خود آپ پر فرض و واجب ہے۔

حیرا اور نکاح ثانی

سوال: از۔ راچحی۔ نام ندارد۔ عرض ہے کہ میری شادی ہر چیز ہے لیکن بیوی جن

مگر آپ دیکھتے ہیں ہیں کہ تارکین صلوٰۃ کافر نہیں قرار پاتے۔ اسی طرح قبروں سے مدد کی درخواست یا عاشر اور پارسولؐ کے نظرے میلاد کا قیام سب شرک کا ذہن افعال ہیں مگر اس کے مرتکبین اس نئے مشترک قرار نہیں پاتے کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں کبھی فہمی اور کم علمی کی بناء پر کر رہے ہیں توحید دشمن اور اسلام بیزاری کی بناء پر نہیں۔ ان کے دل و دماغ میں اللہ کے دین سے بغاوت کا قصد نہیں ہے۔ یہ بعض آیاتؐ احادیث کا صحیح مطلب بھی میں دھو کا ہلکے ہیں۔ یا بعض ایسے بزرگوں کے قول و فعل کو انھوں نے مجت مان لیا ہے جو غلط فہمی یا سہو کی بناء پر غلط افکار و اعمال کا شکار ہو چکے۔ ایسے لوگ مرنے کے تو اُنہیں سلام ہی مانا جائے گا اور مسلمانوں ہی کی طرح شاز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کے لئے الگ کوئی ایصال ثواب کر سے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ اللہ کی مرضی پر ہے کہ ثواب کو ان سے نئے قبول فرمائے یا رد کر دے۔

شاز کی جو مثال آپنے دی وہ اس لئے غلط ہے کہ شاز فخر کوئی نفل شاز نہیں وہ تو آپ کے ذمہ فرض ہے۔ اس کی مثال ایسی بھی ہے جیسے زید کے آپ پر سور ویے جانتے ہوں اور آپ یہ سور ویے اسے ادا کرتے ہو یہ فرمائیں کہ انھیں بھر کے حساب میں بھی جمع کر لیجئے۔ چہ غربات ہرگی اسی طرح یہ لغو بات ہے کہ جن اعمال کی ادائی خود آپ پر فرض یا واجب ہے، ان کا ثواب آپ کسی اور کو نہیں۔ اتنا ثواب تو آپ ہی کے حق میں اسی طرح تمام ہو گیا جس طرح سور ویے زید کے قریب میں پورے ہو گئے۔

اُن شاز نفل ہو تو فراغت کے بعد آپ دعا کر سکتے ہیں کہ اسے اللہ اس کا ثواب فلاں کو عطا کر دیجئے۔ تلاوت قرآن نفل ہے۔ اس کا بھی بھی حکم ہے۔ نظر و یا مالی زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے آپ کسی کو ایصال ثواب نہیں کر سکتے۔ اپنی فرض قربانی کا ثواب کسی کو نہیں جسے سکتے۔ اسی غریب صدقہ و خیرات اور لطفی قسم بانی کا ثواب بخش سکتے ہیں۔

ملائج آپ کا اب صرف یہی ہے کہ دوسری شادی کر لیں۔ موجودہ بیوی ہر معاف نہیں کرتی نہ کرے۔ زوج کے مطابق وہ آپ سے فوراً توہروں کا مطالیہ کر ہی نہیں سکتی۔ آپ اس طلاق دین یا مر جائیں تب وہ آپ سے یا آپ کے دو شادی سے ہر رنگ سکتی ہے۔ دوسرا لکھ آپ کا بہر حال ہر معاف ہونے نہ ہونے پر مغلق نہیں ہے۔

دن بہر کے بارے میں پرسش تو آپ سے ہر حال میں ہو گی کیونکہ شروع ہی سے آپ کے قلب میں اداگی کا رادہ نہ تھا۔ بیوی انھیں معاف بھی کر دے تب بھی آپ کی بد نیتی اپنی جگہ ستم۔ معاف نہ کرے تو دو ہری مصیبت۔ مگر یہ مصیبت تو آپ سے خود ہوں گی۔ جب ہر بندھ رہا تھا اسی وقت گیوں نہ کہا کہ چالیس ہزار تو میرے خواب میں بھی نہیں آ سکتے۔ کم مقدار مقرر کرو۔ اس وقت تو میرے ہر سے سہرا بن ہوا یا اور بیوی والے میں گئے۔ اب تھم حقائق سے واسطہ میں آ رہا ہے تو ما تھ پر ترخ رہے ہیں۔ بھلہ ہم غریب اب اس کے سوا کیا مشورہ دے سکتے ہیں کہ دوسری شادی کر لیجئے۔ ہر کادھو میں آپ کی موجودہ بیوی اسی وقت کرے گی جب آپ مر جائیں گے۔ آپ کی بلا سکری رہے۔ اگر آپ اتنا دردھنے چھوڑ مر جائیے کہ جالیس ہزار اس سے وصول ہو جائیں تو وہ وصول کرے گی۔ نہ اتنا ہو تو کم ہی پر صبر کرے گی۔

عبادت اور نیت

سوال ایک: از۔ خواجه معین الدین۔ راجمندی۔
کسی شخص نے اپنی دنیا دی فائدے کی نیت سے یعنی تجارت میں لفظ ہوایا ملازمت میں ترقی ہو۔ اس غرض کو پیش نظر رکھ کر بادھا دے کی غرض سے مسجد میں یا تھہاری میں بنس ازادگی تو خدا سے تعلیمی ایسی نماز کو قبول فرمائ کر اس کا اجر بر ذری قیامت عطا فرمائیں گے یا تمہیں جواب ایک:-

دھنادے کے لئے عبادت کرنا تو سریا ہے اور ریا

زوجیت ادا کرنے سے اسی بھاری مجبور ہے۔ تین چنان آجی ہوں جو دوسری شادی نہ کروں تو گناہ میں ملوث ہوئے کاٹ رہے۔ لیکن بھلی بیوی کا دین ہر چالیس ہزار روپیہ ہے اگر تم دوسری شادی کرستے ہیں تو وہ دین ہر معاف نہیں کرنا چاہتی اور اگر شادی نہ کریں تو گناہ کا اندیشہ غالیت۔ اب میں کیا کروں۔ وین ہر کے بارے میں بھی پرسش ہو گی اور گناہ کے بارے میں کہنا ہی کیا ہے اب آپ مشورہ دین کریں کیا کروں کیا نہ کروں؟

جواب ایک:-

خوبی کی جڑ ہے کہ ہر اسلامی تعلیمات کو نظر انداز ہو کے مقرر کیا گیا۔ ہر کی مقدار ایسی ہوئی چاہیے جو مرد کی حیثیت کے لحاظ ممکن الادا ہو۔ ایک لکھ تھی مرد دو لاکھ کا ہر بندھوتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن ایک ایسا مرد جس کے لئے بظاہر ہر یہی ہزار بھی ادا کرنے ممکن نہ ہوں چالیس ہزار کے ہر بندھوتا ہے تو وہ گو یادا گئی کی ثابت ہی نہیں رکھتا۔

اسلام نے ہماری آسانی کے لئے ہر بندھ کی اجازت دی۔ یعنی فوری نقد ادا یسکی کے بغیر ہر کی رقم کو اپنے پر قرض مان کر مرد شادی کرے۔ اس آسانی کا مطلب یہ نہیں تھا کہ مرد اس قرض کو محض ایک مفروضہ اور ایک رسم سمجھ لے۔ ادا گئی کا تصویر ہی اس کے دامغ میں نہ ہو۔ ادا گئی کی نیت رکھنے والا بھی اتنی بڑی رقم کا مفسوس ہوں گا جو اس کی حیثیت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو اور ادا یسکی ناممکن نظر آتی ہو۔

اگر آپ سے سرپرستوں نے نکاح کے وقت اسلامی تعلیمات کی اسپرٹ اور مصالح کو پیش نظر رکھا ہے تو ہر اتنا ہی مفت در ہوتا جس کی ادا گئی آپ کے لئے نہ کرو نہ ہوتی۔ اس صورت میں ضرورت دوسری شادی کرتے ہوئے آپ اس نکریں نہ پڑتے کہ زوجہ اول ہر معاف کرتی ہے یا نہیں کرتی۔

قابل اصلاح بھی ہوتا ہے، اتنی سنگین سزا النصاف کے تقاضوں اور انسانی چوری کے نقطہ نظر سے بھی غلط حکوم ہوتی ہے۔

چوری ایک ایسا جرم ہے جو بعض حالات میں کسی شخص سے اُس وقت سرزد ہوتا ہے جب کہ بھائے چور کو قابل سزا بھئے کے حالات اور معاشرے کو ان کا ذمہ دار و ترار دیا جا سکتا ہے۔ قطع یہ بھی لگنیں سزا دینے کے بعد مذکورہ بالا باتوں پر غور کرنے کا سوال ہی پر انہیں ہوتا جس کی وجہ سے اسلامی فقہ و شرع کی یہ راستہ منطقی وغیر انسانی نظر آتی ہے۔

موجودہ دور میں روکے زمین پر کم و بیش ۵۹ کروڑ مسلمان بنتے ہیں اور یہ شمار آزاد اور خود محترم اسلامی ایشیاں بھی موجود ہیں لیکن کسی بھی اسلامی مملکت میں اسلامی شرع و فقہ کے مطابق اسلامی قانون نافذ نہیں ہیں۔ کیا یہ بھائیوں کے دروکے زمین پر کوئی مسلمان نہیں بنتا یا کسی اسلامی مملکت کا وجود ہی نہیں ہے؟ اور دن بھر باورگر عرب ممالک جمیل افغانیوں اور اسلام کے نام پر اسرائیل نے مساس جگگ کر سکتے ہیں تو وہ آزاد اور خود محترم ہوئے کے باوجود اسلامی مملکت میں اسلامی شرع و فقہ کے مطابق تو انہیں کیوں نافذ نہیں کر سکتے؟ وہ کوئی دوست ہیں جو ان کو ایسا کرنے سے باز رکھتی ہیں؟ کیا اس وجہ سے دنیا کے اسلامی مشریعیت و فقہ کو اپنے سے تو نہیں کتراتی کر دے جدید تقاضوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے سے خاص ہے؟

وصلہ ثبت

(۱) مسلمانوں کا قانون و راثت کیا بلکنی بر الف صاف ہے؟ اگر واقعت ہے تو ادا کی جائیداد میں پہنچنے یا پتوں کے خروج اور ثہو جانے کے قانون کو کہاں تک مبنی برحق والصفات بھائیوں کے چاروں کو ایسا قانون کی جگہ کہہ دیں ایک پوتا جب کہہ دیں ایسا قانون کو ایک پوتا

شرک کے قبیل سے ہے۔ اس پر کسی ثواب کا کیا سوال۔ قلبی باز پرس ہوئی۔

اپنے اگر کوئی شخص اس مقصد سے نفل جمادات کرتا سمجھ کر اللہ تعالیٰ اسے کار و بار میں لفظ یا ملازمت میں ترقی دے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ البته آخرت کے اجر کی توقع اسے نہیں رکھنی چاہئے کونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جو جس ارادے نے عمل کرے گا اسی کے ارادے کے مطابق اسے اجر دیا جائے گا۔ اس کا معنی وہ الفاظ قرآنی "ثواب الدنيا" ہے ہذا بات ثواب دنیا سے آگے نہیں جائے گی۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے مدفیا خاص اور حرم ہے۔ چاہے گا تو ثواب آخرت بھی کچھ نہ کچھ دیدیگا۔

اسلامی قوانین پر مبنی اعتراض

اذ۔ محمد علی کاظمی ایڈ و کیٹ (حجالۃ)

قانون

نظام قانون و نظام عدالت کے تعلق سے بنیادی نظریہ یہ ہے کہ وہ انسان ضروریات اور معاشرتی تقاضوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ قانون انسان کے لئے بنایا جاتا ہے تک انسان قانون کے لئے۔ اس لئے کہ انسانی تہذیب اور انسانی معاشرہ مسلسل تغیر پذیر و مائل ہے اور تقاوی ہے۔ وہ قانون یا وہ نظام عدالت جو آج سے چند صد یوں پہلے بنایا گیا ہو موجودہ معاشرہ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی اگر ہی نہیں ملتا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ انسانیکار ہو کر وہ انسانی تہذیب اور افراد کی ضروریات کے تقاضوں کو پورا کرے ورنہ ایسا قانون اور ایسا نظام عدالت غیر موثق ثابت ہوتا ہے۔

(۱) اسی طرح اسلامی شرع و فقہ میں تعزیری قانون بھی موجودہ حالات کے تحت قابل تقدیر ہے۔ مثلاً چوری کی شرعاً سزا قطع یاد ہے۔ چوری جیسے معولی جرم پر جو یقیناً

بیوی کو طلاق دینے سے پہلے طلاق کی وجہ بات کو رکھ
آف لا کو مبتلا تا ہے تب ہی وہ طلاق ہوتی ہے جب
کو رکھ آف لا مطہن ہوتا ہے مثلاً
کے تحت ایک ہندو اپنی بیوی کو طلاق

دینے سے پہلے اس قانون کی دعوات کو پورا کرتا ہے۔
کو رکھ آف لا کو مطہن کرنے کے بعد اس کو اجازت
پہنچ کر وہ طلاق دینے یہی وجہ ہے کہ ہندو معاشرے میں
شروع طلاق نسبتاً مسلم معاشرے کے نہ ہونے کے برائی

جواب

یہ سوالات جن ہیں سے ہر ایک اسلام کے خلاف
ایک فردي جرم کی حیثیت رکھتا ہے، تجھی کے ایک تاری
محروم عنان صادر ہے اس اصرار کے ساتھ اسال فرماتے
ہیں کہ ان کے جوابت تجھی میں ضرور دیتے جائیں۔ ان کا
کہنا ہے کہ یہ سوالات ان کے بہت ہی بے شکافت اور
دریز نہ درست جناب محمد علی کاملی یہ دوستی کے اپنے
تحریر کر دہ ہیں اور کاملی ہماحب دوستوں کی جلسہ میں بڑی
شدود دے اس خال کا انہمار فرماتے رہتے ہیں کہ اسلامی
شریعت اور اسلامی فقہ سراسر ناکام ہو چکی ہے لہذا
اس میں تبدیلیاں کی جائیں۔ کاملی ہماحب نے ملی گڑھ
یونیورسٹی میں بھی نقلیم صاحل کی ہے اور جماعت اسلامی نیویورک
سے بھی ایں۔ ایں۔ بی کی ڈگری لی ہے۔ جو یا فاضل دہ
فاضل۔ اب وہ حالانہ کو رکھ میں پر ملکیں کرتے ہیں اور
دوستوں کی خلفیوں میں اپنے ترقی پسندانہ خیالات کا انہما
واعلان ان کا پسندیدہ مشغله ہے۔

ان سوالات پر کچھ جو من کرنے سے پہلے ہمیں تحقیقیں
ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے محترم کاملی صاحبکے یا
مسلمان ہیں یا غیر مسلم؟
آپ ہمیں کچھ کہ جن شخص کا نام ہی محدث علی ہے اسکے
غیر مسلم ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہم کہیں کہ کے

اپنے باپ کی وفات کے بعد ادا ایک جائز دیس دتازن
نمانتنگی
دادا کے ترکے میں حکمہ پاتا ہے۔

طلاق

(۳) انخطاط پذیر ہندوستانی مسلم معاشرے میں جہاں
اغلانی قدر رول اور اخلاقی کردار کا فقدان ہے اسلامی
شریعت کا قانون طلاق کہاں تک مسلمانوں کے اندوایجی
تفاضلوں کو پورا کرنا ہے اور زن و شوہر کے باہمی تعلقات
کو خوشگوار، مغببوط اور مثالی بنانے میں مدد و معاون ثابت
ہوتا ہے جب کہ ایک مسلمان شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے
میں اتنا ہی آزاد ہے جتنا تراز جاہلیت کے دور میں کوئی
شخص ایک عورت سے جنسی تعلقات قائم کر کے مقطوع کرنے
میں آزاد تھا۔

اسلامی شریعت کی رو سے ایک شخص جوں لفظ طلاق
کو تین مرتبہ دہرا لئے پر اپنی منکو حصہ بیوی سے چھٹکا را
پا سکتا ہے۔ اسکو اپنی بیوی کو طلاق دینے کے فعل سے روکنے لئے سواتے
احسناتی تعمیحتوں کے کوئی قانونی بندش اسلامی قانون
میں موجود نہیں ہے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر
یہ طریقہ کارروائی ہے کہ جب کوئی مسلمان شوہر اپنی
بیوی کو طلاق دیتا ہے تو بزرگان خاندان یا بزرگاں میں جملہ
یا چند ٹھیکیں اور ان مذہب اس کے اُس فصل کی مذمت
کرتے ہوئے اسے اپنی طلاق رشتہ بیوی کو دوبارہ اپنائیں
کی تلقین و تصحیح کرتے ہیں آیا ایسا طریقہ کارکسی ظم اور
جدید معاشرے میں کس حد تک قابل عمل قرار دیا جاسکتے ہیں؟
اس کے ملی المغم موجودہ زمانے میں روئے زمین پر
ازدواجی تعلقات کے متعلق کوئی بھی ایسا قانون نہیں ہے
جو ایک عورت کو بالکلیہ طور پر مرد کے رحم و کرم پر چھوڑ
دے۔ تمام تہذیب یا فتحہ ممالک میں شوہر بیوی کو طلاق
دینے سے پہلے اُن تمام قانونی مرافق کو طے کرتا ہے تو وہ لے
کے قانون رونگی وقت کے تحت ضروری ہیں۔ شوہر

مان سکتا ہے کہ فقط اس نے کلمی صاحب ہو من وسلم ہیں
کہ ان کا اسم گرامی محمد علی ہے۔

مغرب زدودوں کی عام عادت کے مطابق شاید کلمی
صاحب بھی یہاں فوراً یطعنہ دیں کہ کولوی یوگ جھٹ
کفر کا فتوحی دار و دستے ہیں اور علمی جواب آنے بن ہیں پاتا۔
اس طعنے کے سلسلے میں یہم صفائی سے عرض کر دیں کہ
ہمارا مقصود انہیں کافر تراویدیا نہیں بلکہ نفس بحث کو
معقولیت کی رواہ پر چلانے کے لئے ان کی پوزیشن تعین کرنی
مقصود ہے۔ ھلکی بات ہے کہ سائل اگر بیانی صاحب اصول عقائد
میں یہم مستحق ہوتا تو یہ بات معموقوں ہر سکتی ہے کہ اس سے
فروعات و جزئیات میں گفتگو کی جاسکے لیکن اگر وہ اساسی
اصول و عقائد ہیں تو ہم سے اختلاف رکھتا ہو تو فروعات
میں بحث کیا معنی۔ ایک غیر مسلم سے ہماری گفتگو اس سات
پر ہو گی۔ تو حجہ و رسالت پر ہو گی۔ قرآن کے کلام الہی
ہونے نہ ہونے پر ہو گی نہ کہ پہنچ لائی کسی فرع یا تفصیری
تو این کی کسی دفعہ یا ناقہ کے کسی جزئی پر۔ جو روایت اسرا
یا پوستے کی دراثت یا طریقہ طلاق ہیں سے کوئی بھی مسئلہ
اس سیاست میں شامل نہیں۔ پھر حالانکہ کسی لیے بزرگوں
سے بحث کیا اور کیوں ہو سکتی ہے جو صورت سے قرآن ہی
کی صداقت و حقائقیت پر مسان نہ رکھتے ہوں اور رسول
کی تعلیمات و پیدائیات سے انہیں کوئی سروکار نہ ہو۔ محترم
کلمی صاحب اگر اپنے ترقی پسند اذیقات کے سلسلے میں
واعی سمجھدے ہیں تو انہیں سب سے پہلے خود اپنے دل دماغ
کی گہرائیوں کا جائزہ لے کر یہ طے کر لینا چاہیے کہ قرآن
جس کتاب کا نام ہے وہ حقیقت "کلام الہی" ہے جو یا نہیں
اور محمد جسی کو کہتے ہیں وہ سچ مجھ خدا کی آخری اور برحق
پینا۔ پھر بھی بھی یا یہ سب یوں ہیں ہیں۔

اگر اس جائزے کے تینجے میں وہ دیانت داری کے
ساتھ یہ صورت کہ قرآن و سنت پر غیر مشروط ایمان
رکھنا ان کے بس سے باہر ہے تب تو انہیں سلامی شریعت

نام سے کچھ نہیں ہوتا۔ پھر خونگ کا پانی بوتل میں بھر کر
آپ اس پر ماں اللہ کا بیبل لگادیں تو یہ بیبل اسے ماں اللہ
نہیں بنادے گا۔ اسلام کوئی مخللی مذہب نہیں کہ ہر حال
میں چیکا ہی رہے۔ وہ تو اس بنیادی عقیدے کا نام ہے کہ
قرآن اللہ کا کلام ہے اور حجہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے اخري
رسول۔ اس اساسی عقیدے سے ذہنی اخلاق اُدمی کو
یک قسم دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے خواہ وہ گلا پھاڑ
پھاڑ کر اپنے آپ کو مسلمان کہتا رہے۔ سوالات میں جو
ذہن کا فرض رہا ہے وہ تو ہم نکے پکارے کہہ رہا ہے کہ مجھے
کوئی دیسی ایمان و اسلام سے نہیں ہے۔ اگر بات فتحی ہریت
کی ہوتی تو خیال کیا جا سکتا تھا کہ کالمی صاحب صرف تھہار
سے خفا ہیں مگر یہاں تو بات براہ راست ان قوانین
کی ہے جنہیں خود پاری تعالیٰ نے بندوں کے لئے حرفاً خر
قرار دیا ہے اور انہیں پوری صراحة کے ساتھ قرآن میں
نازال فرمایا ہے۔ والش اسریق و المسااریق فاتحہ فاتحہ
آئیں یکھمما اجزٰ اُغْرِیبَمَا كَسْبَتَا كَمَا لَهُ مِنَ الدُّنْدُلَةِ کسی
فقیر یا محترم کا قول نہیں، اللہ کا رشاد ہے۔ جو شخص اللہ کے
صریح و حکم قانون کو پوری بے تکلفی سے غیر منطقی وغیر انسانی
اوغیر عادلانہ کہہ رہا ہے، لہاہر ہے کہ یا تو وہ خدا کو مانتا ہی
نہیں یا پھر ایسے خدا کو مانتا ہے جو مسلط سے کو رہا، ایسا نیت
سے بے خبر اور عدل سے عاری ہے۔ قانون و راثت یا طلاق
کے کسی خاص فتحی جزئی پر کالمی صاحب معتبر ہوتے تو
تادیل کی جا سکتی تھی کہ وہ اللہ سے نہیں بلکہ علماء و فقہاء سے اختلاف
کر رہے ہیں لیکن وہ تو صریح طور پر ان آیات الہیہ کو ناکارہ
غیر منصفانہ اور فاسد ٹھیکارہ ہے ہیں تھیں خود اللہ نے اہلی یمان
کے لئے قانون کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ وہ راثت اور طلاق
دونوں ہی کے احکام مشرح و بسط کے ساتھ قرآن میں موجود
ہیں۔ اہذا کالمی صاحب کے معتبر مذاہذ فرمودات کا بہت براہ
راست خدا ہی نہتا ہے۔ پھر بھی کیا کوئی صاحب عقل یا
ملہ چرچا ہے مرد ہی یا عورت ان کے باطن کاٹ دو۔ یہ جزو ہے ان
کی کمالی کی سزا ہے اللہ کی طرز کے عربناک۔ (المائدہ ۳۸)

تفصیل نہیں کر سکتا کہ بعض قوانین اس کی درود و عقل قبول نہیں کر رہی ہے۔

یہاں جو چاہتے ہیں کہ حنفی آیات قرآنی پر بھی کامی صاحب کو وجود دلادیں۔ ان کے اعتراضات کی بنیاد عقل و تحقیق پر نہیں دسواس پر ہے اور دسواس کا علاج دلیل مونظر سے نہیں تذکیرہ سے ملکی ہو سکتا ہے۔ والتر ولی المتفقین۔

سورہ فارس کے بیسوں روکوں میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
لَا يَعْلَمُ الَّذِينَ آتَهُمُوا اے ایمان والواہیان لا و الا اللہ
آتَهُمُوا يَا لِلَّهِ وَدُسُولُهُ براور اس کے رسول پڑا دراس
وَأَنْكَبَ اللَّهُدِ تَزَلُّ کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول
عَلَى رَسُولِهِ۔ پر انواری ہے۔

دیکھیجئے خطاب افقار سے نہیں مومنین ہی ہستے ہے۔ مگر بھرپور کہا جا رہا ہے کہ ایمان لا اور یہ ٹھیک ایسا ہی ہے جیسا ہم نے عرض کیا کہ نام اور قویت کے لحاظ سے بیشک ہمارے کامی صاحب مومن ہی سمجھیں جوں طرز فکر اور ذہنیت کا صدور ان سے ہو رہا ہے وہ ایمان کے منافی ہے لہذا ان کے اعتراضات پر گفتگو کرنے سے پہلے کی عرض کرنا زیادہ مناسب ہو گا کہ وہ ظاہری دعوہ ایمان کے ساتھ دلی ایمان پر بھی وجہ دیں۔ یا پھر صاف صاف کہدیں کہیں ان عنوان میں مومن نہیں ہوں کہ خدا کی کتاب کے ہر ہر جزا وہی آیت پر بر طالیقین کروں۔

اس آیت کی تفہیم نہیں تمام ہی مفترض ہے جو کہ لکھلے اس میں یہ بات تذکرہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس آیت میں جو مومنین سے خطاب کیا گیا ہے وہ وہ ہیں جو ظاہر اور ایں ایمان کے دائے میں آجھے تکن زہنی طور پر وہ کتاب اللہ کی ہر سر آیت پر بیکن نہیں رکھتے۔ اسے لوگ حقيقة مومن نہیں ہیں کیونکہ بعض آیات پر بیکن رکھتے اور بعض کے آرے میں تذبذب اور شک کا شکار ہونے والوں کی حیثیت ان کا فسر ووں ہیں جیسی ہے جو تمام آیات اہمی کے ملکر ہیں۔ خود

کے بعض اجزاء و عنصر کے خلاف زبان کھوئے کے بجائے سیدھے لفظوں میں یہ کہدیتا چاہیے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف ہماری عقل اور ہماری صواب دیتے ہیں۔ آیات و احادیث کو کوئی فیصلہ کن مقام احتفل نہیں ہے۔

اور اگر وہ یہ محسوس کریں کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اخوت ان کے سے جمکن نہیں تو پھر اتفاقی اپنی وجہہ روشن چھوڑ کر وہ روشن اختیار کرنی چاہیے جو ایں قوم کے شایان شان ہو۔ اب قوم کا طریقہ یہ ہے کہ جب تک وہ کسی مسئلے میں تحقیق کا حق ادا نہ کر لیں اس میں ایمان تقویت دراز نہیں کر سکے محترم کاظمی صاحبے یونیورسٹیوں کا کورس تو پڑھائیں انکی بالتوں سے صاف تشریح ہے کہ اسلامی علوم کی تعلیمیں میں انھوں نے اپنی عمر عزیز کی تھی ساعینی صرف نہیں کیں۔ انھیں سچھا چھائے کہ اسلامی شریعت کوئی گری پڑھی پڑھنے ہے۔ وہ ایک بہرط مفہیط اور ذلیل در ذلیل علم ہے۔ ایک ہمہ چوتھی مجموعہ قانون ہے۔ ایک مکمل دستور ہے۔ اس کے کسی جزوئے پر زبان اعراض دراز کرنے سے پہلے انھیں کم سے کم اتنا توکرنا تھا کہ عمر کا جتنا حصہ مغربی درس گاہ ہوں کی نذر کیا ہے اس سے آدھا یا تباہی کوچھ تو علم اسلامیہ کی تعلیم پر صرف کرتے۔ وہ زبان سیکھے جس میں یہ شریعت نازل ہوئی ہے۔ اُن اساتذہ کے حلقة میں بیٹھتے جو علوم شرعیہ کی واقفیت میں معروف ہیں۔ اُن ماذک کامطا العزیز ملتے جن میں قوانین شرعیہ کی سر حاضر میں بیٹھتے جو علوم شرعیہ کی واقفیت میں پچھا بھینیں یا قریبیں تو انھیں اچھائی اور نشکرنے میں اُن بروخ غلط آدمی جیسا طرز اختیار نہ کرتے جو اس خوش نہیں میں بنتا ہوتا ہے کہ میں عقل ملک ہوں۔ اس کے بعد بھی اگر انھیں کچھ اچھیں یا قریبیں تو انھیں اچھائی اور نشکرنے میں اُن بروخ غلط آدمی جیسا طرز اختیار نہ کرتے جو اس باستکو غلط بھوں وہ لازماً غلط ہو گی اور میرے علم و نہم الگرسی مسئلے میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متفق نہیں ہیں تو مجھے حق ہے کہ انھیں غلط غیر منصفانہ اور غیر مسطقی کہہ کر دکروں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص قرآن کو کتاب آہی مانے جاوہ حصہ اس وجہ سے خدا کے قوانین کی تحریک و

پر ایمان رکھتا ہے۔

یہاں کالمی صاحب کی طرف سے یہ عذر میں کیا جائے کہ
ہے کہ انہوں نے " موجودہ حالات " کی تیکد ساتھ یہ سب
کہا ہے اہنہ آیہ بدگمانی ان کے بارے میں درست نہیں کہ
وہ قرآن میں نازل شدہ سزا کے سرقة کو اصولاً اور مطلقاً
خلاف عدل قرار دیتے ہیں۔

ہم یہ عذر مان لیتے اگر ان کی اپنی تصریحیں س کی
مجماں شہوتی۔ لیکن ان کی تصریح تو اس سے مستلزم ہے
ہے۔ وہ ایک سطحیں " موجودہ حالات " کے الفاظ الکھر کر
دوسری ہی سطحیں بطور اصول یہ فرمادیتے ہیں کہ:-

" چوری ہی سبھی معمولی جرم پر جیتنا ٹالی اصلاح
بھی ہوتا ہے اتنی سنگین سزا ان صفات کے لئے انہوں
اور انسانی بہادری کے نقطہ نظر سے بھی غلط
گھوس پڑتی ہے۔ "

اس واضح ارشاد نے اس تاویل کی مجماں بھی نہیں
چھوڑی کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا پر ان کے داشکان اعتراض
اور تردید و مذمت کو کسی مخصوص زمانے اور مخصوص حالات
سے شرط بھج لیا جائے۔ وہ حال میں چوری کو ایک لسانی
معمولی جرم بھتے ہیں جس کی پاداش میں ہاتھ کاٹ دینا غلط
عدل اور خلاف انسانیت ہے۔ اہنہ اکوئی بھی دوسری کوئی بھی
ملک اور پچھلی حالات ہوں ان کے استدلال کی رو سے
چوری کی وہ سزا جو اللہ تعالیٰ نے صریح لفظوں میں معین فرمائی
ہے ظالمانہ اور انسانیت کش قرار پاکی۔

ایک اور پہلو پر بھی لفڑا لئے کالمی صاحب اگر ہاتھ
کاٹنے کی سزا یا کو سب سے ظالمانہ بھتے اور رواہ راست
انھیں خدا ہی سے اختلاف نہ پڑتا تو آج ہندو پاک میں
کہاں چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں کہ اس پر انجام جکرتے
ہوئے وہ مخصوص حالات کی دہائی دیتے رہے ہیں یہ احتجاج
کہ ہاتھ کاٹنے کا قانون خداوندی فلاں قسم کے حالات میں
ہے آج کے حالات میں نہیں ہے اس وقت کوئی منطقی جواب

اللہ تعالیٰ نے اسی قرآن میں ان لوگوں کو کافر قرار دیا ہے جو
بعض آیات پر ایمان رکھتے اور بعض سے انحوں کرتے
ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے منافقین کا نام دیا ہے اور
بعض منافقین کے لئے سخت ترین عذاب کی دعیدیں
کتاب آجی میں بکثرت موجود ہیں۔

سورہ آل عمران کے پہلے روکوں میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ:-

" لئے رسول اللہ نے تجوہ بر جو کتاب دفتر آن)
" اُنہاری ہے اس میں رو طبع کی آیات ہیں۔ حکمات
اور تشاہرات۔ حکمات وہ ہیں جن کے معانی
درج ہیں اور وہ اصل ہیں کتاب کی۔ تشاہرات
وہ ہیں جن کے معانی واضح ہیں۔ پس جن لوگوں
کے دلوں میں کبھی ہے وہ تشاہرات کے بچھے سر
گردان رہتے ہیں تاکہ سخت پیدا کریں اور ان تشاہرات
کو اپنی طرف سے کوئی معنی پہن یں۔ حالانکہ ان کا
حقیقی مفہوم اٹ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اس کے
برخلاف جو لوگ علم میں بخت کار ہیں وہ کہتے ہیں
کہ آمنت بالہ سکھی حقیقی ہندو رسمی کارپریہا ادا
ایمان ہے۔ یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف
سے ہے۔ "

اندازہ کیجیے کہ قرآن کی جن آیات کے معانی صریح و
 واضح نہیں ان تک میں ادنیٰ درجے کا ریب و شک ایمان کے
منانی ہے اور اہل ایمان وہی ہیں جو ان پر بھی بلا تائیں قیفین
رکھتے ہیں۔ پھر بھلان لوگوں کے ایمان کا اغفار کیاں
ہو گا جو قرآن کی آیات حکمات پر بھی شک کا اظہار کریں
اور پر شک کھلے اعتراض اور تحریر کی شکل اقتدار کریں۔
چوری کی سزا جن آیات میں ہے وہ توہر لحاظ سے حکمات
میں شامل ہیں۔ صریح۔ واضح۔ بے غبار۔ پھر بھی کوئی دعوہ
ایمان رکھنے والا آدمی چوری کی پاداش میں ہاتھ کاٹ
دینے کی سزا کو ظالمانہ سنگین اور خلاف انسانیت ترا
دے تو کس منطق کی رو سے یہ مانا جا سکتا ہے کہ وہ کتاب اہمی

"قانون" کا عجز ان دے کر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ تزویدہ نظری کا شاہکار ہے۔ خدا جانے انہیں کہنے پتادیا کہ اسلامی قوانین میں بچاک ناپید ہے۔ وہ تخلیف کر کے صرف ایک دو دہ کتابیں دیکھ لیں جن میں اسلامی قوانین کی جھیں محفوظ ہیں۔ انہیں نظر آئے جا کہ ایسے تمام قوانین جن میں بچاک نہ ہونا غیر نیز پر انسانی معاشرے کے نئے تقصیان دہ ہو سکتا ہے اس درجہ بچاک اپنے اندر رکھتے ہیں کہ اسلامی قانون کے ہمراہ کروں میں اپنے اپنے نکر فہم تے مطابق ایک الگ رائے قائم کرنے کا موقعہ مل گیا اور جتنی اختلاف خالی نے اسلامی قانون کے گلزار کو ٹھیک اُس باع کی شکل دیدی جس میں رنگ لگائے چھوٹی کھلتے اور نوع فرع کے پودے اُٹھتے ہیں۔ بچاک اگر م وجود نہ ہوتی تو فقر کے مختلف تنگوں کا سوال یہ پیش نہیں ہوتا تھا۔ یہ بچاک ہی سے جس نئے تغیریں اسلام کو مختلف اقسام اخلاقی رائے کے موقعہ بنا لے جائے اور اسلامی نقد ایک ایسا تالاب بن کر نہیں رہ گئی جہاں پانی پھیر کر گزندہ ہو گیا ہو۔

المیر جہاں تک اصول و مبانی اور اساسیات کا تعلق

ہے ان میں بچاک کا سوال یہ سید انہیں ہوتا کیونکہ دنیا کے ہر آئین میں بعض دستوری نیازوں اور بعض اصول و کیلیات لیے ضروری ہوتے ہیں جو ناقابل تغیر ہوں۔ قطعی اور بے بچاک ہوں کیا کامی صاحبے نیا کے سی بھی قابل ذکر آئین کا نام بتا سکتے ہیں جو ناقابل تغیر اصول و کیلیات اور بے بچاک اساسیات سے خالی ہو۔ وہ تو ماشاء اللہ ایڈ و کیلیت ہیں جس سے اگر وہ بھی یہ نہ جائیں کہ دنیا کا کوئی بھی آئین اپنے پر اکھڑا ہو جی ہیں سکا جب تک کہ اس کے شون بعض بے بچاک مہادیات کہ میں تبدیل تصویرات و انکار اور بعض بے بچاک مہادیات کہ میں میں نہ اٹا رہیے گئے ہوں۔ آج دنیا میں جو ہنہ ب قومیں کہلاتی ہیں ان کے قوانین کا مطابع کر دیا جائے۔ ان میں کوئی بھی ایسا آئین سے گا جو جنت قطعی، ناقابل تغیر اور اصل دستوری اصول و تصویرات سے خالی ہو۔ المیر بھروسہ آپ کھیں گے کہ نہیاں دی فکر اور مرکزی تصویر حیات کے تفاوت بلکہ نا فرض

رکھ سکتا تھا کہ آج کے حالات میں بھی چور دل کے ہاتھ سے دھڑک دھڑک کاٹے جا رہے ہوتے۔ لیکن جب اس سزا کا ابرا آس پاس کہیں بھی نہیں ہو رہا اور اسلامی قوانین کو حیطہ اقتدار سے بے خل کیا جا چکا ہے تو مسئلہ کی حیثیت فقط نظری اور اعتمادی رہ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں تنقید کا جھٹ پڑھیں جس میں بزرگ سکتا ہے جو نظری اور اعتمادی حیثیت ہے فرقہ اس حکم قانون کو غلط اور خلاف عدل تصور کرتا ہو کہ چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹے جائیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہو اکہ کامی صاحب کے پیش نظر نہ اصلاح معاشرہ ہے زد فحیثیت ظلم نہ کوئی اور بیت مقصد۔ اصلاح اس برائی کی کی جاتی ہے جو پاٹی جا رہی ہو۔ دفعہ اس ظلم کا ہوتا ہے جو دھایا جا رہا ہو۔ ہاتھ جب کاٹے ہی نہیں جا رہے ہیں تو سوائے اس کے کامی صاحب کا کہا مقصد ہو سکتا ہے کہ زندگی میں تجد اور کچھ نظری کے جو انجمن ان کے قلب و دماغ میں الجیکٹ کئے گئے ہیں ان کے تحت وہ اسلام کے بنیادی معتقدات کو ریب و تذبذب کے تیروں سے چھلکی کریں اور قرآن کے حرمت حرفت پر جو قطعی یقین ایمان، اسلام کی شرط اولین ہے اسے کمزور کر دیں۔ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ وہ پوری طرح سوچ بھجو کر یہ کام کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے انہیں شعور ہی نہ ہو اور فی الحقيقة وہ یہ بھجو رہے ہوں لیکن ان میں اس طرح اسلام کی خدمت انجام دے رہا ہوں لیکن ان کے بھجنے نہ بھجنے پر حقائق کامد ار نہیں۔ سُرِّاب کو ہم پانی کھلیں تو وہ پانی نہیں بن جاتا۔ گراہی کو ہم بدایت تصور کر لیں تو اس میں سے نور کی کرنی نہیں پھوٹیں گی۔ جو روشن انہوں نے اخیار کی ہے وہ بہر حال ایک ایسے گلڑے ہوئے دماغ اور دھواں دھواں قلب کی ترجیhan ہے جسے جہالت آمیز تعلیم اور ناقص معلومات نے بکار گر رکھ دیا ہے۔

آئیے اب ذر منطقی رخ سے بھی ان کے اعتراضات کا تھوڑا سا جائزہ لے لیں۔

کا فلسفی صاحب بنتے تینیں چوری کی سزا کو میں کیا ہے۔ پہلا سوال تو ان سے ہے کہی کیا جانا چاہئے کہ کسی جرم کے معنوی یا غیر معنوی ہونے کا معیار آپ کے نزدیک کیا ہے سامنے نے حرارت، برودت، دباؤ اور پھیلاؤ وغیرہ کی پیمائش کے آئے تو یہ شک ایجاد کرنے ہیں مگر کیا ایسی بھی تحریک آرے وجود میں آگیا ہے جو یہ بتا سکے کہ فلاں جسم کا اخلاقی درجہ کیا ہے اور فلاں گباہ کو کسی ذگری کا گناہ تصور کیا جانا چاہئے۔ چوری کو کافی صاحب بنتے معنوی جرم کہدا یا۔ فلاں ہرستے کہ زنا کو بھی معنوی جرم کہنے پر کوئی کسی کی زبان نہیں پکڑ سکتا۔ آج جس دنیا میں ہم رہ رہے ہیں وہاں زیادہ ہندب "لوگ تو زنا کو سمجھے سے جرم ہی نہیں بھتھتے اور جو لوگ اتنے ہندب نہیں ہیں وہ بھی اتنا بڑا جرم نہیں بھتھتے کہ سو کوڑوں سے کھال اور ہیڑدی جائے۔ تو کیا اسکے مرحلے ہیں کافی صاحب کو اس دعویے سے کوئی روک سکے جا کر زنا ایک معنوی جرم ہے۔ آخر اس میں رکھا ہی کیا ہے۔ سو کوڑے خدا کی بنا۔ کتنا ظالم اور وحشی ہے دہ اسلام جزو زنا جیسے معنوی جرم کی سزا سو کوڑے اور بعض حالتوں میں سنگساری تجویز کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اخلاقی اعتبار سے کوشا جرم کس درجے کا ہے اس کا فصل کیا ہی نہیں جاسکتا جب تک کسی بالا ترستی کو جرم جھوٹ اور حرف آخر نہ ان لیں مسلمان نام ہے اس مخلوق کا جو قدر آن و سذت کو حرف آخر ہاتھی ہے اور اس کے لئے نیکی اور بدی کی تمام قدر دل کا شیکھیں وزن اور درجہ وہی ہو سکتا ہے جس کی لاش نہ ہوی قرآن و سذت سے ہو جائے۔ اب اگر قرآن چوری کو اس درجے کا جرم قرار دیتا ہے کہ اس کے مذکوب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو آخر ہوش و حواس کی وہ کوئی هزل ہے جو میں ایک مسلمان بھی بلا تکلف پر دعویٰ کر سکے کہ چوری ایسا معنوی جرم ہے جس کی پاداش میں بالآخر میعادن نہیں ظلم ہے۔ پر بریت ہے۔ بھیں کافی حصہ تباہیں تو کہ کوئی ترازوں میں توں کروہ یہ فیصلہ فرما رہے ہیں کہ جرم سرقہ اور نفس پر وراء تقاضف کی حاکیت ہو۔

کی وجہ سے بہتری وہ قدریں جو اسلام کے ہیں اُنہیں کی دوسرے غیر اسلامی قوانین میں قابل تغیر مان لی جائی ہوں گی۔ اور بہتری وہ تصورات جو اسلام مذہب قرار دیتا ہے ان قوانین میں محمود و مغربی قلم کرنے کے ہوں گے۔ معاشرے کے تقاضوں اور زمانے کی ضروریات کے سلسلے میں ایک تعین مثال سے نفس حقیقت کو بھیتے۔ زنا ایک ایسا فعل ہے جسے اسلام کی حالت میں جواز کا درجہ نہیں دے سکتا۔ عفت و حصمت اس کی نگاہ میں ایک ایسی میقابی چیز ہے جس کا تحفظ پر ثقیلت پر اسے مطلوب ہے اور جن اصول وہ دلایا ت پر عفت و حصمت کا تحفظ منحصر ہے ان سلسلے میں وہ کسی لمحہ اور مفہومیت کا راوادار نہیں۔ اسکے مقابلے میں مادی تصوریات پر بندی کوئی بھی نظام اس اخلاقی قدر کو اپنے اساسی تصورات اور نیادی مقاصد میں شامل نہیں کرتا۔ اسی لئے جو معاشرہ آج کے تحفظ نظام میں پیدا کیا ہے اس میں یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ عفت و حصمت کا وہ درجہ باقی رہ جائے جو اسلام کے نام پر اسلام کے نزدیکی اکثر شعبوں میں مروزن کی خلوط معاشرت اور حفاظ نفس کو حاصل زندگی قرار دیتے وہی فلسفوں، فارمولوں و ترددی ہیں کی بہتانے نے زنا کو موجودہ معاشرے کا ایک ایسا تقاضا بنا دیا ہے جسے مادہ پرست ذہن "ضروریات" کی فہرست میں شمار کرنے لگا ہے۔ اب اگر کوئی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ اصلاح کے نام پر اسلامی قوانین میں ایسی لمحہ پیدا کی جائے جو اس نوع کے معاشری تقاضے اور اس فہرست کی زمانی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد و معاون ہوں تب تو انھیں صفات طور پر کہنا چاہیے کہ وہ فی الحقیقت اصلاح کے نہیں بلکہ اسلام کی موت کے خواہاں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا مانشل جوں کا توں رکھتے ہوئے عقائد و تصورات وہ اپنائے جائیں جو مکمل طور پر ہندب حاضر اور تمنی موجودے سے ہم آہنگ ہوں۔ جن میں خدا اور بھروسوں کی حاکیت کے بھائے مادہ پرستاز تعلق اور نفس پر وراء تقاضف کی حاکیت ہو۔

اپنے ظاہر ہے کہ ڈھال کی قیمت لگی ہندو ہی نہیں ہذا عالم و فقہا کو اس کا موقع ملکہ اس پچکے فائدہ اٹھا کر اپنی اپنی صواب دید کے بظابن مال کی وہ حد مقرر کریں جس سے کم پر باقاعدہ نہیں کاملا جاسدا۔

آپ نے فرمایا کہ بھلوں اور ترکاریوں کی چوری میں باقاعدہ نہیں کئے چا۔ نہ کھانے کی چوری میں باقاعدہ کئے چا۔ حشک کسی بھی ایسی چیز کی چوری پر حضورؐ کے دورہ مبارک میں باقاعدہ نہیں کاملا جاتا اخراجی سے محروم اور حقر کیا جائے۔ پرندوں کی چوری پر بھی یہ سزا جاری نہ ہو گی حکم جنتل میں چرتے ہوئے جانوروں کی چوری پر بھی اسکا انعام نہ ہو گا۔

تباہی اور کہاں تک بچا کر چاہئے ہیں۔ مخصوص حالات کا جہاں تک تعلق ہے اس سے بھی نہ فقہار غافل ہیں نہ خود قانون ایسی اسے نظر انداز کرتا ہے۔ بہتری صورتوں میں چوری اور شر اب نہیں۔ جنی کو قتل تک کی سزا نہیں تو یہ اور متعلق ہو جاتی ہیں جب کی خانوںی تفصیل کتب تقدیم اور عملی نظریں تاریخ اسلام میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

کاظمی صاحب اگر یہ کہتے کہ غیر اسلامی نظام سے نسلط نے قتل کی سزا پھاشی کے بجائے صرف قید تک محدود کردی ہو لیکن ایسا تو کہیں بھی نہیں ہوا ہے کہ سرسے سے سزا بڑی اڑادی گئی ہو۔ پھر یہ کاظمی صاحب کیا کہہ رہے ہیں کہ چور کو قابل سزا بھئے کے بجائے معاشرے کو ختم گرдан کر چور صاحب سے کہدا یا جائے کہ آپ سیر کرنے پہر تیے!

کاؤزن کم ہے اور سزا اس قطع یہ کی سنگینی زیادہ۔ حضن بان ہلا دینے سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ دعوے کے لئے دل چل ہے۔ بہرہاں و شہادت چاہیے۔

یہ عجیب استدلال ہے کہ چور کو قابل سزا بھئے کے سچے حالات اور معاشرے کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے اس استدلال کی رو سے تو کم و بیش سارے ہی جرم کو قابل سزا قرار دے کر معاشرے کے سرخو پا جاسکتا ہے کیونکہ ارشکاب جرم کے موقع ہر حال معاشری حالات ہیں جیسا کہتے ہیں۔ پھر اس کا شکر یہ کاشکوہ کیسا۔ یہ جو بینوں یا سالوں کی قید دی جاتی ہے اسے بھی ظلم کہیے۔ غیر منطقی اور غیر انسانی قرار دیجئے۔ اس میں بشہ نہیں کہ جرم کی تحریک کا بڑا تعلق معاشری حالات سے بھی ہے۔ اُن مالکوں جیسا تہذیب نوی شباب پر ہے اور ستوں جیسے تھیساروں کے شے لائسنس کی ضرورت نہیں قبل ایک میلین بن کر رہ گیا ہے لیکن کیا کاظمی صاحب بتا دیں گے کہ امریکہ یا انگلینڈ میں قتل کا سارا دبال معاشرے پر ڈال کر قاتلوں کو سزا سے مستثنی کر دیا گیا ہو۔ یہ تو ممکن ہے کہ بعض یا کوئی رخص معذکروں نے قتل کی سزا پھاشی کے بجائے صرف قید تک محدود کردی ہو لیکن ایسا تو کہیں بھی نہیں ہوا ہے کہ سرسے سے سزا بڑی اڑادی گئی ہو۔ پھر یہ کاظمی صاحب کیا کہہ رہے ہیں کہ چور کو قابل سزا بھئے کے بجائے معاشرے کو ختم گردان کر چور صاحب سے کہدا یا جائے کہ آپ سیر کرنے پہر تیے!

رہی بچک۔ تو کاشش کاظمی صاحب نے اسلامی فقہ کا پھوپھال عمر کیا ہوتا تب الحسین علوم پڑتا کہ بچک چوری کے قانون میں بھی کما حقہ موجود ہے یہ نہیں کہ ہر حال میں کچوری ہاتھ کٹوانے کا موجب ہوگی۔ قرآن جس نہیں پر نازل ہوا تھا اسی نے دوسرے اسلامی قوانین کی طرح چوری کے قانون کو بھی اس شرعاً قبیل ہے جو تم نہیں رکھا ہے جس سے بچک کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ آئی نے فرمایا کہ اتنے مال کی چوری پر باقاعدہ نہیں کاملا جاتے چا جو ایک ڈھال کی قیمت سے کم ہو۔

چند ہزار کی خاطر بانٹھ کر جانے کا خطرہ مول یعنی پر آمادہ ہوں۔

چری کی شریعی مسما کو مثلاً پیش کرنے کے بعد اسلامی قانون سے متعلق جو کئی سطحی تقریر کا فتحی صاحب بخوبی فرمائی ہے وہ ایک طرف پر آگئہ ذہنی کی مظہر ہے۔ دوسری طرف متن پر یکسر عاری اور تیسرا طرف ان کے اس جذبہ بغاوت کی منظہر جو اسلامی قانون کو ہر حال میں ناقص و ناکارہ مٹوانے پر ملتا ہوا ہے۔

ہم کا فتحی صفات سے پوچھتے ہیں کہ اگر بے شمار مسلمان نماز کی فرضیت پر ایمان رکھنے کے باوجود خواز کے پاس نہیں رکھتے تو کیا یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ خواز ہی میں کوئی نقص و عیب ہے؟ اگر نہیں۔ اور خاہر ہے کہ نہیں تو پھر مسلمان حکمرانوں کا اپنے ملکوں میں اسلامی آئین و ستور کو نافذ نہ کرنا اور بھاہت بھاہت کے غیر اسلامی قوانین کو سینے سے لکھا کے رکھنا اس بات کی دلیل یکسے بن گیا کہ اسلامی شریعت ہی ناکارہ و کارہ ہے۔ ایک بہترین سخن طاق میں رکھا ہے اور بہار حضرات اسے استعمال کرنے کے بجائے دوسرے سخنوں کو آزمائتے رہیں تو اس سے یہ تجھی اختذکر ناکہاں تک عقل میمنطق سے مطابقت رکھے گا کہ بخوبی نہیں نامروز اور یہ اثر ہے۔ بہت بھولا ہو گا وہ مسلمان جو یہ ترجمہ کے کہ مسلمان حکومتوں کے سربراہ کیوں اسلامی آئین کو نافذ کرنا نہیں چاہتے۔ آج دنیا پر مادہ پرستانہ فکر کا غلبہ ہے کہ بیوی حمالک ہی نہیں وہ حمالک بھی جو خیر سے مدد بخواہی دو و حاصلت کو طلاقی مغلظہ نہیں دے سکے مادیت کے سیکاب میں نفس پرستی، لذت اندوزی، تعیش اور حکیم شہووات کی ایسی جگہاں بنا کر جیسے ہیں کہ یہ فلکے بھی ہیں بھی ایسا منتظر نہیں اور ان کے تصور حیات نے مسلم حمالک سمیت تمام ہی دنیا میں جدماں کچھ نفع دیتا ہے وہ کسی آنکھ دالے سے پوشیدہ نہیں ہے اس کم حکمرانوں کے لئے کیسے ملکن ہے کہ وہ اُس نظام اسلامی کی طرف پیش قدمی کر سکیں جو قدم قدم پر

مجھے لینا چاہیے کہ اسلام نے ان تمام اخلاقی جسم اُنم کی مسماں جن سے وہ معاشرے کو پاک رکھنا چاہتا ہے دکھنے سے سکیں رکھی ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ سکیں مسماں بیرونیم کے درمیان میں آئے کو روکتی ہیں اور دوسرے اس لئے کہ وہ اپنے اصولی قوانین کے ذریعے ایسے حالات ایسا محوال اور ایسی فضایہ کرتے ہیں ان جرام کے لئے کوئی منطقی دیکھ جو از باقی نہ رہے۔ اس کے بعد بھی اگر کچھ لوگ جرم سے باز نہیں آتے تو وہ درہی ہو سکتے ہیں جو طبعاً مشری اور بربر ہوں۔ ایسے لوگوں کے لئے سکیں مسماں اس نئے ضروری ہیں کہ ان میں اصولی کو قبول کرنے کا داعیہ ہی نہیں ہے اور فرمودت کے تحت نہیں بلکہ انہیں محروم اس سترت کے تحت وہ جرام کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ دوسروں کو بھی جرام کی راہ پر لگانے کا ذریعہ بن جائیں گے اگر سختی سے انکی مسماں نہ کوئی ہی۔

سعودی عرب میں الگ چمکتی اسلامی نظام نہیں، لیکن اسلامی حدود و تحریرات بہر حال نافذ ہیں ہیذا کا فتحی صاحب ہی سے حضرات کو ایک نگاہ عبرت طالب ہیں چلے ہیں کہ وہاں چوری اور زنا وغیرہ کا کیا اوس طھے۔ اسلامی مسماوں کو بھی انکے حکمے دھکانے والوں کا اندازہ بیان ایسا ہوتا ہے جیسے ان مسماوں کے تجھے میں معاشرہ نہیں اور لگنڈوں سے بھر جانا ہو مگر جب واقعی مشاہدہ کیجئے تو معلوم ہو گا کہ جہاں جہاں پیسراں کا فرمائی گئی ہیں وہاں وہ جرام ہی تقریباً ناپید ہو گئے ہیں جن پر باعث کلٹنے یا کوڑے بر مانے کی مسماں دی جاتی ہیں۔ ایک ایسا قانون جس کی نظر میں بنیادی اہمیت اخلاقی پاکیزگی کو حمال ہو اور جو دنیا کے چند ورزہ تعیش پر جایا میں۔ مسماں ستر باب ہوئے کہ جرام اور مسماوں کے چند ورزہ تعیش پر جایا گئے چلے جائیں۔ مسما کا معیار اگر ہلکا ہو تو قدر شاہجہانوں کی بہت بڑھے گی۔ بے شاروں لوگ ہر جگہ ایسے دیکھتے جا سکتے ہیں جو چند نہیں اور دیپے کی خاطر چند ماہ جیل میں رہ لئے کو نفع کا سو دا نصور کرتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ خال ہی مل سکتے ہیں جو

مغزی و دس گاہوں سے حاصل کیا ہے کافی صاحب بھی اس شوٹ پر رکھ گئے۔ حالانکہ ذرا بھی عقل سیم سے کام لیا جائے تو صاف علم ہو گا کہ ایک مفسطہ ایک شعبدہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔

خدا جانے کافی صد کے یہاں الصاف اور ظلم کامیاب کیا ہے۔ ایک سالان کی حیثیت سے تو ان کا یہ ایمان ہونا چاہیے تھا کہ خدا اور اس کا رسول جس فیصلے کو منصباً نہ کر دیں وہ منصفاً نہ ہے اور بھی ٹھالماش قرار دیں وہ ظالمانہ۔ لیکن اس معروف اسلامی اندزا زنگر سے ہڑک کر اگر وہ اس حاذی پر اُڑ رکھئے ہیں کہ جسے وہ خود الصاف کہدیں وہی الصاف ہے اور جسے وہ ظلم ہبیر دیں وہ اس اور ظلم ہے تو ایک پرستہ ہی کی دراثت کی بات کیا۔ وہ تو بڑی اسلامی سے کہہ سکتے ہیں کہ لڑکی کو لڑکے سے ادھار رکھ دینا ظلم ہے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الگرمنے والے کا ایک بیڈا دلت مند ہو اور وہ سرا غریب تو دنوں کو برابر کا درندیانا لفڑا کے خلاصہ ہے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ میلٹی اگر ایمیر ہیں اور میلٹی غریب تو سارا ہی نرک میلٹی کو دیدیں یا چالیے۔

حقیقت یہ ہے کہ ظلم اور الصاف کی تجھیں ہیں اگر کسی احتمالی اور سند کو سیم نہ کریا جائے تو دنیا کا کوئی قانون راست بھی ایسا نہیں ہو سکتا جسے ظالمانہ کہنے سے زید بھر کر کرو کا جاسکے۔

کافی صد ایک کیل ہے۔ اخیر کم سے کم اتنا تو معلوم ہونا ہی جائیے کہ ہر قانون کی بنیاد کسی نہ کسی اصول پر ہو اکتنی ہے۔ کیا انھوں نے بھی میں اسلام کرنے کی زحمت فرمائی تھا اسلام کا فاتح اور اس کا شوہر کوئی نیا شوہر نہیں جسے ہبھی پار کافی صاحب ہی نے چھوڑا ہے۔ یہ تو ان معروف چنگاوں میں ہے جن کے ذریعے مادیت کے فکار اسلامی تو انہیں کو محدود اور قرآن کو شکوک بنانے کی مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کافی صاحب کے کافوں تک اکھی حضرات سے یہ آتی ہے۔ اور ہر اس فریب خود وہ کی طرح جس نے اسلام کا عسلم

نفس پرستی تھیں اور شہادت دا ہرام پر پاہن دیاں عائد کرتا ہے اور اگر کچھ اللہ کے ہندے توفیق الہم سے اسکی جرات کریں بھی تو وہ ماذہ پرست اور اخلاق و نہن حکم تینیں کیوں نکر اسے پرداشت کر سکتی ہیں جنہوں نے اپنے بے پناہ مادی مسائل اور نہستے فلسفوں کے ذریعہ انھیں اپنادست نگریتا رکھا ہے اور ان کی حملتیں ان کے مقنادات دا عنراض کی جلانگاہیں ہیں۔ انہوں نے مسلموں جیسی کوئی جماعت کہیں لٹھتی ہے تو روں اور امریکہ، فرانس اور برطانیہ۔ جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہوئے بھی ماذہ پرستی کے موقف پر یکسر متفق ہیں۔ مل کر اسے چلنے کے دریے ہو جاتے ہیں اور جو مسلمان چکرانوں کے ذریعہ ایسی ہر تحریک کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے جو اسلامی نظام کا داعیہ لے کر اٹھی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان اسلام ہی کے نام پر بنایا گیا یا نہیں وہاں کا اقتدار جن ہاتھوں عین متعلق ہوا انھوں نے آج تک اس کے سوا کچھ نہیں کیا ہے کہ اسلامی قدروں کو ربانے اور غیر اسلامی تہذیب و ترقیات کو اچھا رہنے میں سارا ذر صرف کرتے رہیں۔ اسلامی آئین موجوہہ رہنے کی جائز ضروریتا اور حقیقی مقتضیات کو پورا کر سکتا ہے یا نہیں اس کا پتہ تو اس وقت چلتا جس عمل دنیا میں اسے کار فرمانی اور تنقیاد کا موقع بھی دیا جاتا۔ یہ تنی احتمالات بات ہے کہ سچے کو آزمائے کی زحمت تو انھاؤ نہیں اور خواہ خواہ سورجاتے رہیں کہ وہ نجھ تو پے کار ہے اور بے اثر ہے دغیرہ لکھ۔

اب دوسرے سوال کو لیجئے جس کا عنوان "وراثت" ہے۔ جو لوگ تھوڑا اسلامی مطالعہ رکھتے ہیں، انھیں معلوم ہے کہ ہوتے کی وراثت کا شوہر کوئی نیا شوہر نہیں جسے ہبھی پار کافی صاحب ہی نے چھوڑا ہے۔ یہ تو ان معروف چنگاوں میں ہے جن کے ذریعے مادیت کے فکار اسلامی تو انہیں کو محدود اور قرآن کو شکوک بنانے کی مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کافی صاحب کے کافوں تک اکھی حضرات سے یہ آتی ہے۔ اور ہر اس فریب خود وہ کی طرح جس نے اسلام کا عسلم

کے سلسلے میں اس قانون کی بسا طالبیت کر رکھدی جاتی ہے۔ یہ صریح نافعی اور جانبداری تو کاظمی صنما جیسے حضرات کے نزدیک بکیر عادل انشا ہے لیکن اسلام کا قانون اگر اپنے اصولوں کے تحت کسی جانبداری اور یہ قاعدگی کا روادار نہیں تو اسے نافعی اور کام دیدیا جاتا ہے۔

جہاں تک رحم درافت کا عمل ہے قانون دراثت اس کا خصل نہیں۔ اگر رحم درافت کے تحت آپ پوتوں کو دارث بنائیں گے تو پھر حرم درافت کا تقاضا یہ بھی ہوگا کہ جو شخص مثلاً تین بیٹے چھوڑ کر رہا ہے اور ان تینوں میں دو خوب دولت مند ہیں اور تیسرا الکل غریب یا باخچ، تو مرثے والے کی دولت میں ان تینوں کو برابر حصہ نہ دیں، بلکہ یا تو سارا کام اس غریب ہی کو دیدیں یا پھر حساب کرنے کے لئے جائیں اور تینوں میں امارت و غربت کا بھر تنااسب ہوا سی حسابے ترکہ تقیم کریں۔ اسی طرح اگر بیٹی تو مثلًا لکھنپتی شوہر سے بیان ہجتی ہو اور بیٹا محنت حزوری کر کے پیٹ پالتا ہو تو آپ یہ قیصہ دیں کہ سارا مال متعدد کیسے کو دیدیا جائے۔ بیٹی کو کچھ دینے کی کیا ضرورت اور باتیں یہں تک نہیں رہتی۔ پھر تو یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ برادر دلے گھریں جو بے حد غریب ہم سایہ دہنے ہے اس کیوں نہ مرثے والے دولت مند کی دراثت میں شامل کیا جائے۔ پڑوسی کا حق تو ہے کہ لہنوں نے صریح فقہ میں قسم کھا کر فرمایا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو خود تو پیٹ پھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سرو جاتے۔ اتنی زبردست اہمیت جس کے ساتھ ملوک کرتے گو رہی گئی ہو وہ تو بدر جدہ اولی اس نکاحتی پور جاتا ہے کہ پوتوں کی ہمدردی کا راگ الائچے والے کرم فرمائے بھی دراثت میں شرک نہیں۔

حق یہ ہے کہ پوتوں کو دراثت بنانے کے لیے بھی خواہ جذبہ رحم کا راز ہو یا قانون نمائندگی۔ دونوں ہی صورتوں میں قانون دراثت کے نیچے اس طرح اور ہٹر جاتے ہیں اس کوئے

تناہی کے درستے تمام قانونوں میں یہ تناسب خود انسان قدر کرتا ہے کہ کس رشته دار کو کتنا دینا چاہیے اور اسلام میں تناسب اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اب یہ بات خود اظہری صاحب سوچیں کہ اس کی عیسیٰ زیادہ صحیح ہو سکتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی اسلامی قانون دراثت کے چند بیاناتی کلیات ہیں۔

ایک یہ کسی بھی شخص کا مال اس کی زندگی میں مال دراثت ہیں جن سکتا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ہندوؤں کے قانون راثت میں یہ کلیات مسلم نہیں۔

دوسری یہ کہ دراثت صرف نزدیکوں کو پہنچ گئی ہوں کو نہیں۔ اسی کلیے کے تحت وہ پوتے دادے کی میراث سے محروم ہو جاتے ہیں جن کا باپ اپنے باپ کی زندگی ہی میں انتقال کر گیا۔

کاظمی صاحب نے ہندوؤں کے قانون دراثت کا حوالہ دیتے ہوئے ”قانون نمائندگی“ کی بات بطور دليل کی ہے ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ واقعی سلطان ہیں تو بھائے ہندوؤں کا حوالہ حیثیت کے قرآن یا حدیث یا صحابہ یا تابعین کے تعامل یا ائمہ و صحابہ کے احوال میں سے ”قانون نمائندگی“ کے لئے کوئی ادلتی سے دلیل نکال کر دھائیں۔ علاوہ ازیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ”قانون نمائندگی“ اگر کوئی چیز ہے تو یہ ساری محبت و حفظ صرف پوتوں کے لئے کیوں وقف ہو کر وہ کیا ہے۔ دوسرے تمام رشتہ داروں میں بھی اس نمائندگی کی کارفرمائی ہوئی چاہیئے۔ مثلًا محروم بیٹے کی بیوی، محروم بھائی کی اولاد، محروم بیوی کے والدین، یہ تمام اتر بائی طرح قانون نمائندگی سے مستفید ہونے چاہیں جس طرح پوتوں کو قیض پہنچایا جا رہا ہے۔ نوادری اور نواسیوں نے کیا قصور کیا ہے کہ اخھیں وہ حصہ نہ لے جو ان کی مرثوم بان کو ملننا تھا۔ مرثے والے کی ساس نے کی قصور کیا ہے کہ اسے وہ حصہ نہ لے جو اس کی مرثوم بیٹی کو اس لئے ملت اگر وہ مرثے والے کی بیوی تھی۔

عجب تماشا ہے کہ صرف پوتوں کے حق میں نمائندگی کا قانون پیش فرایا جاتا ہے مگر دوسرے تمام رشتہ داروں

میں ان کا حصہ بورڈ کے گل مال متروکہ میں ایک تھا اسی سے کم ہی نکلے چاہیکن دادا اگر جائے تو وصیت کے ذریعہ انھیں ایک تھا اسی کا مالک بن سکتا ہے۔

تیسرا سوال جس کا عنوان "طلاق" ہے وہ بھی بے غرضی میں پہلے دونوں سوالوں سے کم نہیں۔ مسلم معاشرے میں خلافی قدروں کے احاطات کی بات اپنی جگہ درست لیکن اس خلاف کو اس بات کی دلیل بنانا کہ طلاق کا حق مرد کے ہاتھ سے چھین کر خالت کے سپرد کر دیا جائے مار دھشا پھوٹ انکھے والی بات ہے۔ آخر کی امنابت ہے دلیل اور دعویے میں۔ ہم نہیں بھروسے کہ علیٰ استدلال کی تکانک اور حکام و محقق کے درود برت سے اس درجہ بے نیاز رہنے والے کالمی صاحب اپنے موکلین کے مقدمے کیسے لڑتے ہوں گے۔

کاش وہ آنکھیں کھول کر دیکھتے کہ جس مالک میں مردوزن کی مساوات کے سرتاسر چاہلانہ اور خلاف غلط نظرے کے تحت مردوزن کو طلاق کے معلمانے میں بھیان حق دے کر یہ معاملہ بورڈ آف لاس کے سپرد کر دیا گیا ہے وہاں نکاح و طلاق کا حال کتنا ابترے اور انفلاتی گندگی کی طرح جو راہوں پر اچھل رہی ہے۔ امریکہ والیخینہ وغیرہ کے گروپوارے تو آئے دن چھپتے ہی رہتے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ نکاح کا اوسط مال میں جاں فیصلہ اور طلاق کا ساٹھی صد۔ پھر کسی کیسی فریب کاریاں اور کسی کسی نوع کی نیاستیاں طالباً طلاق کو رٹ آف لا کر مطمئن کرنے کیلئے کرتے ہیں اس کا حال معلوم کیجئے تو طبیعت سیمہ کو استفراغ ہو جائے۔ اٹھو گیٹ صاحبان سے زیادہ کوں اس بات کو حلتے چاہ کہ کسی سچی بات کو عدالتی طرح پر ثابت کرنا اکثر پیشتر لکھا شواہ پوکرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں طلاق کا اختیار عدالتوں کو منتقل کر دیا گیا ہے وہاں سو میں وہ مقدمے بھی ایسے نہیں ہوتے جس میں طلاق طلب کرنے والا مرد یا بورڈ سیدھے اور سچے طریقے پر صرف وہی وجہ بیان کر دیتے ہیں اکتفا کر لے جو حقیقتہ طلاق چاہئے کاموجب ہے بلکہ غوراً

انتشار اخلاف اور پرائندگی کے پچھے باقی نہیں رہ جاتا۔ عقل و شمنی کی بات اور یہ ورنہ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ کسی بھی قانون کی تمام دفاتر اور تمام مشقوں کو لازماً اُن بنیادی تصورات اور اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہونا چاہئے جن بریہ قانون استوار ہوا ہے انھیں اس نکتے کے اور اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی کہ قانون نمائندگی یا راجم و رافت کے تحت پرتوں کو دادے کا وارث بنانا ایک ایسا غیر منطقی، غیر اصولی اور نامعقول اقدام ہے جو قانون و راثت کے بنیادی کلیات سے منہادم ہے اور اس کی مثال اسی ہی ہے جیسے بیب کے درخت کی ایک ہنری مرآب امر و باندھ دیں۔ امر و نسبت کے درخت پر نہیں ٹھاکرتا اسی طرح قانون و راثت کے بنیادی اصولوں میں کسی مفردے کی نمائندگی کی کوئی بگناشش نہیں ہوسکتی۔

سوال ایکسا در بھی پیدا ہوتا ہے کہ پوتے اگر واقعی اس پوزشن میں ہیں کہ انھیں مالی مدد ملنی چاہیے تو آخر و ادھے کو اس نے دو کامیاب کر دہ ان کے لئے پچھے وصیت نہ کرے۔ اسلامی قانون و راثت میں ایک تھا اسی مال کی حرارت وصیت واجب التسلیل ہوتی ہے۔ دادا اگر دیکھو رہا ہے کہ اس کے مرضوم بیٹے کی اولاد غیریت میں تھا اور ادھے تو اسے حق ہے کہ اپنے مال میں ان کے لئے وصیت کر جائے۔ اس سے زیادہ ان پرتوں کے لئے شفیق کوں ہو گا۔ جن لوگوں کو پرتوں کی ہمسروڑی میں نیند نہیں آرہی ہے وہ قانون و راثت میں بے اصولی پیدا کرنے کی نرموم کوشش کے بجائے یہ سب رہا اور صاف راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے کہ ادھ کو اسلام کا قانون وصیت یا دلا میں اور ترغیب دیں کہ ہر دادا اپنے ان غریب پرتوں کے لئے بھی مال کی وصیت کر جرے جن نے باپ مر جائے ہیں۔ یہ طریقہ پرتوں کے حق میں نہیں اسی زیادہ ہمدرد دانہ ہو گا کیونکہ لوٹنے کا اگر رہستی و رثا کی فہرست میں شامل کر دیا گیا تو اکثر پیشتر حالتوں

کریں تو بڑی نامزوں بات پہنچ کسی بھی حالت میں کسی کو طلاق کا حق حاصل ہی نہ ہو تو انھوں نے قانون بنا یا تالکہ جو لوگ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں اٹھائیں۔ قانون مذکور تصور اس وعقار اور پر تقاضی نہیں ہو اکرتا ہے اس قانون سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعادزیاہدہ نہ ہو سکی۔ صرف معنوں سے چند لیے لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا جو آج کی مصلحہ میں خود ازیادہ چیز تھے اور سماجی دباؤ کو نظر انداز کرنے کی حراثت رکھتے تھے۔ ظاہر ہے ایسے لوگ معاشرے میں کم ہی ہوتے ہیں ایذاہن و سماج میں طلاقوں کی شرح نہ ہونے کے برابر ہی رہی۔ اب اگر کوئی صاحب علم و فہم اس معلوم صورت حال کے باوجود دینی مرض جھاؤ کے ہندو معاشرے میں طلاقوں کی شرح کم ہونے کا باعث سن چکیں کامنہ و بیرج ایکٹ سے تو اس کے سوا کامیاب ہجھا اسکتا ہے کہ اس شخص کے نزدیک علم سے بھی ہیں لوگوں کی اور فہم کا مطلب ہے خردشمنی۔ جو قانون ایکٹ یا بچیز کو مرض نہ ہوں یعنی کامور جب بنا سے کامیاب ہے اس طرح پیش کر رہے ہیں جیسے وہ بار افراد پانی جانے والی طلاقوں میں کامور جب بنا ہو۔

ناطقہ سرگیر بیان ہے اسے کیا کہیے

سانسکریت کی بات ہے کہ مقامی لکھنا جائز اور مالکتے جہاں طلاق کے لئے کوئی مذہبی تصور نہیں اور حق طلاق تصور ہے کہ دیگر ہے عدالت کو۔ ان مالکتے میں طلاقوں کی وجہ شرح ہے اس کے مقابلے میں مسلم معاشرے کی تجویز طلاق نہیں کے برابر ہے۔ اپنے ہندوستان ہی کا سرفیت کر کے دیکھئے۔ تکاح کے مقابلے میں طلاق کا اوسط ایک فصلی بھی نہیں۔ مالک کے ہندب مالکتے میں طلاقوں کی بھروسہ ایک اضافی ہشیت حاصل کر جائی ہے۔ شادی شدہ شوہزادوں میں کم سے کم دو شوہزادی کی وجہ کی کمی یوں کو طلاق دے بھی جسے ایسے ضرور ملیں گے جو کئی کمی یوں کو طلاق دے بھی جسے ہیں اور کمی کی بیویوں سے طلاق نہیں چکے ہیں۔ بھروسہ کے زیادہ نہیں تو ایک بار ضرور طلاق کھلانے اور طلاق کھلانے کا ذائقہ چلھر کھا ہو۔

بھوئی ڈجہ گھٹری جاتی ہیں اور افسترا پر دازی، بہتان تراشی اور مکر و دبیل کے کمی بھی بدتر حرب کے استعمال سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ اسلام کے پاکیزہ طریقہ طلاق سے بیزاری کا انہما کرتے ہیں کورٹ والے طریقہ طلاق کو سند کرنا ایسا ہی ہے جیسے روائی گھیری قویتے بریانی اور گوشت وغیرہ پر ناک بھوں چڑھانے کے بعد اس وقت خوشی سے جھوم اٹھتی ہے جب اس کے سامنے بینگنیا ہلنے ہر سے پہنچ دالدیے جاتے ہیں۔ یہاں بے اختیار قران کا بیان کر دہ واقعیاً تسلیم ہے جب حضرت مولیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ انہیں لونِ الیاذی ہھو آڈیا پائیڈی ہھو خیبر (اوے یکا تم ایک اعلیٰ درجے کی چیز کے سمجھائے ایک ٹھیا پیڑلنا چاہتے ہو)۔

یہ دلتشی کی حد ہے کہ اوسط طلاق کے سلسلے میں کامیاب ہنا مسلم معاشرے کا مقابلہ ہندو سماج سے کرو رہے ہیں اور کسی ناچھنپے کی طرح ہندو معاشرے میں طلاق کی تجویز کم ہونے کا سبب ابھی سن چکیں میں بننے ہوئے اس ہندو سماج ایکٹ کو فراہم رہے ہیں جس نے ایک ہندو شوہر کو بیحق دیدیا ہے کہ عدالت کے ذریعے اپنی بیوی کو طلاق دے سکے۔

وکی خوش فکری اے۔ شادی اسکوں کے نجے بھی جانتے ہیں کہ طلاق کا ششم ہندو معاشرے کی نامہ بھی روات اور غالباً تصورات میں پایا ہی ہیں جاتا۔ وہاں تو شادی پڑھتی تو بس زندگی بھر کے لئے ہو گئی۔ کامیاب صاحبے استدلال کا کوئی مفہوم اس وقت تو مجھ میں آسکتا تھا جب صورت حال یہ ہوئی کہ نہ کوہہ ہندو سماج ایکٹ سے قبل ہندو سماج میں طلاقوں کی بھروسہ اسی وجہ اور اس قانون نے اگر اس بھروسہ کو کم کر دیا ہوتا یا انکی حقیقی صورت حال یہ ہے کہ اس قانون سے قبل ہندو سماج میں طلاق کا قصر تھا ہی ہیں۔ بھجھے نہیں۔ سیاہ تر جنم بھروسہ کا ساتھ ہے۔ بچی تصور مذہب سماج کے غالباً داگروں میں ایک مذہبی عقیدے اور روایتی قانون کی چیزیت رکھتا تھا۔ ہندوؤں کے ارباب نکر نجیب بکھا

نہیں شامل نہ ہونا، طلاق کا کامل اختیار شوہر کو ہوتا اور اس مسئلے میں عدالت کی دخل اندازی کا خالص ارجح از بحث ہوتا۔ یہ تماں امور صریح و حکم تو این کی جیت سے اللہ کے نازل فسرودہ ہیں اور اللہ کے آخری رسول نے اپنی مسلمانی معاشرے میں چاری دساری کر کے بھی دکھلادیا ہے۔ اسکے باوجود اگر کوئی شخص شدوم کے ساتھ ان تو این کو ناپسندیدہ طلاق اندر اور انسانیت دشمن قرار دیتا ہے تو اسے آنکھیں ٹھوٹ کر دیکھ لئنا چاہیے کہ خود اللہ تعالیٰ اس کی اس باغیانہ جمارت کو کفر سے تعیر کر رہا ہے زیریکہ کوئی مولوی کفرا کا نیتوی الگارہ ہے۔

اسی سورۃ میں چند آیات کے بعد اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔
 آفَلَا مَسْدَّدًا بَرُوفٍ
 إِنَّمَّا أَنْ أَمْرٌ عَلَىٰ أَقْبُوْهُمْ
 نَهْيٌ كَرِتَةٌ - کیا یہ لوگ قرآن ہیں خود دنکر
 أَقْفَالُهُمْ - پر تالہ پڑے ہوئے ہیں۔

ایمان کا کوئی مستقر انسان کا قلب ہی ہے۔ دماغی اعتباً سے وہ کہتا ہی تیز طرار ہو لیکن اس کے دل پر اگر تالہ پڑی ہے تو تکرہ فہم کی ساری صلاحیتیں کھڑی کی تریکیں و آرائش میں صرف ہوں گی۔ یہ تم نہیں کہتے قرآن کہتا ہے اور متکر رن پر جس شخص کو ایمان کا دعویٰ ہو اسے دل کا دروازہ کھول کر قرآن میں تدبر کرنا چاہیے۔

اس تدبر کے بعد ہماری بصیرت بھی محترم کاظمی صاحب سن لیں کہ آدمی کو اپنے علم و فہم کی بساط سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ جو مسائل اور سچے درجے کا تدبیر، اعلیٰ درجے کی سوچ بوجھ مکافی علم و حقیق جاگت ہو اول اور سلامتی کی راہ حلے والاد مانع چاہتے ہوں ان سے عمدہ برآ ہونے کے لئے محض دُگریاں اور سندیں کافی نہیں۔ داشت مند دہ سے جو جہل مرکے بچے اور اپنی استعداد سے باہر کی بالاں میں نہ آبجھے۔ خصوصاً مسلمان کو تولاز مأیہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا اور الامتحان ہے۔ یہاں بہت قلیل عرصے رہنے کے بعد ہمیں حساب کتاب بھی دینا ہے اور جو کچھ ہم زبان یا قلم یا ماخی پر دروں سے یہاں کرتے رہے ہیں وہ سب

حقیقت یہ ہے کہ طلاق کی کثرت اور تقلیت کا کوئی تعلق اس بات سے نہیں ہے کہ طلاق کا طریقہ کیا ہے۔ اگر اس بات سے ہوتا تو دنیا میں ہر قوم سے زیادہ شرعاً طلاق مسلمانوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ ان کے پرنسپل لا میں نہ دعاالت کی اختیاری ہے نہ کسی اور کھٹ راگ کی صورت کا طور پر آزاد ہے کہ جب چاہے زبان کو حرکت میں لے کر طلاق دے دیے۔ پھر بھی اس قوم میں طلاقوں کی تقدیت اور ان اقوام میں طلاقوں کی بہت جنیں طلاق کرنے والے کیلوں اور دلارتوں کے ہفت خواں طے کرنے پڑتے ہیں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں کی کثرت تقلیت کا تنظیمی تعلق معاشرے کی اخلاقی حالت اور افراد کے ذہنی ارٹخ سے ہے ذکر طریقہ طلاق سے جس معاشرے میں مردوزن کے تعلقات صرف ماذی اور حصی قدروں پر پہنچ ہوں گے وہاں طلاق کی بہتات ہرگی خواہ طلاق طلاق آسان ہر یا سائل۔ اور جہاں معنوی دروغانی قدر میں بھی کسی ایمیٹ کی حالت ہوں گی وہاں طلاق نہ تاکم ہوگی۔

مسلمانوں کا پرنسپل لاد دنیا کے ہر پرنسپل لا پرچ نایاں نو قیمت رکھتا ہے اس پر بہت سچ لکھا جا چکا ہے۔ ہم خود بھی یہاں تھوڑا سا تقابی موابیث کرتے یا کن محترم کاظمی صاحب قابلیت اور سخن فہری کی جس طرح سے لفظی کر رہے ہیں اس طرح بزرگوں اور تحقیقی موادیٰ جیتنیت اسی ہی ہرگی جسے بھیں نے آجے میں بھلیے۔ ہم آج کی گفتگو کو دو آئیوں اور ایک بصیرت پر ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

باری تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِينَ لَمْ يَرْجِعُوا فَقَعْدُهُمْ
 وَأَمْسَلُ أَعْمَالَهُمْ
 ذَلِكَ مَا نَهَمُ وَكَرُهُوا
 مَا أَسْرَلَ اللَّهُ دَمْهُمْ

اور جو لوگ سکر ہوئے وہ منہ کے بن گئے اور کھو دیئے داشت ان کے اعمال۔ یہ اس سیئے ک انجیں وہ پسند نہ آیا جو اللہ نے نازل کیا۔

چوری کی پاداش میں باقہ کامٹا پوتوں کا وزنار کی

ناجائز کا شرعاً سوال اٹھایا جائے۔

فدادات و رسیمه

سوال :- از۔ انہما حسین ندوی۔ بستی۔

اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کا جان و مال بالکل غیر محفوظ نہیں۔ کہا جا سکتا کہ کس وقت کہاں فرقہ وار ان فدادات کی روایت پڑے۔ جب فدادات کی آنکھوں میں تھیں تو حکومت کا رویں ایک خاموش تماشائی کا ہوتا ہے بلکہ پس اور قاتل فرقہ پرست فسادی پولس اور فوج کے زیر سایہ تسلی و فارتگری کا بازار گرم کرتے ہیں۔

اندریں حالات مسلمانوں ہند اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں۔ الگ اپنی زندگی اور کارخانوں کا یہیہ کہ ایں تو ایسی صورت میں حکومت فدادات کی روک تھام کے لئے موثر اندام کرنے پر مجبور ہو گی ورنہ اپنے وعدے کے مطابق روپیرہ دینا ہو گا کیوں کہ یہ معلوم ہوا کہ اب بھی کاروبار حکومت نے اپنی پیڑی گی میں نے لیا ہے۔ جو قسم اس طرح ماملہ ہو گی اس سے مسلمان یا اُن کے درناء اپنا کاروبار چلا سکتے ہیں۔ فدادات کے روکنے کے لئے جو تدبیر تھی جاتی ہیں انہیں ایک موثر تدبیر یہ لائف اشوریش بھی ہو سکتی ہے لیکن مسلمانوں کے لئے مشکل یہیہ کہ یہ سودا اور قمار میں داخل ہے۔

اس طرح الگ اپنا روضہ ڈاک خانہ یا بیانک میں جمع کر دیں اور اس کے سودے خود متفق نہ ہوں بلکہ شخص حفاظت کی غرض سے اپنا کریں تو اس صورت میں سودا کاروبار کی اعانت ہو گئی جو حصیت ہے۔

اس وقت مسلمانوں ہندوستان حالات سے گزر رہے ہیں کیا یہ اضطرار کی حالت نہیں ہے۔ آخر یہ اضطرار نہیں ہے جو اضطرار کی تعریف کیا ہو گی۔ امید کر جائیں والا بھی کے صفات میں سیر حاصل بحث فرمائیں گے کیونکہ یہ وقت کا اہم مسئلہ ہے۔

آخرت کی میزان احتساب میں ٹھنڈا ہے۔ ایمانہ ہو کر آج ہم محل مرکب کی رویں میں خدا اور رسول ﷺ کی اہانت کر کے اپنے آپ کو میں مار خال سمجھ لیں اور کل اس کی پاداش میں درست اور طویل عذاب ہمارے لکھے پڑے۔ و نعمود بالذمہ شور افساد من سینکڑات اعمالنا۔

سیاسی روزہ

سوال :- از۔ اشتیان عظی۔ ال آباد۔

دہلي کے ایک روز نلمے میں "بادشاہ خان کی تائید میں روزہ" کی تحریک سے ایک خبر شائع ہوئی ہے وہ یہ ہے "لکھنؤہ، راکتوبر، شہر کے تقریباً ایک درجن سے زیادہ مسلمانوں نے سرحدی گاہنہ کی تائید اور ملک سے فرقدار اور فدادات کی روک تھام اور تو گیجھی پریدا کرنے کے عہد کے ساتھ ایک روزہ کا روزہ رکھا۔ چھھے مسلمانوں نے سیاسی بریت رکھا تھا لیکن ان ایک درجن کے قریب مسلمانوں نے روزہ رکھا اور انہوں نے باقاعدہ روزہ افظار کیا۔ (روزہ نامہ الجمیعتہ دہلی، ارکتوپر ۱۹۲۴ء) اگر یہ خبر صحیح ہے تو کیا کسی بھی مسلمان کا اسلام میں اس طرح کا روزہ رکھنا جائز ہے؟

جواب :-

ایسے روزے کو ناجائز کہنے کی تو کوئی معقول وجہ موجود نہیں العینہ یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایسا فعل ہے جس سے نفع دنیا نہ فرع دین۔ فرع دین تو اس سے نہیں کہ مقصود نہ رضاۓ الہی ہے نہ تو اب آخرت۔ پھر اجر و ثواب کا کیا اس دل۔ اور فرع دنیا اس۔ لئے نہیں کہ جو فرستہ وار اسہ ذہنیت فدادات کی پشت پر کار فرائے وہ اس روزے سے تجویں اور کیسے مٹا فر ہو گی۔

دنیا میں الحقویں کی ہی نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہیجے وہ غیر عموی لکھت میں ہیں لہذا بے عقتنی کے کسی بھی مظاہر پر اتحاد سیجیدگی سے توجہ دنیا ضروری نہیں ہے کہ جس اس

جواب :-

اگر ہمیرہ اقتدار کسی بھی درجے میں اُس صفت عظیٰ کا علاج ہوتا جس کا آئے ذکر فرمایا تو بلاشبہ سلامی مشریعت کے قانون اضطرار کے تحت جواز کی گجانش پیدا ہو سکتی تھی لیکن حالات کا فائزہ مطابق سچے تو پر طلاق کر سکتے وہ خوشنازعات باندھنا جن کی آپ نشاندہی کی کوئی بھی معقولیت نہیں رکھتا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ فضادات میں صرف وہ لوگ تو ملک و باد نہیں ہوتے جو کارخانوں یا حادادوں یا بڑی بڑی دکانوں کے مالک ہیں بلکہ زیادہ تر وہ لوگ ملک و برداد ہوتے ہیں جو اقتصادی اعتبار سے معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب کیا آپ یہ مشورہ دیں گے کہ ہر بر شخص اپنے جان وال کا بھیر کر اتا پھرے۔ ظاہر ہے کہ یہ تجویز ناممکن انفلہ ہے لہذا اس قتلہ بر کے درجے میں جائز ہو سکتا ہے کہ اسے دن کے فضادات تے پیش نظر وہ لوگ ہیں کہ اس جو کارخانے یا بڑی دکان یا بڑے محلات کے مالک ہیں لیکن ان کے بھیر کر اپنے کو فضادات کی روک تھا اس کا ذریعہ کھانا یا کسی تہہ خوش فہمی بوجی۔

ہمیں نہیں معلوم کہ بھیر کا تامکار و بارہ سرکاری بن چکا ہوا بھی پرائیویٹ پینڈیاں بھی کام کر رہی ہیں خرض کر لیجھے تمہل طور پر سرکاری ہی بن چکا ہو تب بھی کیس آپ بھتے ہیں کہ فضادات کے فضوبے خود سرکار بناتی ہے؟ غائب ایسا ہمیں بھتے ہوں گے۔ پویں فضادات کے موقع پر مذہبی صفتیت کا منظاہرہ کرے یا انتظامی عملہ جانش داوی سے کام لے یہ الگ بات ہے لیکن منصوبے تو کچھ اور بھی لوگ بناتے ہیں اور بارہاں بھی ہوتا ہے کہ فرقہ پرستی کے دھیان جذبے میں ایسے سماں مقاصد کا بھی شامل ہو جاتا ہے جن کے تحت فضادات کی آگ بھڑکانے والے عناصر بر سراقت دار یا رانی کی رسوانی کا سامان فراہم کرنا بھی ضروری خیال کرنے ہیں لہذا

سرکاری املاک کو یا کسی بھی ایسی جائیداد کو نقصان پہنچانا جس کی بربادی سے خود حکومت کا بھی خسارہ ہو اجھیں مفید ہی نظر آتا ہے نہ کہ مضر۔

علاوہ ازین اس ایڈیشن کی طرفیں کو کیجئے گا جس کا معتدله حصہ فقرہ پرستانہ دینیت کا شکار ہو چکا ہے۔ کوئی پولیس آفیس اگر فقرہ پرستانہ ذہن رکھتا ہے تو اسے ذرہ برا بر اس کی بروائے ہو گی کہ فزادی عناد مسلمان کے جس کا رخانے یا دکان یا مکان کو جلا رہے ہیں وہ سرکار کے ہیں بھی شدہ ہے۔ میکے کی وجہ سے جو تاداں سرکار کو دینا ہو گا وہ ظاہر ہے اس پیس آفیس کی وجہ سے ہیں جائے گا اس اس کے طرز عمل پر اس تاداں کا خیال کیوں نہ انداز ہونے لگا۔

رہی یہ بات کہ ہر سرکاری ملازم سرکاری نقصان کو اپنا نقصان بھے۔ تو یہ ذہن ہیں شاید موسال بھی پیدا نہ ہو۔ "سرکار" یا "حکومت" کسی ایسے دیکھانا نہیں ہے جو اپنے فیصلے ہر جگہ پہنچ کر قابوں شکنون کی گردن مردڑے دہ تو ایک بوری مشیری کا نام ہے جس کے کل پیڑے دے ایڈیشن کی طرفیں ہو گلاتے ہیں۔ یہ کل پڑتے فرض شناس اس ہوتے تو فضادات کا جس اتنا پر بہار نہ ہوتا کیا آپ اسی ہندوستان میں یہ جگہ ہیں دیکھ رہے ہیں کہ ایک حصہ بے کا ذیر اعلیٰ خود اپنے ہی صوبے کے امن دامان کی بگڑی ہوئی حالات پر احتیاج کرنے کے لئے برت رکھ رہا ہے۔ اور کیا آپ نہیں پڑھا کہ بحاجات کے گورنر شریمان نارائی نے بادشاہ خان سے کس صفائی اور دُکھ کے ساتھ اس الملاک صورت واقعہ کا انہمار کیا کہ فضادات کے دوران ان کے شور و دل کو ردی کر دیا گیا۔ ان کی ایں پہنچ اساعی کی حوصلہ شکنی کی تھی اور وہ سرایا بھروسی دے لیسی کی تصور یہ بن کر رہے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بھیر کسی بھی درجے میں اس درد کی دو انہیں ہے جس کی بیسوں سے چارے وطن کی سب بڑی اقلیت بے جسیں ہے اور جس کی تباہت و شاعت کا

اچھا خاصاً حساس خود حکومت کے بھی ان افسر اور کوئی
ہے جو تعصیب میں اندھے نہیں ہو سکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ
بر صورت حال ملک کو سوائے نفعان اور احتفاظ کے
چکھے نہ دے گی۔

ایک بات اور قابل خوبی ہے۔ کیا صورت حال
یہ ہے کہ بہت سے مسلمان یعنی کو درد کا درد بھی پڑتے
اس پر عمل پیرا ہونے کی خواہش تو رکھتے ہیں لیکن مذکور
اس نے کئے ہیں کہ مفتیان شریعت نے اس کے جواز کا
فتویٰ نہیں دیا ہے اگر واقعہ صورت حال یہ ہوتا تو
آپ کی یہ خواہش کوئی معنی رکھتی ہے کہ مفتیان شریعت
اس نے کئے پر توجہ کریں۔ لیکن صورت حال ایسی نہ ہوتا اس
لئے سوچنا لاحاظ سی بات ہے۔ جہاں تکہ ہمیں علم
ہے ایک فتح مسلمان بھی ایسے نہ تکلیں کے جو بھیر کرانے کے
خواہش نہ تو یہوں گمراہ کے جواز کا فتویٰ نہ ملنے کی وجہ
سے اپنی خواہش پوری نہ کر رہے ہوں۔

بھی بینک میں روپیہ جمع کرنے کی بات۔ تو جن حالات
سے سابقہ ہے ان ہیں کوئی بھی ذمہ فہریں عالم اس بات کو حرام
تصویر نہیں دیتا کہ تحفظ کی کوئی اور سماں بخش صورت نہ ہو تو
روپیہ بینک میں جمع کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



دانیٰ نزلہ۔ قبض۔ دردسر۔ بالوں کی سفیدی کیلئے
محخصوص نہ دار اثر دوائیں

«حِمَارِی»

نادری اور لکھ پڑتے امر ارض کی کامیاب دو
سچے۔ آنکھوں کی روشنی بھی بڑھاتی ہے۔ کم عمری میں بال
سفید نہیں ہوتے دیتی۔ فائدہ بالغہ آرائی سے پاک ہیں۔
پورے بھروسے اور اطمینان کے ساتھ استعمال کریں۔
میں یوم کے استعمال کا پیکنگ مع مخصوص داک۔ دش روپے

«الشُّرُوْكَ الْمُبِيْرَ»

گیس ٹریبل کے لئے محخصوص ہے

ڈکاروں کی زیادتی یعنی کی جملن۔ بدھنی۔ اپھارہ۔
تبغ۔ پیٹ کا درد۔ تیز ایت۔ گیس (رس پا ۲) کی کثیرت
پیدا و ایش وغیرہ شکایات کو کھو دیتی ہے۔ فوری اثر دھکائی
اوہ آٹا فانامر ارض پر کنٹرول کر لیتی ہے۔
قیمت فی پیکنگ مع مخصوص۔ چار روپے۔

ہندوستان کا قندیم در اخانہ
ہاشمی دوا خانہ۔ دارالشفاق دیمی۔ امروہ سے
صلع مراد آباد (یو۔ پی)

مسجد مسجد میان میکٹ

یہ بتانے کی ضرورت نہیں، کرملاہ ابن المعرج
مکتی کے شہ پاروں کو تھوڑے تھوڑے وقف سے کسی بار
پڑھنا بھی لطف سے خالی نہیں۔ ان میں تیسم کی چاند نی
اور طنز کی تکنی ہی نہیں افادیت بھی ہے۔ مانقطاطر
پر اسے طرز اور مزاج برائی مزاج پر میں نہیں کرتا۔ وہ کسی نہ
کسی اخلاقی مقصد پر بھی آپ کی توجہ منقطع کرلاتا ہے۔
حکمہ اول۔ پاچ روپے۔ حکمہ دوم۔ چھ روپے
منیجس۔ مکتبہ محلی۔ دیوبند (یو۔ پی)

سوال و جواب

”ایشیا“ (بینگم) کے نمائانے سے کامولنا مودودی سے انٹرویو

کی صورت میں رجعت پسندی کے معنی سے بچنے کیلئے اسلامی تحریکوں سے منسلک ہونے میں مارکھوس کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس طبقے کے لوگوں کو مناسب رہنمائی سے بچنے اور مگرایی کے غاروں سے بکال کر صداقت و حقیقت کے ضروری بھاجا کر سو شریوم اور اسلام کی موجودہ بحث سے دل و دماغ میں جوشکروک و شہادت اور سہالات پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے ازالہ کی کوئی موڑ صورت کی جائے۔ چنانچہ معلوم کر کے کامولنا مودودی تھا۔ چند روز کے لئے لندن آئے ہیں اگر مشترکہ مفتہ ان سے ملنے کے لئے لندن کے وسطی علاقوں کی نیشنل پیپلز آئی۔ جہاں مولانا مودودی صاحب کیمڈن پل پر ٹھہر کر پیٹ کے نیٹ میں قیام فرماتے تھے مولنا ادا الذخیرہ کیمڈن پل پر ٹھہر کر پیٹ کے نیٹ میں شرکت کے بعد لندن تشریف بدمکار باطل کی۔ ایسی کامپرس میں شرکت کے بعد لندن تشریف لائے تھے جہاں سے بچنے کی شاک کو معرف پاکستان کے لئے روانہ ہو گئے۔ چونکہ مولانا صاحب سے میری گفتگو سوال جواب کی صورت میں ہوتی اسی لئے اسی ترتیب سے سوال و جواب

یہاں میرے تصویر میں بھی نہیں اسکتی کہ پاکستان میں کوئی شخص خلوص نیت اور سجدگی سے اسلام کے نفاذ کا خواہش مند ہو اور خود کو ایسی تحریکوں سے اگل تھلگ رکھے جو اسلام کی سربلندی اور فردغ کے لئے کام کرو ہیں۔ میرے مشاہدے میں ایسے لوگ ہرروئے ہیں جو طلاقیت کا نہ اڑاتے اور قوائیں اسلام کو درجیدیں ناقابل عمل پسندی قرائیتے اور قوائیں اسلام کو درجیدیں ناقابل عمل گردانتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ میرے نزدیک اپنے دل و دماغ سے سوچنے کے جاگے خیر قوتوں کے مستعار نظریات کو حق و باطل کی میران سمجھتے ہیں۔ اپنی لوگوں میں سو شریوم کے علمبردار بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ اس لحاظ سے بہت خطرناک ہیں کہ ہر ہی تحدیدیہ نادیک کے ذریعے اور وقتی مصلحتوں کے تحت اسلام کا نام استعمال کرنے سے بھی درج نہیں کرتے۔ پاکستان میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں چوڑا حاضر کے غیر العقول سائنسی انجمنات اور ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کی ظاہری چیزیں دمکتے اس قدر مٹا شہر میں کامیابی کیمپ میں داخل ہونے

خواشندیوں کا طائفہ پسند کرتے ہیں۔ چونکہ باشیں باز و دارے اخلاقی حدود کے پابند نہیں ہوتے اس سلسلہ بہت ہوشیاری کے ساتھ انہوں نے ڈیکٹیٹر شپ کی حمایت کر کے حکومت کے قلمروں میں داخل پیدا کر لیا۔ اخبارات کی خواشندگی کے محافظ پر قبضہ کر لیا اور اس طرح منت سماجت سے رویہ ٹولیوویرن تک رسائی حاصل کرنے کے گواہوم تک پہنچنے کے تمام ذرائع (MASS MEDIA) پر عملی تبدیل کر لیا۔ چونکہ دن ار غاصر کے بوس میں خواشندیوں تھی اس نئے وہ سرکار تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔

البتہ وہ براہ راست جمہوریت کی بحالت کا کام کرتے رہے جس کی وجہ سے انہوں نے حکومت کی دشمنی ہوں گے تو ایوب اور باشیں باز و دارے غاصر کے درمیان یہ ایک بے الکلام عابدہ تھا کہ ہم تمہاری خواشندگی کے قلمبھل اسلام کی جڑیں کاشتے کی کھلی چھٹی دیدے پورے گیارہ سال تک اس معاملے پر عملی لارڈ ہوتا رہا۔

سوال عن: اگر آپ کا یہ تجزیہ درست ہمیں پورے تو سو شرکم کی خطرات سے بچنے کے لئے پیش بندی کے طور پر اسلام پسند تحریکوں خصوصاً جماعت اسلامی نے کیا کام کیا اور پاکستان میں مذہب کی بنیادوں کو تحکم رکھنے میں آپ کیا حصہ ہے؟

جواب: جماعت اسلامی کو یہ کام کرنے کا ہمت کم موقع ملادوں تو چار سال تک پابندی عائد ہے۔ پھر پیشکش پارٹیز ایکٹ کے بعد جب ہم نے کام شروع کیا تو دو بارہ عجت اسلامی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس مرتبہ پوری مجلس شورے کے اراکین گرفتار کر لئے گئے اور جو بھی زندانوں میں ڈالی گیا۔

چھ سو ہیگز کوڑ کے فیصلے کے بعد جماعت بھال ہوئی مگر اس نماز درت میں سرکاری ملازموں کے لئے حرام تھا کہ جماعت کے لئے پورے کو ہاتھ لکھ لیاں گے پابندی تھی کہ ان کا کوئی عزیز رشتہ دار بھی جماعت اسلامی کی سرگرمیوں میں حصہ نہ لے سکے مگر اس کے برکش سرکاری ملازم کیوں نہم کا لظیحہ پڑھنے کے حجاز تھے اور اس سلسلے میں ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی متنکرین حربیت کا لظر پر بالکل آزادی کے ساتھ ملازمین کے ہر طبقے میں پھیل رہا تھا۔ بلکہ آخر میں متنکرین حربیت کا لظر پر

درج ذیل کرتا ہے:-
سوال مط - ہم اب تک یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ پاکستان میں مذہب کی بنیادی کافی گہری اور جنت ہے۔ اس نئے دہان اشتراکیت یا اشتراکیت بھل پھول نہیں سکتی مگر گزشتہ جلد میں اچانک پاکستان میں اشتراکیت کا جو سلسلہ عظیم آمد آیا ہے۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا دعویٰ غلط تھا یا پاکستان میں مذہب کی بنیادی کافی گہری یا ناپختہ ہے؟

جواب: پاکستان میں مذہب کی بنیاد مضمبوط کرنے کے لئے کوئی کام نہیں ہوا۔ اس کے عکس اتحاد ٹھانے کا کام بہت زیادہ ہوا۔ ایوب دور میں مذہبی بنیادوں کو مکروہ کرنے والے غاصر کو خوب موقع ملا اور اس حد تک انہوں نے مذہب کا منداں اٹھایا کہ کجا چیز میں اسلام مردہ ہا د کے غرضے لگاتے ہیں۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں ہمیں غرضے منوع قرار پائے اور وہ غرضے یہ ہیں۔ القہاک اور پاکستان زندہ اور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ ایوب بی قدرستے جبل انجی ہمہت کسی میں نہ تھی کہ اس طرح اسلام کی تھیکانی جرأت کی جرأت کرتا۔ الیٹسٹ پاکستان میں بالکل وہی کردہ ارادہ کیا جو سو سال کاروں نے اندو نشا میں ادا کیا تھا۔ وہی غاصر کو دباد بیا گیا، ان کی خوبی شکری کی گئی اور اس کے عکس بے دین غاصر کو محل بھیلے کا پورا پورا موقعد یا گیا۔ ملک میں یورکو یونیورسٹی باشیں باز و دارے غاصر کے عاصر کے ہتھیں آگئی۔ اخبارات نیوز ایجنسیوں اور رویہ ٹولیوویرن پر ان کا تبصرہ ہو گیا۔ کا بھوں کے پر و قیس خراستہ دینی کے ہمہلک چرائیم پھلانے میں بیش پیش رہے۔ مزدوروں کی تحریک جس سان باشیں باز و دارے غاصر میں تھی اور ان نئے سریاں دار طبقہ ملک میں پیدا ہوئے تو غربی عوام پر مسلط ہوتے گئے۔ گرانی روز افرادوں بڑھی اور ہمیں افلام زیادہ ہوتا گیا اور اس طرح وہ خشک گھاس اچھی طرح اور کافی مقدار میں جمع ہو گئی جس سے اگر دکھانے کی دیر تھی کہ پورا خوش تعلوں کی پیش میں آگیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بھی تھا۔ ایں باز و دارے متعلق تھے لیکن دلکشیوں کی بنیادی خاتمی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اور گرد

کیا ہے ان کے غم میں پڑنے کی۔ البتہ ان کو رفتہ جوں لوگوں سے
بہنے ان کے خم میں نظر پاکریں۔ ہمارا ارشتہ جو لوگوں سے ہے ان
غم میں بدستور تحریک رہے ہیں۔ اسرائیل کے معاملے میں امریکہ
کی پالیسی کی ہم لاکھ مرتبہ ذمہت کرچکریں۔ ویٹ نام پر امریکہ
کی زیادتیاں بھی اتنی قابل ملامت ہیں مگر مشرقی ترکستان
جس کا نام ایک سلکیا لگکے بدلا یا گیا ہے۔ چین کی زیادتیاں بھی
اتھی ہی قابل ملامت ہیں۔ غربی ترکستان اور قریباً میں ترکوں
اور تاتاری مسلمانوں کے ساتھ جو زیادتیاں کی گئیں وہ یہ نام
میں امریکہ کے مقام سے کہیں زیادتہ ہیں کیونکہ یورپیوں کو تو شرم
نہیں آتی کہ ان کی زیادتیوں کو سامراجی پروپگنڈا کرہ کر ان
پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہم
بے شرم نہیں ہیں، اس نے دیوبخت نام میں امریکہ کی زیادتیوں کو
روسی اور چینی پروپگنڈا فرادری کے کران پر پردہ نہیں ڈالنے
وہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی آواز میں اپنی آواز ملائیں اور حسب
ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم پر امریکی ایجنسٹ ہونے کا الزام لٹھاتے
ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امریکی ایجنسٹ روپی ایجنسٹ اور صنیل ایجنسٹ
تینوں پر خدا کی بعثت۔ ہم نے شروع سے ہر اپریل میں کی بعثت
کی ہے خواہ وہ سخ ہو ازدید ہو یا سفید! اور ہمیشہ کرتے ہیں کہ
مسئلہ میں شیخ نجیب الرحمن نے اپنے حالیہ سیان
میں اسے تابعی کا دلچسپ مذاق فرازدیا ہے کہ اس وقت نظریہ
پاکستان کی محاکمت کا دعویٰ وہ لوگ کرو ہے ہیں جو دو قومی نظریہ
کے مخالف تھے اور قائدِ اعظم کو کافر کہتے ہیں۔ اُپ کا رد عمل کیا
ہے؟

جواب۔ میری نظریہ یہ ہے کہ جو قائدِ اعظم کو کافر
فرادریتے تھے اور اکھنڈ ہندوستان کے حامی تھے شیخ نجیب الرحمن
کی پارٹی کو اپنی لوگوں کا مقابلہ کا حل ہے۔ میری فرادی جمیعت
العلماء اسلام کے ہزاروں مگروں کے ہے۔ اس سے بڑا مذاق یہ
ہے کہ نظریہ پاکستان کی حمایت کا دعویٰ ان لوگوں کی زبان پر
آرہا ہے جو ہم کھلا پاکستان کے لگڑے لگڑے کرنے کیلئے
کام کر رہے ہیں۔ مجتبی الرحمن کے چہ بھلے بھلے خود پاکستان
کی قسم کر رکتے ہیں۔ اس پر مزید وہ میں ہے جو انہوں نے

کی خواجہ شہاب الدین نے مفارش کی تھی کہ ولی عصر بھر ما کہ مزم
کو قرآن پاک سے ثابت کر لئے۔ سرکاری مدارس اور کالجیوں
کی کیفیت بھی بھی کہ جماعت کا لشکر بھر ہاں پھیلے کے راستے
میں ہر طرح کی رکاوٹیں ڈالی گئیں، مگر کم نہیں اور مکریں حدیث
کو کھلی جھوپٹی تھی۔ تین چار ماہ سے پہنچ آتی اسے کے جہاز چین سے
کیوں نہ کم کٹھریوں سے بھروسے ہوتے آت رہے ہیں تھے۔ اُپک
طرح کا سیلاب امنڈا ہوا تھا۔ طھاکر یونیورسٹی کو اونٹے شنگ
کی لال کتابے میں ہزار سخن تھیں مفت دیتے گئے جسیں شکریہ
کے ساتھ قبول کرنے کے بعد طلباء میں پھیلا یا گیا۔ یہ شرکر نہ چین
طلباء کو کھھا لے ہے کہ غیرہ تبدل پُرہ امن فرائع سے نہیں آتا بلکہ
ہندو قلکی گولی سے آتا ہے چاہیز فروری مارچ کے ہنگامہ نہیں
ٹھھاکر یونیورسٹی کے طلباء نے پولیس کا مقابلہ ہیں طلاقوں سے
کہ انہیں دیکھ کر پولیس نے بھی محسوس کیا کہ یہ پوری طرح گورنمنٹ
طریز کی جنگ کی حکمت عملی سے دافت ہیں۔ ہمارا اور اشتراکی
غماصر کا مقابلہ اس طرح تھا کہ ایک پہلوان کے ہاتھ پاؤں
باندھتے جائیں اور وہ سراکھلہ باقحوں لکڑا ہو۔

صلال الحجۃ۔ یوں تو جماعت اسلامی کے خلاف ایک نام
عماشہ کردہ امریکہ کی ایجنسٹ ہے لیکن دیوبخت نام کے سوال پر
امریکہ کی مذمت نہ کرنے کی وجہ سے مختلف خاکھر کو جماعت
اسلامی پر زیادہ سمجھی اچھائی کا موقع ہے۔ اس سلسلے میں
آپ کی اوضاع اسی میں کر سکتے ہیں؟

جواب۔ دیوبخت نام کا عم مچھے کیوں لاق ہے۔ مجھے تو
فلسطین، ایران، اور کاغذ لاق ہو سکتا ہے۔ میں کہتا
ہوں کہ احمد دہیلہ کو شہید کیا گیا تو یا میں بازو کے حقوقوں میں
لیک آہ کی آواز بھی سنتے ہیں نہیں آتی۔ البتہ لوہما کا نام اس
طرح کیا گیا ہو یا ان کا سچا چیخا ہو یا جیسا ہو۔ ہمارے لئے یہ اشتراکی
عنصروں کا درجہ یہ ہے کہ مسلم حقوقوں میں اگر اشتراکی انقلاب تھے
یا اسلام کے بڑے سے بڑے جا سو میوں کو بھائی پر پڑھا دیا
جاتے تو وہ مبارک باد کی صدائیں بلند کرنے لگتیں گے۔ اس کے
برعکس وہ ہم سے توقع رکھتے ہیں کہ دیوبخت نام ایک گوریلا
بھی بارا جائے تو ہم صدائے ماتم بلند کریں۔ ہمیں ضرورت ہمیں

بے حد علمی بخش دیا، مگر وہ اس قدر نکتہ آفرین اور وضاحت طلب ہے کہ اس نشست میں اسے احاطہ تحریر میں لانا بہت مشکل ہے و صفحہ قرطاس پر اس جواب کو سمجھنے کی خاطر شاید کچھ مکمل مفصل مضمون تکمین کرنا پڑے۔

گول میر کا الفرض کے بعد نہیں اسی بیان ہوتے کہ تعلیمیا
تحاودہ وہ مشرقی پاکستان کے نام ملکے راضی ہیں۔ اسے دریوں
بنانا چاہتے ہیں تاکہ پاکستان کے نام سے سمجھا جو گٹ جائے۔
وہ آبادی کی تعداد پر نہ استدیگی کے خواستگار ہیں مگر دنیا کے
قائم شدہ و فناقی اصول کو روکرتے ہیں جس کی رو سے ملک میں
دو ایوانی مقننہ ہوتی چاہئے ان کی ولی یہ ہے کہ پاکستان اس
تعیش کا مکمل نہیں ہو سکتا لیکن ان کے نزدیک ہمارا ملک
دار الخلاف کو ڈھاکہ نے جانے کا تعیش برداشت کر سکتا ہے ان
کوئی پوچھے کہ دار الخلاف کس راستے سے ڈھاکہ لے جایا جائے کہ
اُن سب باتوں کے باوجود خوبی للرحمی کا انفرادی پاکستان کی خوا
کام علی ہونا پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑا امراض ہے۔

اگرچہ شخص واقعی ملحدگی چاہتا ہو اور حکم کھلا پاکستان
کی قسم کا دعویٰ کرتا تو اس کی مخالفت ضرور کرتا لیکن اسے
ایسا نہاری ہے۔

سوال ۱۵: - ملک کے موجودہ حالات پر آپ کی تبصرہ
کر سکتے ہیں اور بھی حکومت کا روحانیں کس طرف ہے؟

جواب: - اس سوال کے دو سے حصے کا جواب تو خود
یعنی خاص ہی و دے سکتے ہیں۔ البته اشتراکیت کے مقابلے اور
جمهوریت کی بحالی کے لئے برابر کوشش ہیں اور یہ کام ہم ہماری
دھکیں گے موجودہ حکومت کے بارے میں راستے دینا بہت مشکل
ہے اس کے لئے مناسب دلت نہ کرنا انگریز ہے۔

۱۵۹۶ء کے آئین کی بحالی کے سال پر مولانا نے فرمایا ہمیں کسی
منطق کی رو سے یہ سمجھایا جائے کہ اس دستور کو رد کرنے والے محیب
الروحانی بحاشی اور ولی خان گروپ کا اس کی بحالی پر اتفاق
یکوں ہمدردی ہے۔ صدر پاکستان سمجھی خار کے مستقبل کے ارادوں
پر اس کے اظہار کے لئے جب ہیں نہ بہت زیادہ اصرار
کیا تو مولانا نے فرمایا ہم اس سلسلے میں نہ تو کوئی حسن ظن رکھتے
ہیں نہ پذیتی بلکہ ہم نا سب وقت نہ کرنا منتظر کریں گے تاکہ ان
کے اصل مقاصد معلوم ہو جائیں۔

آخری سوال بر طبقہ میں تعمیم مسلمانوں اور آئندہ نسل
کی دینی راہ نہائی شے تعلق ہیں نے کیا جس کا جواب مولانا صاحب نے

خوارب افعی

یہودی سازش اور دنیا میں اسلام

قارئین کو یہ سنکر خوشی ہو گئی کہ زیب عنوان نامے
اس اہم ترین کتاب کا ترجمہ تخلی کے صفحات میں پیش
کیا جائے والا ہے جس میں یہودیوں کی بعض خفیہ ترین
دستاویزات کی تیز نشانہ و رچنکاری کے ای تفصیل ادرج ہیں
ان دستاویزیں کو حقیقی رکھنے کی یہودیوں نے بیحد شوش کی۔ لیکن
قدرت کو انکا اقتضا منظور تھا۔ یہودی فذر کو تو یہ میں نہ
کر سکے لیکن انہوں نے یہ ضرور کیا کہ جہاں جہاں انکو حلی یا خفی
اقدار حاصل ہے ہاں وہاں دستاویز نہ کوپاں رکھنا شدید
جرم قرار دیا یا احتکار باشوکیت میں انہیں پاس رکھنے کی مسما
موت تھی اور آج بھی ہے۔ انہیں حکملے صہیون کے ان خپسے
منصوبوں کا حال درج ہے جن کے تحت انہوں نے ہر ہبہ کو
ٹھاکر یا عالمی اقتدار قائم کر زیکار خوں شام دستور وضع کیا ہے۔
ترجمہ مکمل ہو گیا ہے۔ اشارہ اللہ عنقریبہ ارشاد
کا اعلان کیا جائے گا۔

منیجہ تجلی

حکم حسین چشتی

لهم صل عین نہ کے معجزہ

زندگی کا مقصد صرف زیستن برائے خوردن رکھتے ہیں تو ظاہری شھادت باث کے باوجودہ، آن کی زندگی پر لفظ صدقہ کی ہوتی ہے۔

اس سے خرا آئے بڑھیے بعض لوگ زندگی کا اس سے خروز برداشت صدقہ رکھتے ہیں۔ مثلًا شہادت باث کی زندگی بھی ہر دلیکن ساتھ ہی سجدہ مندر میں خدا کی عبادت بھی کیجاۓ اور روزمرہ کی زندگی میں بعض مواقع پر اس کا امام بھی لیا جائے لیکن زندگی کے دیگر معاملات مثلًا تہذیب، تدوں، معاشرت، اخلاق، معنویت اور سیاست سے خدا کو بے دخل کیا جائے۔ زندگی کے ان معاملات میں انسان کے پاس کوئی واضح تصور اور ہدایت نہ ہو اور انسان "ہوا ہو جو حصہ کی چلو تم اُدھر کو کیے مصروف اُس سے زاویہ زگاہ کے ساتھ بہرہ جائے جو اُس وقت پہنچا ذپر ہو۔ ظاہر ہے کہ الیٰ زندگی میں اگرچہ مقصد ناممکن ہے۔ بھر کھی خدا کا ضعیف اور محدود تصور انسان کی زندگی کے خلاف۔ معاملات میں بالواسطہ کچھ

زندگی کے مقصد تھے جائی میں بھی جب انسان کے پاس اسے گذاشتے ہے ملے یہ اور واجح الحسب اسیں نہ ہو یعنی خوبی کی، انسان کے پاس کوئی زندگی کا کوئی ذکری مقصد ہے اسے سیکھ لفظ صدقہ نامیں لے رکھتا ہے اگر وہ پوری زندگی پر حادی نہ ہو اور زندگی کے بعض گوشے میں مقصد نہ رکھ جو اس باث کو مثال کے ذریعہ یاں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر کسی شخص نے زندگی کا مقصد صدقہ دینا یا ہر کو خوب دولت کا کا اور اس کے ذریعہ تھماں باث کی زندگی بسرا کر دے رہے ہے کو اعلیٰ مکان، آئے جائے کے لئے ایک خوبصورت کار، سینئنگ گرو، زرق، برق اس اور کھانے کو پہتر بن غذا حاصل کر لو تو اس کے کہ سکتے ہیں کہ یہ زندگی کا ایک تراجمیوں کی مقصد ہے۔ ان سب چیزوں کے حاصل کرنے کے بعد وہ کیا کرے اور اُس کا مقصد زندگی کی پھرسر کیا ہو، یہ اُسے معلوم نہ ہو یہ تو زندگی کا ایک لکھیا مقصد ہوا جو لوگ

ضد رہیتے ہیں۔ بے تک معاشی عوامل بھی داستان حیات میں اپنا پارٹ ادا کر جائیں۔ اور آج بھی کر سبھے ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا کہ پس پردہ صرف یہی عوامل کام کرتے ہیں، ایک سراسر غلط بات ہے۔ ان عوامل کا کام کرنے میں برا برداری حصہ ہے جو ایک داکٹر کے بنائے ہوئے تکمیر میں مختلف دو ایکوں کا ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک اپنا اپنا پارٹ ادا کرتی ہے۔ یہ کہنا کہ صرف ایک روایی کام کرتی ہے اور باقی سب اُس کے تابع ہیں، غلط ہے۔ اسی طرح سماجی نظام میں بھی معاشی عوامل بھی اپنی انصرافی صیحت لاحق ادا کرتے ہیں اور یہ ہمیں کہا جاسکتا کہ یہ صب سے زیادہ غالب عنصر (DOMINATING FACTOR) ہے اور وہ پڑھنے سارے عوامل اس کے سامنے لا چاہریں۔ مثلاً یہاں لوگوں کے دلوں میں خدا کا تصویر بھی ایک مستقل صیحت اور ہمیت رکھتا ہے۔ یہاں لوگوں کے پاس اغلب کوئی ایسی مستقل قدریں (PERMANENT VALUES) بھی ہیں جو زمانہ کے پہلے نے کے ساتھ ساتھ اپنی الفقر اور صیحت نہیں کھو دیں۔ آج کل کے زمانہ میں ایسا واضح سیکن ناقص تصویر ایک کیونٹ کے پاس ہو سکتا ہے جو خدا کا انکاری ہوئے کے ساتھ زندگی کی اخلاقی (VALUES) کو ایک کتابی شکل دیتیا ہے۔ اور یہ بیان کرتا ہے کہ ابتداء میں اچھے جھوٹ کو گناہ مانا جاتا تھا اور آخر میں بھی گناہ مانا جاتا ہے۔ یہاں معاشی عوامل کام کرنے نظر نہیں آتے۔ لیکن وہ لوگی کا کوئی لادینی تصور اگر کسی حد تک واضح بھی ہو، کبھی تکلیفی نہیں ہو سکتا۔ ایسا تصویر بہر حال عارضی ہوتا ہے۔ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ یہ بدلتا رہتا ہے۔ یہ کوئی یہ اکس انسان یا چند انسانوں کا بنا یا کہوتا ہے۔ اس لئے اس کو ایک مستقل صورت فضیل ہمیں ہوتی، انسان کا داراء فکر بہت قدر ہوتا ہو دو صرف اپنے اپنی قدر پہا اور مال کے مالات سے کچھ کو دو اتفاق ہوتا ہے۔ اپنی بعید کے بارے میں اُس کے خیالات اکثر سکھو کریں کھاتے ہیں۔ مستقبل کیا؟ سے کچھ علم نہیں ہوتا، انسانوں کی فطری خواہشوں صلاحتیوں اور کوئی حصہ

ذکر نہ اڑانداز ہے رہے گا۔ اس سے بھی ذرا اور آگے بیجے۔ اُن لوگوں کا مقصد زندگی ہیلی دلوں صورتوں سے زیادہ نہیاں ہو سکتا ہے جو زندگی کا ایک لادی تصویر- (SECULAR CONCEPT OF LIFE - LAR CONCEPT OF LIFE) رکھتے ہیں۔ مثلاً اس کائنات کے پیدا کرنے والے خالق کے وجود سے قطعی انکار کرتے ہیں۔ اور یہ بھتے ہیں کہ دنیا اپسے اپ بھی، نہ کوئی اور دنیا لئے والی ہے۔ جہاں ہمیں ہمارے اعمال اور انعام کا جواب دینا ہے سیکن اس کے ساتھ ہی وہ زندگی گزارنے کا ایک خود ساخت نظر ہے رکھتے ہیں۔ اگرچہ ایسا تصویر سراسر نہ ہو۔ پھر بھی یہ شخص کے سامنے ایک واضح نسب الدین ہو سکتا ہے۔ وہ ہربات کو اسی نکتہ لٹکاہ سے دیکھ لے گا جس میں خدا کا کوئی دغدغہ نہ ہو۔

۱۰۰ آدھا تیر اور آدھا شیر کے مصدقہ نہ ہو گا۔ آج کل کے زمانہ میں ایسا واضح سیکن ناقص تصویر ایک کیونٹ کے پاس ہو سکتا ہے جو خدا کا انکاری ہوئے کے ساتھ زندگی کی اخلاقی (VALUES) کو ایک کتابی شکل دیتیا ہے۔ اور یہ بیان کرتا ہے کہ ابتداء میں اچھے جھوٹ کو گناہ مانا جاتا تھا اور آخر میں بھی گناہ مانا جاتا ہے۔ اسے آج تک صرف معاشی عوامل (ECONOMIC FACTORS) بھی کرتے آئے ہیں جنہوں نے یا رشا ہوں کے سروں کو تباہ شاہی سنتا یا جنہوں نے قوسوں اور ملکوں کے درمیان جنگ چڑھ رہی، جنہوں نے مختلف مذاہب کو جنم دیا۔ جنہوں نے طبقائی لکھکش پیدا کی، جنہوں نے "مرکھنے والے" (HAVENOTS) اور "دار غصہ والے" (HAVENOOTS) کے دو مقابلہ اسی گروہ بنادئے۔ جن کی وجہ سے میرے داروں اور غصیلوں کے تباہ سے نظر آتے ہیں۔ ہم بھی اس رسمے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ معاشی عوامل زندگی کا زوال ادا کرنے میں کوئی دلکشی حصہ

انفرض یہ کہ جب انسان کے پاس ایک الیا منشیں اور بھیج نصیب المین جو انسان کی اصلی اور فطری ضرورتوں کو پورا کر سکے، نہیں ہوتا، تو وہ زندگی کے ہر مسئلہ پر تجویز کر جاتا۔ تھیس تابعے اگر وہ ایک آزاد فرد ہے تو اس کی عالیٰ زندگی (HIGH F E M I L Y) درہم برہم ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ ازاد کی رہنمائی کے لئے زندگی کے ایک منزادن اور منشیں نظر پر اور قانون کی ضرورت ہے۔ آخر ٹھیکے افراد کی رہنمائی کے لئے آپ کے پاس کوشا لائیک عمل ہے؟ آپ کوون کی تربیت کے لئے اپنے سامنے کوئی مشعل راہ رسمتھے ہیں؟ امگر یہی، اُردو سائنس ریاضی اور بھیج علوم سلکھانے کے بعد تو وہ صرف اپنی معماش کاٹنے کے لائق ہو جاتے ہیں، کیا یہی منشی کے مقصود ہے؟ آپ کو، پھر بھی کیا تھے صرف میاشرت اور خود دلوش کے لئے پسید انہیں کیا گیا ہے، انسان ہوئے کی صورت میں آپ کا مقام اس سے ہمیشہ بلند ہے۔ وہ مقام کو نہیں کہا ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے آپ کے پاس کو نہادیت نہیں ہے، اگر یہ نہ ہو تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ برابر ایک انحصار کی طرح اس کائنات میں اپنا راستہ مٹول رہے ہیں اور آپ کو کمی اپنی بیوی میں نظر رکھے گی۔ میں نے خود اپنے سامنے کی انسانوں کو پہنچا پشوپیت تعلیم یافتہ اور بظاہر جذب پایا یعنی اُن کے ساتھ گھبرا بیٹ پیدا کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ زندگی کے اکثر سوڑی پر غلطی کھا جاتے ہیں اور ان کی باہر کی اور برا جیویت زندگیوں میں نمایاں فرق ہے۔ جو کچھ وہ زور سے نظر آتے تھے قریب آئے پر ایسے نہ رکھنی ہی دستے۔ میری بھی جیسی اس کی وجہ صرف یہی آئی کہ ان کے پاس واضح اور صحیح نصیب المین نہیں ہوتا۔ اگر کوئی انسان ایک رہنمایا ہیں، تو ہے تو ظاہر ہے کہ منشیں راستہ اور نصیب المین نہ ہونے کی صورت میں وہ خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی گراہ کر دیتا ہے۔ یوں تو لوگ اس کے پیچے پیچے

کوئی اس تدری علم نہیں پڑتا کہ وہ ایک صحت مند سماجی نظام کی لٹکیل دے سکے اور تدریں منتھن کرے۔ بے شک انسان اپنی حیات کی بیان پر ایسا کہی رہتا ہے مگر تاریخ شاہ ہے کہ جب کبھی اس نے ایسا کیا، اس نے غلطی کی، اور کچھ وقت گزر جانے کے بعد ذات ہوا کہ انسان کا بنایا ہوا قانون کبھی اذکاراً لشکار ہوا اور کبھی تقریط کا۔ تجربے نے ذات کر دیا کہ اس کے بناء پر ہوئے تو اسیں ہی وہ اعتدال (M O D E R AT I O N) نہیں تھا جو ایک صحت مند قانون میں ہونا چاہیے۔ چاند پر اُترنے کے پار جو دو بھی انسان کا علم محمد درستہ۔ اس کی حدود مغل انسان کی محدود رتوں کا مغل احاطہ نہیں کر سکتی، ماس لئے وہ کبھی دولت (W E A L T H) کو مشکرا کر جد اکھوں میں ریتے کافار مولا (F O R M U L A) پیش کرتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں دولت کا نفرزاد کا ہاتھوں میں آجانا سب خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور کبھی وہ انسان کو دولت کا نہیں اور خرچ کرنے کے معاٹے میں اس تدریجے لگام چھوڑ دیتا ہو جیسے ایک حیوان کو ایک رسی کھوکھو کر آدارہ چھوڑ دے کہ جس بائی کی دلبار چاہے، چھاندے جس محن میں چاہے محسوس آئے۔ غالباً ہر ہے کہ دونوں صورتوں میں انسان غلط راہ اختیار کرتا ہے، اس کو دنجلز نے بھی اسی مقام پر نکری تھوکر کھاتی اور انجام یہ ہوا کہ اُن کی تعلیم کے مطابق ایک توانی نہیں پایا جاتا۔ جو کہ اُن کی تعلیم کے مطابق ایک لازمی امر تھا، اور دنیا میں دنہ نکری نظام — (L E A S E) قائم ہو سکا نہ دہ غیر طبقاتی سماج (C L A S S E S) وجود میں اس کا خواب مار کس نے کبھی دیکھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کا سب ابھی وسیع نہیں کر سکے گا، کبھی انتہا کر تے رہیں تو وہ سماج کبھی علی صورت اختیار نہیں کر سکے گا، کیونکہ وہ ایک ایسی حیاتی خاتمت ہے جس کے لئے اُن خیال سے باہر کی تھوکی دنیا میں نہیادیں موجود نہیں ہیں

پیدا یافت اور شرپسند ہو گئی۔ اقتصادی ترقی کے باوجود تنزل آنا جارہا ہے بڑے پڑھے کہ اور بظاہر نیک اور شریف لوگ درودے ہیں چکے ہیں۔ اور حرامی کرنی سے دونتہ بشار ہے میں الفراہی اور اجتماعی رنگ میں وعدہ ملائی کر رہے ہیں۔ غصب تنگ نظری، بغیر اور غایبت لوگوں کا شعار ہی چکا ہے۔ صرف اقتصادی فائدہ پیش نظر ہے۔ رحم اور انعامات ناپید ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ رہنماؤں کے پیش نظر ایک بارے نظام زندگی دھماکا، اُن کے پاس جو نظر یہ تھا، وہ خدا کا نہیں بلکہ ان لوگوں کا ہی بتایا ہوا تھا اور وہ اُسی کو تجارت و ہدایت سمجھتے تھے جو انجام کا رحلط نہیں ہوا۔ بعض رہنماؤں کا اب یہ حال ہے کہ قوم کی قوم کو خلط رہا ہے پر نگاہی اور آخری سے یا یوس ہو کے کو تھک کر اب عبادت کا ہوئیں پھر انہوں کو خدا کے امنی قریب میں اپنی آنہوں سے دیکھا۔ اس وقت بھی کسی مالک آزادی حاصل کرنے کے باوجود جس راہ پر گاڑن ہیں اُس سے صاف رکھا ہی دیتا ہے کہ یہ راستہ سر امر غلط اور ہیک ہے۔ قوم ساری کی ساری

پلٹتے رہتے ہیں۔ لیکن کچھ مدت تک اُس کی رہنمائی ہیں پلٹتے کے بعد وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ پھر کتف انسوں ملنے ہیں کہ ہم نے اُس کی پیری کر کے ایک غلط راہ اختیار کر لی، مگر پلتا ہوں پھر یہی دوسرے راہ کے سامنے پھاتتا نہیں ہوں ابھی راہ بر کی مسیں ایک فرد کے پاس مجھے نصب، العین نہ ہو تو یہ اس قدر ہملاکہ نہیں ہوتا، صرف اس کی اپنی اسر مکر کی زندگی خراب ہوتی ہے اور مدد و پیاسے پر ماخول اُس کا اثر لتا ہے، مگر سیدھر کے پاس مجھے نصب العین نہ ہوتے کی صورت میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ نارنگا ایک غلط مسٹر مٹھا ہے اور پھر لوگ صدیوں کے سامنے مجھوں طور پر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہ حال آپ نے خود اپنی زندگی میں بھی قوموں کی عزاداری و زوالی میں تاریخ کے امنی قریب میں اپنی آنہوں سے دیکھا۔ اس وقت بھی کسی ارشاد ایسا نہیں کیا جس کے باوجود اس راہ پر گاڑن ہیں اُس سے صاف رکھا ہی دیتا ہے کہ یہ راستہ سر امر غلط اور ہیک ہے۔ قوم ساری کی ساری

ادبیات

مقدمة شعرو شاعری

نواجہ العان حسین حامل کی یہ کتاب شعرو شعر کے ضمیع پرکشہت و تکمیل اور تفسیر سلم کی گئی ہے۔ سوادور دہلی پر

دیوان حسینی

حامل کا دیوان اچھی طباعت و تکمیل کے ساتھ کاغذ سفید۔ مجلد سمعہ ڈھانی یہ دے پئے

دہلی کا ایک بارگاہ شاعرہ یاد ہلی کی آخری شمع

مرزا فرجستہ اٹھیگ دہلی کی معروف و مقبول کتاب احسان الحنف آختر کے نقد و تبصرہ کے ساتھ شاعرہ دہلی کے ایک مشتارے کا منظار اور دلخیب تفصیلات قیمت سے دور دہلی پر

مولانا مودودی سے ملنے

مولانا مودودی کی شخصیت اُن کے علم و فضل اُن کی دعوت، اُن کے مشن، اُن کی پوری زندگی کے احوال و کوائف پر اسعادِ گلانی کی ایک مہسوں کا کتاب۔ دنیا بھر کے علماء اہل فکر اور اربابِ علم کی آراء۔ چھ روز پر ۵۰ ہیں۔

میلاد انسی (ضخمی)

حضرتو صاحبِ اشرف علی وسلم کی پیدائش شریعہ کے تعلق مولانا اشرف علیؒ کے بروط اور قابلِ مواعظ کا جمود صفحی تھنا بارہ روپے

انی اصلاح آپ

نیم صدیقی کے قلم سے ترکیہ نفس کا پہلا سبق
قیمت سیسی روپے

کامل لغات القرآن

قرآن کے تمام ہی الفاظ کی بغی اور اصطلاحی تحقیق پر علا کے سلف و خلف نے اس تک حوصلہ لکھا ہے اس کی بخشی میں جڑی عرق بریزی سے تھا رکی ہوتی یہ زیع الشان کتاب اپنے موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر لفظ کی تعریج میں وہ سب کچھ صحیح کر دیا گیا ہے جس سے زیادہ کی تجھیں ہیں ہیں۔ لکھائی چھایی کا نہ سب معیاری ہر حلیہ کے لفاظ کی مفصل فہرست ہر شش جلد اول جلد..... چھ روز پے جلد دوم جلد..... چھ روز پے
”سوم“ سات روپے
”چہام“ سات روپے
”یخم“ فور پے
”ششم“ چھ روز پے
حوالی قیمت سیسی اسالیس روپے ۵۰ ہیں

مولانا مودودی اور تصوف

کہا جاتا ہے کہ مولانا مودودی تصوف کے دشمن ہیں۔ اس الزام کی پوسٹ کنڈہ حقیقت خود مولانا کی اپنی تحریک کے آئیں میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب آپ کو بتائے ہیں کہ مولانا کس تصوف کے دشمن اور کس کے حامی ہیں قیمت مجلد سیسی دو روپے

کیا جماعتِ اسلامی حق پر ہے؟

دنیا بھر کے علماء و فضلاء کے قتوے اور فیصلہ ایک اتم کتاب جو مختلف و موقوف ہر ایک کے لئے مفید اور دلچسپ ہے۔ قیمت سیسی تین روپے

الاسلام الحسنی منظوم

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنی پڑھنے سے دعاوں میں انہر پڑھ جاتا ہے۔ یہ نام دیے تو یاد رکھنے ہر ایک کے لئے آسان ہیں۔ لیکن اشعار تدریتاً یاد ہو جاتے ہیں لہذا اسی فائدہ کے لئے ان مقدس ناموں کو منظوم کروایا گیا ہے۔ قیمت صرف ۶۱ پیسے۔

مشابرات اور محاجہ شق القمر

آدمی آج چاند پر اتر جکا ہے۔ اس خاص موضوع سے متعلق بیش بیسا سائنسی تاریخی، جغرافی اور دینی معلومات کے لئے اس کتاب کو ضرور پڑھنے ہے۔ اس کتاب پر مکمل تجزیہ یہ کتاب اپنے انداز کی ایک ہی چیز ہے۔ سات روپے۔

سیرتِ مولانا سید محمد علی مونگیری

ندیہ العلامہ کے بانی کے حالات و کوائف
قیمت مجلد سیسی چھ روز پے

مکتبہ تخلیٰ دیوبند (دوپی)

اُنہیں - (نواب) تھوڑے صابر قلی خان صاحب
والی ریاست تھوڑے اسٹیٹ ایکٹ پر
صدر مددھیہ پر دیش نبی تعلیمی کالج فرانس
بھوپال

اُنھیں اکہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے

ذیں کام ہمودا ایک ہم ترین مسئلے سے متعلق ہے اور ہم سبکے لئے مشغیل رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ عالات
حقیقت ناگزیر اور حوصلہ نہ کرنے پرستے جاتے ہیں اسی نسبت سے ہم پر ملی تغیری کی ذمہ داری بڑھتا جاتی ہے۔
ملی تغیری تعلیم کا وجہ ہے تصریح بیان ہمیں تعلیم کے بزرگی قوم کی رسوئی سیاست ہے نہ تقدیر طلاق
ذرماکہ۔ ملت کے فرد فرد کو جھوٹ کرنا چاہیے کہ تعلیم کے سلسلے میں اس کی کچھ ذمہ داری ہے یہے ہر تعلیم
پر اداگری نہ ہے۔ ایک خواجہ لگائے والاسلام بھی اس طبق میں کامیابی ملی اپنا حصہ ادا کر سکتا ہے کہ جو چند
پیسے اس کی استطاعت ہیں ہیں وہ ان لوگوں اور اداروں کی جھوٹی میڈیا جن کی امانت داری اور
حصہ نسبت پر اسے اعتماد ہو۔ (زادارہ)

اس وقت ملت کو ایسی ہی صورت حال دریش ہے
لیکن شکر کا مقام ہے کہ اس نزاکت کا احساس پیدا ہو رہا ہے
اور اس سلسلے میں کوششیں بھی ہو رہی ہیں مگر ساختہ ہی ہی بھی
واقعہ ہے کہ تمام جدوجہد یادہ تسلیم کوں کے لئے مخصوص ہے
اور مدت کے باوجود نہ ناگزیر حصہ جس کی گود میں ملت کی محنت
بنتی ہاگر طرفی ہے اور جس کے سینے سے سیراب ہو کر ملت کا
باغ منیر براہ راست ہوتا ہے وہ اس توجیہ سے بڑی حد
تک محروم ہے۔ حالانکہ ایک انگریزی مقولے کے مطابق
”جن ہاتھوں میں پانچھ کی ڈوری ہے اسی ہاتھوں میں تو میں
کی ڈور ہے۔“

ایسا تک ہماری معاشرت کا نظام کچھ ایسا تھا کہ
قریباً ہر چھوٹی یا ایک چھوٹا سا مکتب ہوتا تھا جس میں
دنی مزاج بنتے رہتے تھے۔ لیکن اب تخلف، سباب سے

انسان سازی کا کام ہی تعلیم کا مسئلہ ہا کام طور پر ایک
ناگزیر اور مشکل مسئلہ رہا ہے لیکن مدت اسلامیہ کے لئے
اس مسئلے کی نزاکت اس لئے بڑھ جاتی ہے کہ اس ملت کی
پوری عمارت ایک عقیدے کی بنیاد پر بھڑکی ہوتی ہے اور
اسی عقیدے کے تقاضوں سے پادر اور آر است ہمہ لی ہے
”خاص ہے ترکیب ہیں قوم رسول اکرمی“ پھر یہ کہ مسئلے کی یہ
نزاکت اس صورت میں ہے جب کہ اس کی تغیری کا کام ملت
ہی کے ہاتھوں ہیں ہو، لیکن اگر اس کے نونہالوں کے مزاج
کو ٹھہرائے دے سکتے اور ان کے ذہن و کردار کو شروع تا
دینے والے چانے وہ لوگ بنارہے ہوں جو اس ملت کے
ذہن و مزاج کو جانتے ہیں مگر اس سے ہمدردی رکھتے ہیں،
بلکہ کچھ دسرے سانچوں میں تھی اس نسل کے مزاج کو ٹھہرائے
کے لئے کوشش ہوں تو صورت حال انتہائی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

بے باک اور لڑکوں کو حور توں کی طرح ناڑک بنانا ہے یادہ لڑکوں کو اچھا مرد اور لڑکیوں کو اچھی حورت دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ بہانہ تو اتنے عدد دے کے اندر رہتے ہوئے بس اتنا اشارہ کافی چکر آگے چل کر موڑخ کو کہیں یہ نہ کہنا پڑے کہ..... اس مکھ کو الگ لگ کی گھر کے جرا غصے۔

ان تھمرا شاروں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس دوسری مسلمانوں کے سامنے اپنی آمنہ نسل کو خصوصاً لڑکیوں کو مسلمان باتی رکھنے کا سوال ایک درشنی مہنڈی کی طرح آن مکھ اہوا ہے۔

لیکن امانت مسلمہ پر خدا کا یہ خصوصی فضل رہا ہے کہ جب بھی ایسے نازک حالات سے دوچار ہونا پڑا اقدامت کے مقتول رہا تھا اس کی درد کی ہے۔ ایسا ہی امکستور رہا تھا ان دونوں بھوپال کی مسلمان بھوپالوں کی خدمت کر رہا ہے۔ اسی صفت میں سے جس کی ضعیف و نازک کہا جاتا ہے ایک محترم لیکن بے وسیلہ خاتون کے پردہ نشینوں والیں اس نے اجائزہ پڑھنے والا درد پس اکر دیا۔ انھوں نے سور و غوغائی کے جواب سے شہر کے کنارے ایک باغ کے مرکان ہیں چٹ لڑکیوں کو جمع کر کے پڑھانا شروع کر دیا، یہ سچھے سچھے کی بات ہے۔ پھر درد سکے بعد جب وہ مکان بھی چھن گیا تو اس بے سہارا لیکن مردانہ عزم رکھنے والی محترم خاتون کے جذبہ صادق نے ایک سجدہ کے دلانوں میں بناہی اور مٹھے اور طاشدی سے پردے کا انتظام کر کے اپنا کام جاری کر دیا۔ ابتداء میں اس سمجھ لیکن کے ساتھ کی جانے والی صحیحیتی کی روشنی کی جانب لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔

یکجاں لکھا اس کی کشت پرنہ تشبیر کا سامان تھا انہوں کو بخ پیدا کرنے والی اپیلیں۔ لیکن ایک بار پھر تابوت ہو گیا کہ جو کام اخلاص کے ساتھ لو جوہ اللہ کیا جائے اسے قبول عالم کا منزوف خارج کے طور پر ملتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کامیابی کے لئے وسائل سے زیادہ سچے ارادے اور جنم جانیوالی استقامت کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ارادہ اور یہ استقامت ہو تو مکروہ و بے سہارا حورتیں بھی مردوں کو مشرما فیند ای

وہ چشمے خشک ہو رہے ہیں جو ہی نسل کو سیراپ کیا کرتے تھے بلکہ اب تو بعض ووم سراہیں، نگارخانے بھنچ جا رہی ہیں ابھیں ہمیں کچھ مکھ ایسے ضرور افراد کے ہیں جسے سیلاپ میں چندیلیے نکلے رہ گئے ہوں۔ یہ ان لوگوں کے مکھ ہیں جو رجعت پسندی کا ہر طعنہ سن لیتے کی طاقت لکھتے ہیں اور اپنی اولاد کے دینی مزاج و کردار کو خوش حالی کے عوض بچ جی دیتے پر تیار نہیں اور بھی بات پر ہے کہ حالات نے جو رخ اختیار کیا ہے اس میں بھی کچھ ہونا بھی چاہیے تھا۔ یہ ایسہ رکھنا بچ جی دیتے ہے کہ پوری کی پوری ملت مستقل طور پر موٹگے کا جزیرہ بھی رہے گی اور عام سیلاپ کی بھی اس تک نہیں پہنچے گی۔

ملک پر وہ معاشر نظام سلطنت ہو گیا ہے جس میں حورت اور مرد، دلفوں کا کماناضر ضروری ہے اور معاشرتی نظام ایسا ہیں گیا ہے کہ تعلیم جدید کا چکٹا ہو از لور پہنائے بغیر لڑکیوں کو اٹھانا مشکل ہو گیا ہے۔ ایسا ہی عجیب یوں سے دب کر ملت کی اکثریت نے اپنی کشی کو اس بہادر حبود دیا ہے جس کے رخ کو وہ خود بھی پسند نہیں کر رہی اور اپنی آنکھوں کے ذر کو اپنی تعلیم چاہیں کی گرد میں ڈالیا ہے جن کو مغربی تہذیب کے ماڈل پرستا نہ تصور نہ فرم دیا تھا۔ تعلیمی اداروں کی جزو ہنہی و اخلاقی خرابیاں منتظر عام پر آپنکی ہی ان سے قطع نظر ان میں دی جانے والی تعلیم کی بنیاد خرابی یہ ہے کہ ان لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے ساتھ یکسان مرد بناشے والی تعلیم دی جاتی ہے حالانکہ اسلامی نقطہ نظر سے بھی اور فن تعلیم کے نقطہ نظر سے بھی تعلیم اسی ہونی چاہیے جو لڑکے کو ہمترین مرد بنائے اور لڑکی کو اعلیٰ درجے کی حورت۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ایک لڑکی مرد تو کی بنیادی وہ بخاری صحیح حورت بھی نہیں بن پاتی اور مکروہ و بے سہارا کا معاشرتی نظام درہم برجم ہونا جا رہا ہے۔

یہ تو خسراوی سلطنت پر ملک و قوم کے معاشروں اور تعلیم کے ناخداوں کے سوچنے کی بات ہے کہ انھیں یکسان اور مخلوط تعلیم کے ذریعے لڑکیوں کو مردوں کی طرح

سے پر ایک ٹوپی طور پر آٹھوں سے لے کر بی۔ اے تک کے امتحانات میں مشرکیک ہو سکتی ہیں۔ ساتھ ہی اس کو ”ادارہ اسلامی امتحانات احتمال بر جھوپاں“ اور ”جامعہ دینیات اور دو دین بند“ کے امتحانات کا سینٹر بھی بنادیا گیا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حقیقتی طالبات کو اخدادی و اعزازی وظائف بھی دیئے جاتے ہیں اور سائنس میں یہ ادارہ سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ بھی ہو چکا ہے۔ جہاں تک انداختی امور کا قفل ہے تو وہ معززین شہر پرستیں ایک انتظامیہ کمیٹی کے ذریعے اور اس کی نگرانی میں انجام پاتے ہیں اور پوری پابندی کے ساتھ ہر سال چار ٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے ذریعے حسابات کی تفہیق ہو کر آٹھ روپیہ روپیہ دی جاتی ہے۔

اس ادارے کی پوری تفصیلات اور خصوصیات و محسن بندنے کے لئے تو ایک کتابچہ کی وسعت درکار ہے۔ اس طور کا مقدمہ تو یہ ہے کہ ایک تجویں کی تعلیم کے مسئلے کی ہر ہفت نڑاکت واصح ہو جائے اور ملت کے سامنے ایک علی نہود آجائے تاکہ جس مقام پر بھی کچھ درد مند ہوں ان کی ہمت بند ہے اور انھیں اندراز ہو سکے کہ جب صنیف نازک کے کمزور ہاتھ اتنا کچھ کر سکتے ہیں تو مردوں کے طاق قبری بازوں پر لکھی ذمہ داری ہے۔ کہنے والے نے کسی زمانے میں کہا تھا۔

خدا بھئے کسی طوفان سے آشنا کر دے

کہ تیرے بھر کی ہو جنمیرا خطراب نہیں

لیکن اب تو وہ طوفان آگر سروں پر سے گزار جائے ہے۔

اللہ رکھ تیرے جو اون کو سلامت

دے ان کو سجن جو شکنی خود بھری کا

تو ان کو سکھا خار اشکافی کے طریقے

مغرب سکھایا اخھیں نن شیخہ گری کا

دل تو رکھی ان کا دو صد پیوں کی علمائی

دار و کوئی سوچ انکی پرشان نظری کا

خدمتِ انجام دے سکتی ہیں۔ چنانچہ صرف ایک خاتون کے دل میں پیدا ہونے والا سچا جذبہ خدا کے فضل سے کثر سع اخراج شطأہ فائزہ فاستغلط فاستویں علی سوقہ یعجب الزراع کی تفسیر کرتا ہوا اب ادارہ چیات العلوم نسوں، موئی مسجد بھوپال، ”کاناڑیا کر ایک دارالعلوم کی خدمتِ انجام دے رہا ہے اور تاسیس سے لیکر اب تک اس کو آئے ہوئے ہانے والی ایک ہی خاتون کے محترم نام سے غوبہ ہو گر ”طیبہ بنی کا اسکوی“ کے نام سے شہر بھوپال اور قرب و جوار کے پچھے کی زبان پر ہے۔

اس مدد سے کے نصاب و نظام کو اور اس میں دی جانے والی تعلیم و تربیت کے حامل کو بھکرے اختیار شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ ایک خاتون کے دل و دماغ نے کس طرح ایسا انتظام کر لیا کہ اسکی پیداوار کو دیکھا جائے تو وہ معیار کے اعداد سے بھی اور تعداد کے اعداد سے بھی اچھے نامولیمی اداروں سے لگا کھاتی ہے چنانچہ اس وقت اس کے مختلف درجات میں جو سو ساٹھ طالبات تعلیم پا رہی ہیں۔ اس ادارے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بیک وقت تکی باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ایک طرف رذاق و کردار کو اسلامی سائچے میں ڈھانٹنے کا خاص اہتمام ہے۔ دوسری طرف تعلیمی استعداد ایسی پیدا کر دی جاتی ہے جو شفیعی طرز پر چلنے والے بعض مردانہ تعلیمی اداروں سے کمیں بہتر ہے۔ ایک طرف دارالعلوم دیوبند نے اس کا الماق ائمہ درجات فوکائی سے کوئے کے اس ادارہ کی اہمیت افادت گو تسلیم کر دیا ہے۔ یعنی قرآن و حدیث اور عربی زبان کی اتنی تعلیم دے دی جاتی ہے کہ وہ جوہہ شتم کی فارغ طالبات کو دارالعلوم دیوبند عالمہ کی سند دے دیتا ہے۔ چنانچہ اب تک یہاں سے شش طالبات عالمہ کی سند حاصل کر لی ہیں۔ دوسری طرف حسکاری مدارس کے نصف کی مناسبت سے انگلش، ہندی، حساب، جمیٹری، چغرافیس اور جزیل سائنس و عیون و علوم کی اتنی اور اس طرح تعلیم دے دی جاتی ہے کہ طالبات اپنی استعداد کی مناسبت

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی

تاریخ کے آئینے میں

دّارالحکومت اور بڑے شہر

اینگلش کی انگلستان ساتوں صدی سے دوسری صدی تک میں کے بعد تک ایک قلاش ملک تھا جو دنیا کے دوسرے حصوں پر کٹا ہوا تھا۔ اور دوسرت عالم تھی۔ تاریخ شہروں سے مکانات تعمیر ہوا کرتے تھے جنہیں پھر سے جو راجا تھا اس اور فرش پرچی پھر لیپ دیا جاتا تھا۔ مکانات تند اور اس کے روزانہ اور مشتمل ان نہایت پھرے پھرے دوسرے پاسکل کمزور، اصطبلوں اور باروں میں کوئی روسوندی پاکھڑ کر دھوتی تھی۔ مویشی جو ملک کا واحد دریغہ آدمی تھے مختلف قسم کے امراض اور دباویں سے چلاک ہوتے رہتے تھے پہاڑ اور پہاڑ گاؤں کے خاطر سے لوگوں کی حالت مویشیوں سے کسی قدر بھی اچھی نہ تھی۔ تیس قبیلہ اپنی بھوپری میں اپنے کتبہ خادموں اور دوست متفقین کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ تمام بوجاں ایک بڑے کمرے میں جمع ہوتے جیسے کہ عین وسط میں ایک تھی اور دھواں نکالتے کے لئے چھت کے عین وسط میں ایک وسیع سوراخ ہوتا تھا۔ یہ سب لوگوں کی، ہر دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ خانہ ان کا رہیں اور اس کی بیوی ایک طرف جیلو جاتے۔ اس وقت پھری کاتھے کا

آج ہم چودھویں صدی ہجری یا بیسویں صدی علیسوی سے لگز رہے ہیں۔ اب ہم زمانہ عدوخ کے عالمِ اسلامی کے چند شہروں اور اس زمانہ کی مغربی دنیا کے کچھ بڑے بڑے شہروں پر سرسری نظر ڈالیں گے۔ تاریخی کو ان دونوں میں عظیم فرق نظر کرے گا۔ ہم جیران ہوں گے کہ ایک جانب تو ہمیں زندگی قوت اور تہذیب نظر آتی ہے۔ یعنی عالمِ اسلامی میں۔ اور دوسری طرف ابتدائی اور باہل ایک پس ماندہ خطہ ہے جس میں دعلم کا نام و نشان ہے اور نہ زندگی اور تہذیب کا۔ یعنی عالم غربی میں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں خطوں کے بڑے بڑے شہروں کا باہم ہم محاورہ کریں۔ اور اس سلسلے میں مغربی دنیا کے شہروں کی صورت حال آس کے سامنے پہنچ پیش کریں تاکہ معلوم ہو کہ ان کی میثاقی تھی ان کے شہروں کی وسعت کیا تھی اور باشندوں کا معیار چیا کیا تھا؟

ساتوں صدی سے دویں صدی تک کا انگلستان
لافیں اور اسے اپنی تاریخ عالم میں لکھتے ہیں۔

بڑے سے بڑے اسٹھرہ ایک اس سے زیادہ آبادی نہ رکھتا تھا۔“
یعنی پورے پورے پورے کی جاتی گپا رھوں صدی عصی
اور اس کے بعد تک اور اس کا اعتراف خود یورپی صنفیں
کو سے۔

اور عالم اسلامی کے شہروں کا کیا حال تھا؟

ایک عربی دنیا کے شہروں کی نہ کوئی حالت زار کے
تصور کے ساتھ ساتھ ذرا عامم قصور میں مشرقی شہروں کی بھی
سیر کر لیجئے تاکہ اس موائزہ کے بعد آپ خود فصل کو سکسیں
کو اس زمانے میں عالم اسلامی کے بڑے پڑے شہروں اور
دارالحکومت مثلاً بغداد، دمشق، قسطنطینیہ غرناطہ اور رابل
وغیرہ کیسے تھے اور ان میں تباہیں و متدن کی بقیت کیا تھی؟

اس سلسلہ میں ہم چاہیے کہ گفتگو کا آغاز اندر اس
کے شہروں سے ہی کریں۔ کیونکہ وہ اس پورپ ہی کے پڑوں
میں واقع ہیں جس سے ہم بحث کر رہے ہیں۔ چنانچہ آغاز
قرطس سے ہونا چاہیے۔ اور مناسوب یہ ہے کہ تمام دوسری
چیزوں کو چھوڑ کر صرف اس کے ظاہری خدو خال کو پیش
کیا جائے۔

فترطیبہ

فترطیبہ اموری حکمران عبد الرحمن ثابت کے دور میں کلم
اندلوں کا دارالحکومت تھا۔ رات کے وقت یہ قلعوں سے
روشن یوتا تھا۔ لوگ دس سیل دیعنی ۱۶۷ کلکٹریٹ ان
چڑاغوں کی روشنی میں پفر کرتے چلے جاتے اور یہ روشنی حتم نہ
ہوتی تھی۔ اس کی تماامگلیاں بخشنہ قلعیں اور ہر قسم کا کوڑا کرک
ستر کوں سے اٹھا دیا جاتا تھا۔ پورا شہر بھٹے بافات سمجھا
ہوا تھا جو شخص بھی باہر سے آتا وہ کافی دیر اور کافی دور
تک ان باغیوں اور پارکوں میں سر لغزت کرنا ہوا آتا۔ اس
کی آبادی دس لاکھ سے زیادہ تھی۔ یہ آبادی اس وقت
تھی جبکہ پورے پورے میں بڑے سے بڑے ۲۵ اسٹھر
نفوں سے زیادہ پر مشتمل تھا اس میں ۹ حصے کا

سوال ہے نہ تھا ایسے بھی کہ ہوتے تھے کہ ان کا کچلا
حصہ کیا کہا جوتا۔ اس لئے ہزاروں کو یا تو پانچا سال
پانچس بکھرے رہتا رہتا یا ایک دفعہ بھی تھے میں
انڈیل رہنا پڑتا۔ شام کے وقت کھانے سے فارغ ہو کر
ریس خاندان اپنے کمرے میں چلا جانا اور بقیرہ لوگ اسی
بڑے کمرے میں شراب پی کر بدست ہوتے۔ پھر بیٹھ اور
شیل اٹھا دیتے جاتے اور سب کے سب اسی کھلے حال میں
فرش زمیں پر یا کسی جگہ پر سو جاتے۔ ہر آدمی اپنی
بتحیار اپنے سرہانے رکھتا کیونکہ ڈاکر نہ اس فند
خاک تھی اور جو راس قدر دیش کے ہر شخص کو ہر وقت چوکتا
رہنا پڑتا تھا کہ اپنا نیک محلہ نہ ہو جائے۔

پورپ کی تاریخیں ان دونوں بھگلات کا کیوں ہوا رہیں۔
نراعت نہایت پہنچانہ حالت میں شہروں کے گرد نواحی
میں گندے پانی کے جو ہڑ ہوتے تھے جن سے مفتر صحبت
اور حادیں نہ ہو جو ہر طرف جعلی رہی اور عزیز انسان ہمکہ
امر ارض کا نکھار ہو کر فصل کی طرح تھے۔ پورپ اور مدن
میں گھر کڑا ہی اور بھوس سے کچھ سے تغیر ہوتے تھے دھیسا
کو نصف صدی سے ہمارے ہاں چکروں میں گھر تعمیر ہو رہے
ہیں۔ نہ کھر کیاں ہوتیں اور نہ دروازے والے کمرے
ہوتے تھے جو کئے نہ اسے محیا کر دیا جائے۔

پھرنا کی پوتا تھا، گھاس، پھونس زمیں پر بچاتے اور اس
کے پڑھتے، صفائی، مستھراتی سے قطعاً نہ اقتضی تھے جو اتنا
کی گندگی اور یا اور جی خالوں کی گندی چیزیں گھروں کے
سامنے ڈال دیتے۔ جن سے بڑوں کے بھیکے بھوٹتے رہتے تھے
خالد ان پیکھی کا کستہ میں سونا۔ مرد، سخورت اور سچے سب
اکٹھے ہوئے اور بسا اوقات پا متو جا نور کی اس کمرے
میں ان کے ساتھ ہوتے۔ جس تیر کو وہ حکمت کئی تھی وہ
گھاس پھونس کا بھرا ہوا، ایک طرح کا کد جلا جتنا تھا جس کے
اوپر اول کا گد بڑا ڈال دیتے تھے، جو بطور بھونا یا رہنے کے لئے
استعمال ہوتا۔ سرکوں کو ساتھ نہیں اور نیچیں اور نہ اُنہیں
ہوا رکیا جانا، اور نہ روشنی کا کافی انتظام تھا۔ پورپ کا

تھے اور... رومہ والا گھر تھے۔ حملات یعنی کوٹھیوں کی تعداد
بڑا ہے اور بھی، مسا جدید تھیں۔ شہر کا بیردی تھی محیما فرج
یعنی میں ہزار گز تھا۔ اس کی تباہ آبادی تصمیم یافتہ تھی۔
شہر کے صرف نظری محلہ میں، ۷۰۰ ہجودیں کتابت ستر آن
کا کام کرتی تھیں۔ یہ سب کوئی خط میں قرآن کریم بلکہ تھیں
اور یہ حال شہر کے صحن ایک بھتی کا تھا اس میں مدراسہ
تھے۔ جیں میں فقر اور بحث تعلیم حاصل کرتے تھے اور ۵۰ انتقال
تھے۔ یہ قدر طبری کی جامع مسجد تو وہ اس وقت تھی اور آج بھی
اپنے نامی اور آخر اعلیٰ نام سے زندہ چاہیدہ رکارہے۔

اس کا اذان خانہ، ہر پانچ دن کیا تھا اس کا سبک
گنبد زرد لکڑی سے بنی ہوئی تھیت پر قائم تھا اور اس بھیت
کو ۳۰۰ استولہ سہارا دے رہے تھے۔ یہ تین مختلف قسم
کے سرگار مرمر سے بننے ہوئے تھے اور نیتی سے اور پہکہ شطرنج کے
خالیہ جیسے بن گئے تھے۔ اس طرح طول میں ۱۹ خانے اور عرض
میں ۴۳ خانے ہیں گئے تھے۔ رات کے وقت اس میں ۳۰۰
چراغ جلتے تھے جن میں ایک سال میں ۲۲ ہزار پونڈ وزن
کا تین حلہ تھا۔ اس کے جزوی جانب ۱۹ دروازے تھے
یہ پرداز کی بھی تھیوں سے بنے ہوئے تھے البتہ دریاۓ
دردار سے پرسونے کی تھیں انہی ہوئی تھیں۔ اسی طرح
شرقی اور طربی جانب بھی نولو دروازہ کے ہی مشابہ تھے
رہا مسجد کا خراب تو اس کے بارے میں انگریز مور خلین کا یہ
قول تھا کہ دنیا ہی کافی ہے کہ انسان آنکھے آج تک جو
چیزیں دیکھی ہیں ان سب میں یہ خاصیت تھی چیز ہے اور
یہ کہ اس جیسی کارگری اور چک دلکہ قدریم اور جدید آثار
میں سے کسی میں نہیں ہے۔

قصر طبریہ کا الزہرا

قصر طبریہ سے ٹھی ہی ایک عظیم قصر "الزہرا" تھا جو اپنی
فی خوبیوں اور چک دلک کی وجہ سے عجوب روزگار تھا جانا
ہے۔ اس کے بارے میں ترک مورخ ضیاء باشا فرمائے ہیں:
”بیک ایسا عجوب روزگار محل ہے کہ ایسا راستے آفرینش سے آج

تک کسی مہندس کے ذہن میں اس کے نقشے جیسا کوئی مختیل
نہیں آیا اور درستہ امداد نے عقل پیدا کی ہے، اس طبقہ کوئی
نقشہ، مکان تیار نہیں ہو سکا۔“ اس کے بعد ۲۳۰۰ تزویں
یہ بھروسے تھے جو خلائق تم کے سلسلہ مرے بننے کے تھے اور
اُن پر ایک جیسے نقش و نگار تھے، اس کے ذریعہ پر مختلف
روکوں کے سلسلہ مرے کے تھے مختلف اور خاص صورتیں ملکوں میں
لگ کے ہوتے تھے۔ دریا اور دی پر سہری لا جو رہی اور لگ کے پر کھٹے
لگ کے ہوئے تھے۔ ملکوں میں عشق پاہی کے شفاف حصے لگ رہے تھے
لگ کے تھے۔ جن کا یا تھی مسجدیہ سلسلہ مرے کے نئے ہوئے مختلف
شکل و صورت کے جو ملکوں میں ہوتا ہوا مختلف کے محل میں جا کر
ایک نہایتہ سلیں و جبل جو عرض میں اگتا تھا جس کے درپانہ سو ۲۷
کی ایک مساحت تھی ترقی پرستی جس کے سر میں ایک ہوتی لگا ہوئی
اور جس کے پاہی میں قسم قسم دلکشیوں کی بڑاں بڑاں میکھیاں تھیں۔
جن کی خوارک کے لئے روزانہ ہوا ہزار پرہیز اور دس سال چینی جاتی تھیں۔
اُرہاں ایک خاص نشست کاہ تھی جس کو صراحتاً
کہتے تھے، جسکی حریت اور دیواریں سہری اور مختلف قسم کے صفات
مشفاف سلسلہ مرے سے بنی ہوئی تھیں اور اس کے درپانہ ایک
پڑا جو عرض تھا جو پارے سے بجا رہا تھا۔ اس نشست کاہ کی بہت
میں آنکھ حراب نہاد رہا اور رہا تھے، جو سوئے اور قسم قسم کے ہوئے
ستے جو شہر ہوئے باختی داشت اور آجس کی کنکڑی کے بنے ہوئے
تھے اور لگ بڑی اور صاف و شفاف سلسلہ مرے کے اور پچے
ستوں پر لگ ہوئے تھے۔ دھوپ ان درد اردوں سے داخل ہوئے
تھی اور اس کی شعابیں نشست کاہ کے درمیان اور دیوار
سے مکراتی تھیں، اس سے اس قدر جیکب پیدا ہوئی تھی جس سے
آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں اور دلخیلہ، انسان اگر ایں جاس پر
تکشی کو خوفزدہ کرنا پڑا ہے اس تو وہ دہانی موجود کی علم کو
اشارہ کرتا جو عرض کے اندر لی رہا ہے کو حکمت دینا تاجر
سے جسموں ہوتا کہ پوری مجلس بکی کی چک کی پیڑی میں اگنی ہے
اُن مجلس کے دل دل جانے دی جس کی تھیں کہ خلیخیں لیکر
اور رہا ہے۔ جیکب پارہ و سوچ کر رہتا ہیں کیسی پیشہ تھا۔ اس
قصہ کو اگھنے باخات نے گھیر رکھا تھا اور اس کے چاروں طرف

الزہر اس دخل ہوا اور اس کی جگہ دمک اور خدمہ، حشم اور سلسلہ سامان دیکھا تو ہمتو ہو گئی۔ جب وہ المستنصری خلسہ میں پہنچا اور اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے اعیانِ مملکت اور شرفاء کو دیکھا جس میں بڑے علماء، خطباء اور فرمجی جنگل میں موجود تھے تو اس کی حیرانی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ جب یہ اپنی حکمران بادشاہ علیفہ کے تربیخ پہنچا تو اس نے اپنے سر پر سے تاج اتار لیا، اپنی چادر رکھ دی اور چاند کی کمی حصیں۔ تکین جب قاضی منزر بن سعید احاطتِ مردی کی جائیں۔ جب اس نے علیفہ سے ملاقات کی تو غوری در کیسے سجدہ میں گرپڑا۔ پھر کھڑا ہو کر کچھ قدم آگے بڑھا اور پھر سجدے میں گرپڑا۔ اس نے علیفہ کے پیچے پہنچ کی مرتبہ اسرا ہی کیا اور پہنچتے ہی وہ اس کا ہاتھ چھوٹنے کے لئے بھکا۔ باہم بخوبی کے بعد وہ اٹھا پا دیں جلدتاک علیفہ کی طرف پہنچت دہو جائے اس کے بعد وہ اپنی مخصوصی شست پر جا بیٹھا اور علیفہ نے اس خوش بیدار یعنی ہوئے یہ الفاظ کہئے، تھاری اور پر جوش اپنے کہتے ہیں، تھاری پر امید کی تھارے لئے باعث خوشی ہو کر کہ چمارے نزدیک تھارے بارے میں حسن ظن اور وحدت قبولیت اس سے زیادہ ہے جس کی قسم توقع کر سکتے ہو۔ جب علیفہ کے کلام کا مغزوم اس کی زبان میں ترجمہ کر کے اسے بچھایا گیا تو وہ بیرونی خوش ہوا، اپنی چکر پر جھکا اور فرش کو بوہ دیا اور پھر کہا، "میں اپنے آقا امیر المؤمنین کا ادنی غلام ہوں اس کی ہمراہی پر میرا بھروسہ اور اس کی عزت افرادی کا امیدوار ہوں، اس کی ذات اور اس کے آدمیوں پر بچھے پورا بھروسہ سے سو اس نے جو خدمت بھی کی سیکھ پروردی اور اپنی ہمراہی سے جس دوسرے میں بھی بچھو کر کھل جائی اسی سے کہ میں کچھی نیت اور خالص نصیحت اور جعلاتی لے آگئے جو چھوٹا گا۔" اس پر علیفہ نے اس سے کہا، "تم کہ چمارے پاں ان لوگوں کا مقام حاصل ہے جن کے بارے میں کرسم اچھی رائے رکھتے ہیں اور امید کر کہ چماری عزت افرادی ملت ۱۷۳ مدد کے طریق پر ایک احاطہ ہے میں اس طرح کے کارخانوں کا استغفار گارا، اس لئے کیا گیا چھا کر جگ کے موافق پر اگر دش کو خوبی محسوس کر لیں تو اس طبقہ دشمنوں کے قلعہ بند خوجوں کو اسکے دفعہ کی سپلان دستِ تباہ بکار مسلسل مبتدا ہم بوتے رہیں۔

پڑے بڑے میدان تھے اور اس سے بھی آگے وہ عظیم فضیل کی جو اس عظیم اسٹان عمارت کو محیطِ نقی جس میں تین ہو جتھی برج تھے، اُصرہ ازہر اعلیٰ اور امرار اور حرم سراوی کے محلاتِ پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بہاں ایسے تھے جو علیفہ کے پیچھے کیتے مخصوص تھے اور جس علیفہ علوس فرماتا سے "السخ امرد" کہا جاتا تھا جس پر ایک گنبدِ عطا جس کی ایکشیں سوئے اور چاند کی کمی حصیں۔ تکین جب قاضی منزر بن سعید نے ترتیبہ کی جائیں، علیفہ کے عصیتِ محیط میں علیفہ پر عنتِ گرفت کی تو علیفہ نے اس تبے کو اٹھا اور پختہ اینٹوں سے تعمیر کرایا اس عظیم قصر کے لاق و دوق احاطہ میں آلات اور دوسری مصنوعات کی فیکر پاں بھی نہیں۔ اسی طرح جہاں تک اس طبقہ بھی تیسا رہوتا تھا، جوں چاہیے کہ اس وقت کو یاد کریں اج چیکہ تم نے اسکے سے سلسلہ پورے ہوں ہوں یاد کر لینا چاہئے کہ کسی وقت ہم خود اپنے اسکے تیار کرنے تھے اور اس بارے میں کسی سے جھیک رہا گئے تھے (مصنوع) زیرت و زیورات کی ایک فیکری، سنتگر اسٹی، جہاز سازی اور محیر سازی کے کارخانے تھے۔ اس کے علاوہ بھی ہر قسم کی صنعتیں اور پیشے وہاں موجود تھے۔ اس کی تعمیر پر چار سال لگے، روزاں از تراش جاتے والے تپڑوں کی اوسط تعداد ۴۰۰۰ تھی اور وہ پھر ان کے علاوہ تھے جو فرش سازی ہیں، استعمال ہوتے تھے، وہاں ہزار آدمی روزانہ کام کرتے تھے۔ جو اس پوچھر ہو دقت کام کرتے تھے اور ہر سرے ورنہ ... اور دنکن پاں آتا تھا۔

الزہر اکی جائیں سجدہ میں ہر روز ایک ہزار فنگاں بیگ کام کرتے تھے جن میں ۳۰۰، ۳۰۰ معاشر، ۲۰۰ خوار، ۵۰ مزدود و ۵۰ دھر کار بیگ تھے اس کی تعمیر صرف مہم دنوں کے اندر مکمل ہوئی تھی، یہ کام اس قدر تیزی سے ہوا جس کی انظر ملنا مشکل ہے۔

لائھہ میں علیفہ المستنصر نے اپنے عظم قصر میں سمجھی اسیں کے باہم شاد اردو ان میں از فوش کا استقبال کیا۔ جب وہ ملت ۱۷۴ مدد کے طریق پر ایک احاطہ ہے میں اس طرح کے کارخانوں کا استغفار گارا، اس لئے کیا گیا چھا کر جگ کے موافق پر اگر دش کو خوبی محسوس کر لیں تو اس طبقہ دشمنوں کے قلعہ بند خوجوں کو اسکے دفعہ کی سپلان دستِ تباہ بکار مسلسل مبتدا ہم بوتے رہیں۔

لشکر و شکار اور بھکی ہوئی شاخوں کے نتوش
قابلی دیوبندیں جب چاند کی چاندی ہی سفید
چاندی تیرستے غربی بینا روں میں سے گذر کر
تیری دیوبندیں پر پڑتی ہے تو اس وقت
رات کی خاموشی میں ایک ایسی سرگوشی سناتی
دیتی ہے جو اہل دل کو سخور کر دیتی ہے۔“

اشمیلیہ

ہے انہیں کے دوستی شہروں کی داستان اور انی
عطرت اور ترقی کا حال تو یہ ایک طور پر کہا جاتے ہیں: میں بھت
ہوں دوستی شہروں کو چھوڑ کر اشمیلیہ کے بارے میں یہ
بیان کر دیتا کہ فہرگا کہ اس شہر میں صرف ایسی گپڑے بننے
کے چھبیس اور کر گھنے تھے۔ یہ شہر ہر طرف سے زیتون کے درختوں
سے گھر تھا اور اخدا اور اسی وجہ سے دہان زیتون کا تین بخانے
کی ایک لاکھ گھنیاں نیاں بھیں۔

محضو عمارت

عوام آنہ دیں کے نام شہر آباد تھے: دو ہر ہر چھ صورت
سے کسی صنعت کے لئے مشہور تھا اور یورپی لوگ اسپیں کی
مصنوعات میں جس دلچسپی کا اظہار کرتے تھے اس کی کوئی
مثال نہیں ہے۔ اسپیں کے خود اور زرہیں مشہود تھیں فولاد
ڈھالا جاتا تھا۔ تماکن یورپ سے یہاں فریدواری کے آزاد رائے
تھے دو رجیدریں ہیں ان باقیوں پر فراخور کرنا چاہیے تھا تو
ایسی کتاب فراش پر جملہ ”میں کہتا ہے“ جو بڑوں نے انہیں
سے جو پیغمبر ارض پر حملہ کیا اور کسی خولانی سبز کھی اور جو حقیقتی
کی قیادت میں فراش کے شہر اور یونہ فرشتوں، افغانوں اور
یونوں فرم کر تو اس جملے وہ ایسے تھیا روں سے ملنے تھے
ان جیسے تھیا رانگریزوں کے پاس بھی نہ تھے۔

بعد اور

اب ہیں چاہیے کہ عالم اسلامی کے مشرقی حصہ کے

اور اکرام داعزاًز تھا اسی قوم میں تمہارے ملے باعثِ طرف
ہوگا اور قم کو معلوم ہو جائیں کہ تھا کہ تھا کہ طرف چکٹے اور تھا اسی
سلطنت کے زیر سایہ رہنے سے تم کو کیا فوائد حاصل
ہوئے ہیں؟

ذرا خیال کیجیے کہ خلیفہ مسٹن نصر کے مدد میں نکلنے والے
کلاموں میں کس قدر قوت اور ظہیت تھے کہ الحسین مجھے ہی اسپیں
کے طور پر دیوارہ سجدے ہیں گے جاتے ہیں اور پھر خلیفہ کو
دعا تھیں دیتے ہیں کہ اس نے ان پر مہربانی کی اور ان کی حادث
کا بیعنی دلایا۔

غمر ناطہ

پھر جب ہم غرناطہ کی طرف آتے ہیں ہے تو تعمیری عطرت
ہمارے سامنے احرار کی تکلیف میں کنوار ہوتی ہے۔ اس
 محل کو دیکھ کر دیکھنے والا امکن تبدیل رہ جاتا تھا اور
زمانے کی ستم ظریفیوں کے باوجود آج بھی یہ عمارت سات
جہاں کے میاں کا مرکز نظر بینی ہوئی ہے۔ وہ محل غرناطہ
کے بلند پہاڑ کے دامن میں واقع اور سر بیز دشا واب پھیلوں
میں تھیر کیا گی جھنوں نے اسی محل کو چاروں طرف سے ہمیر کھا
ہے، اس طرح یہ عمارت کرۂ ارض کی خوبصورت ترین عمارتوں
میں شمار ہوتی۔ اس میں مختلف طالب اور طلبے بڑے کمرے تھے
مثلاً شیخ سیاہ سے بنا ہوا ہاں اسپید اور سیاہ پھر دس کے
بننے ہوئے پہلو یہ پہلو دو کمرے، تکرۂ عدالت اور سفراء کے
باریاب ہوتے اور ملاقات کرنے کا ہاں دعیرہ۔

اس مختصر بھرث میں ہمارے نے محلہ نہیں کہ ہم احرار
کی فریوں کا نقشہ لکھیج سکیں، اس کی عطرت کے لئے یہ شہر
کافی ہے کہ نسراً اس کا مشہور شاہزادگانہ ہو جو اس سے مخاطب
ہو کر ان خیالات دیگریات کا اطمینان کرتا ہے۔

اسے حملہ اسے حملہ، اسے دو قصر، جسے فرستوں
نے تھیل کی چاہت کے مطابق مزین کیا، اور
تجھے نظم و مدیون کا نشان قرار دیا، اسے حجہ و
شرف والا و مطلع صیں میں تیرستے چھوپوں کے

ہم نے بعد ادا کئے ذکر ہیں اس کی کئی خصوصیات کو جھوٹ دیا ہے، جو ساری مشرقی و مغربی دنیا کے مقابلوں میں صرف بعد ادا کو دی گئی ہیں۔ ان میں بیان کے لوگوں کی خوش اخلاقی ایجنسی خصلتیں، وہاں کا نو شکوار اور سیٹھا پانی بڑی خوش ذاتی میوے، خوش حالی، ہر صفتیں ہیں بھارت، ہر ضرورت کا بہول فراہم ہو جانا بدرعات کے پیشے سے بخوبی ہونا قابل رشک حد تک ملار و طبلہ رکاز یادہ ہونا، فقہاء اور علمائے قانون کی کثرت، بُرے بُرے شکلیں حساب دان، خوبی اور تہذیب خوار، تاریخ و اسناد کے روایہ، فنون و ادب کے ماہرین، اطراف اکناف سچے کچھ کو ہر علم و ش کے میدان کے شہسواروں کا آجانا، اور ہر جیب و غیرہ چیز کا ہر وقت موجود ہونا شامل ہے، بیان تمام موسووں کے چھل ہر وقت موجود رہتے ہیں کسی کو لے میں جو میں بھی پایا جاتا وہ بیان موجود ہوتا، خصوصاً موسم خلیف دگر کی اور جاڑی کے دریافت زمانے میں۔ بیان کے کسی پاشوں کے کیلئے کوئی مکان تنگ ہو جائے تو وہ بہول اس سے اچھا مقام پا پرستا اگر کسی کو اپنے مکان کے مقابلوں کو کوئی مدد کرنا مکان پسند آ جاتا تو اس کے لئے دیا منتقل ہو جانا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ بیان کے باختر شہنشہ جس کارے اور جس طرف بھی وہ پاسند کرتے رہ سکتے، بیان اگر کوئی دشمن سے بھاگ آئے تو اسے پناہ دینے والے بیشاوار لوگ ل جاتے اور وہ اسے چھپا سکتے، وہ بیانیں بیان دے گا کیونکہ یہ دسرے گھر ایک گلی سے دو گھر کی ایک سڑک کے درمیں سڑک اور ایک

طرف لوٹ آئیں تاکہ دیکھیں کہ وہاں کے بڑے شہروں اور شاندار تہذیب کا کیا حال ہے۔ بیان میں صرف بعد ادا کے ذکر پر اتفاق کر کے یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ اپنی تعمیر کے بعد کس طرح یہ شہر ایک تجویز مرودگار بن جائے کی کوئی مثال تاریخی مثیل ہیں نہیں ہے۔

بعد ادا بینی تو سیع تعمیرے پہلے ایک پھر تاسا گاؤں تھا، جس میں ہر سال کے آخر میں قرب و جوار کے تاخوین جمع ہوتے تھے جب خلغاۓ عباسیہ کے مشہور خلیفہ منصور نے اس کی تعمیر و تو سیع کا عزم کیا تو اس نے بڑے بڑے احمدیوں اور تعمیرات کے ماہرین کو جمع کیا۔ نیز رعاحت مسافت اور ارضی کی تقسیم کے ماہرین کو جمع ملایا۔ اپنے ہاتھ سے اسی تعمیر کی پہلی ایڈٹ رکھی اور کہا، دس اہلہ الدین، الدین، والحمد لله والآمن دلہ بود شام من یشاء من عباد کا واعاقۃ المتقى۔ اس کے بعد اس نے کہا اس کا نام تک تعمیر کا نام شروع کر د۔ اس کی تعمیر پر جو رقم صرف ہوتی رہے چار میں اور آٹھ لاکھ روپے تھی۔ ایک لاکھ مزدوروں نے اس میں کام کیا۔ اس کی تین صدیں تین جو ایک دوسرے کے بعث متصل تھیں۔ اس میں زیادہ سے زیادہ آبادی تسلیم رہی اور اس کے مشرقی جانب سڑکوں اور گلیوں کی تعداد چھیزیز ارتعاشی اور مخربی جانب چارہزار اور اس میں جبل اور فرات کے علاوہ گیارہ بہر و دلہ بخشیں جن کا پانی بعد ادا کے تلہ مگر وہ اور محلوں کے اندر جاتا تھا اور صرف دھریں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے کے لئے جھوٹی کشتیوں کی تعداد تو اس ہزار تھی۔ شہر میں ۴۰ ہزار حمام تھا اور عہد عباسی کے آخری دنیا میں ان کی تعداد کم ہو کر دس ہزار سے کچھ اوپر رہ گئی تھی۔ مساجد کی تعداد میں لاکھ گلکچی ہوتی تھی۔ رہی اس کی آبادی علماء کی کثرت ادبیاً اور فلسفیہ کی تعداد تو اسے ارش کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ من اس سب ہو گا کہ بعد ادا کے پارے میں ابوالکعب الخطیب کا ایک اقتیان سے بھیش کر دیں۔

ملہ احمد ارشاد الحنفی الحنفی و الحجر شریف ارشادی ہے، اور اپنے بندوں میں حصہ کروہ چاہتا ہے، اور اپنے بندوں میں حصہ کروہ چاہتا ہے تو اس میں کے ۷۴

قیاس کن زگلستان میں بہار مرزا

تم اپنی باتِ المقتدر بالغیرِ بحثت کے بعد اور
کے تذکرے پر ختم کرتے ہیں کہ اس وقت اس کی حالت
کیا تھی میں اس زمانہ میں جو جگہ ردم کے شہنشاہ کا بھی۔
اور بارہ خلافت میں حاضر ہوا تھا، بعد اور میں اسلامی
خلافت میں حاضر ہوا تھا۔ بعد اور میں اسلامی خلافت کی
کمیا شان و شوکت تھی۔ بعد اور میں صرف دار الخلافت

(KHALIFAT HOUSE) اپنی وسعت اور افراد

کی کثرت کے نجات سے موجودہ شام کے پڑے سے پڑے شہر سے
بھی بڑا تھا۔ بیان صرف خواحد سر اول کی تعداد اگر بہزار
تھی اور ان کے علاوہ دو سو خدا میں بھی بہزاروں کی تعداد
میں تھے۔ ایک شفت میں جو پیر اسی اور خادم کا کرنے تھے
ان کی تعداد چار بہزار تھی۔ جب شہنشاہ و روم کا بھی آیا تو اسے
دارالضیافت (مہمان خانہ) میں آنرا گیا۔ دارالضیافت سے
دارالخلافت تک تو جیس قطلازوں میں بھری ہو گئیں جن فوجوں
نے اس مقام پر ہے میں حصہ لیا ان کی تعداد ایک لاکھ سا بہزار
تھی جن میں سورا اور پیش فوج شامل تھی۔ وہ ان کے درمیان
سے چل کر دارالخلافت تک پہنچا اس نے خلیفہ کو سلام کیا۔ اور
حکم دیا گیا کہ اسے دارالخلافت کے اندیزیر کو اپنی جانے خلیفہ
کے رہنے والا گھر خانی کر دیا گیا تھا اور اس میں سات ہزار
خدمات اور سات سو حاجیں اور چار بہزار سیاہ قام صیلی خلاؤں
کے سوا کوئی بھی نہ تھا، بیان خزانوں اور فوجی اسلوک کی اس
طرح نمائش کی گئی جس طرح دہمین کے چھیزیں کی عرض کرائی
جائی ہے۔ جب یہ ایسی دارالشکر میں داخل ہوا تو اسے
دیکھ کر تہہوت ہو کرہ گیا۔ یہ درخت، چاندی سے بنایا ہوا تھا
جس کا وزن پانچ لاکھ ریم تھا۔ اس درخت کی اشعارہ بڑی
شاضی تھیں اور ہر شاخ سے بھوٹی بھوٹی بیٹت سی ڈالیاں
نکلی تھیں ان تمام شاخوں پر مختلف قسم کی چڑیاں اور بیٹے
بیٹھے ہوئے تھے۔ چند چاندی کے پکھوں سونے کے، اس درخت کے

لئے جنکے بقدر مائل بالخطاط ہو گیا تھا۔

شاہزادہ سے دوسری شاہزادہ میں منتقل ہو چکا تھا
تو بہولت ہو گئتا۔ غرض، وقت اور حالات کے
مرطابی وہ حرم کی تبدیلی کر سکتا ہے، بیان کے
بڑے بڑے نامزوں، بادشاہیوں اور خلک پر اس
ملکات کے معجزے مکیتوں کا حال یہ تھا کہ وہ ہر
طرف سے نادوار اور کتر لوگوں پر داد دہش
کی باری کرتے رہتے، اور سیلسوں پر وقت جاری
ہوتا تھا، یہ اثر کے خزانے تھے جن کی متعینت
مک امداد کے سوا کسی کو جو سماں تھاں نہیں۔

بھی مصنف دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”بعد اد ایک ایسا شہر تھا کہ پوری دنیا میں،
جلالت قدر اعظمت شان، عالم اور دنیا کی کثرت
عوام و خواص کی تیزی، اطراف کی وسعت سے
اور حاصلوں کی کثرت، دو کافوں اور بہنگوں کی
کثرت، اچھی بہرا، میٹھے پانی، مخنثے سائے،
گریبوں اور سر دیوں کے اعتدال، بیان اور ذرا
کی صحمندی اور آبادی کی کثرت کے نجات سے
پوری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہ تھی۔ باروں
کے زمانہ میں پیشہ بہزادج پر تھا اور آبادی سب
سے زیادہ تھی۔ جبکہ اس دنیا میں اگر اس کے بہترین
ٹھکانے، خواراک کے بہترین موقع تھے، ہر طرف
سربریزی دشادابی اور بڑی اور بڑی کافروں کا ازدواج
پر اکننا تھا ابتدی اس کے بعد بآبادی کا دور
کیا، لوگ مصیبتوں میں پڑے۔ شہر کی آبادی
خراب ہو گئی اور خاندانوں کے خاندانی بیان
سے چلے گئے لیکن چارے نہ نالئے نہ پہنچے۔
حال نہ تھا جو آج ہے کہ ہر طرف افرانگزی
ہے، اور ہر حال میں خزانی ہے، کسی وقت
یہ شہر تمام شہروں سے ممتاز اور تمام دیار
امصار سے مختلف تھا۔“

کوئی محل موجود نہ تھا، جس کا اُس نے مشاہدہ کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری تہذیب کے دو یورپ و جنگ کے شہروں اور فحصہ ایوان اور دوسری تغیرات کی مختلف قوت اور شان و شوکت کے انہمار کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

اسلامی ہند کی عظمت رفتہ

(۱) اسلامی ہند پر متفقین و متاخرین علمائے اسلام کی تصفیقات (۲) فاتحین ہند (۳) عرب و ہند کے سیاسی و ثقافتی تعلقات۔ وغیرہ ذلک۔ ایک فیڈیو مولوی اور تحقیقی کتاب۔ قیمت سات روپے مجلہ ۷۰ روپے۔

دین الہی اور اس کا پس منظر

اکبری دور کے مذہبی اور سیاسی فتنوں کا ایک فکری تجزیہ جو بیش بہا معلومات کا فتحیہ ہے۔

محلہ سستہ سات روپے

ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں

تاریخ کے مشوروں اسکا لامولانا قاضی الہم برکوپوری نے اس کتاب میں یہ تحقیق کے ساتھ یہ تحقیقات واضح کی ہے تحریم حکومتوں نے علوم و فنون اور تہذیب ثقافت کی عظیم خدمات کے دریوں ہندوستان کو تو ایسا عالم کی صفتیں ہرث نہیں کیں کہ اس مقام پر لاکھڑا کیا جلد آٹھ روپے

تین تذکرے

(جمع الانجیاب، طبقات اشعار، گلی رعناء) سندر و تانی شعرا نے قاری اور دو کے حالات پر مشتمل تین کتابیں تذکرہ ہیں کی تلحیص جو تاریخ ادب اور دو کے ایم ماغدی جیتیں رکھتے ہیں۔ مجلہ ساتاروپے ۷۰ روپے۔

مکتبہ الجلی، دریو بند (یونی)

پتے بھی مختلف قسم کے تھے۔ اور ان کے مختلف پڑگ تھے اور اس طرح حرکت کرتے تھے جیسا کہ ہوا جل بہی ہو۔ یہ تمام شہری اور روپہلی پرندے ہواؤں کے رخ پر اس طرح مختلف مکھوںے ہوتے بناتے گئے تھے کہ ہوا توں کی ہوں گے سے پرندوں کے گائے اور جھپٹانے کی آوازیں سنائی دیتیں دارالشجرہ کے پاس پست رہہ گھر سواروں کے بھی تھے جو دیباچ کا لباس پہنے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھ میں پچوٹے چھوٹے بھاگتے ہوئے وکھائے گئے تھے۔ گویا ایک دوسرے کے پچھے بھاگتے ہوئے وکھائے گئے تھے۔ وہ دروی سفیر، الفردوس نامی محل میں داخل ہوا۔ اس میں بیشاہ جیسی آلات تھے اس کے بعد وہ خلافت ہاؤس کے ایک محل سے دوسرے محل میں نے جایا جاتا رہا اور اس نے ۳۳ محلات کا معاشرہ کیا اور اس دوران سات و قدر آرام کیا اور پھر المقتدر بالله کی مجلس میں واپس آیا۔ مومن تکھے ہیں کہ اس موقع پر خلافت ہاؤس میں جو قلعیں چھائے گئے ان کی تعداد ۴۴ ہزار تھیں تھکوں اور شستہ کا ہوں تھے جس سے جو قلعیں موجود تھے دہ اس تعداد میں شامل نہیں ہیں۔ خلافت ہکوں میں اس موقع پر ۳۶ ہزار راشمی اور شہری پر دے لٹکائے گئے۔

دارالخلافہ میں شہنشاہ اور دم کے ایسی نئے جو چیزوں دیکھیں ان میں نو گھر بھی شامل تھا۔ اس میں مختلف قسم کے وحشی اور مانوس جانور تھے۔ یہاں ایک یا تھی خدا جسی تھا جس میں چار سیٹھیاں تھیں۔ ہر ایک کی دیکھ بھال کے لئے آٹھ ہندوستانی ملازم تھے۔ درندوں کے لئے سو گھر تھے۔ جس میں مختلف قسم کے سو درندے تھے۔ درندوں کے یہ گھر زوال کا قیس طرف پیچا سی اور یا انہیں طرف پیچا سی تھے ہر شیر اور درندے کو ایک آدمی بکھرے ہوا تھے۔ ان کے سردار اور گرداؤں میں لوہے کی شیریاں ٹالا جاتی تھیں۔ تھیں خلافت ہاؤس کے معاشرے کے بعد شہنشاہ دم کا ایسی دلک رہ گیا تھا کہ اگر اس وقت پورے کوہ درم پر ایسا

روس امریکیہ

دولون ہمی میں کوئی خیر نہیں

اٹھا لوی کریمیشوف (KUZNETSOV 505) کا نام اب جتناق تعارف نہیں۔ یہ روسی صحفہ ہے جو روس سے فراز ہو کر اب برطانیہ میں پناہ گزیں ہے۔ اپنے حالیہ انترویو میں اس نے روسی عوام کی امید و پیغم کی کیفیت کا انہصار کیا گر کیا دہان چھپور کی آواز ہے ہم کیا داد اپنے پر میں پر اعتاد، کھتے ہیں ہم اشترکیت کے بارے میں اُن کی حقیقی رائے کیا ہے ہم کیا دھمیں سے فلکت ہیں؟ ان سوالات کا جواب اس انترویو میں ہے۔ جو سڑے ٹیکڑاٹ کے روسی امور کے نمائندے ڈیلوڈ فلامڈ نے لیا — اور اس اخبار کی ۲۳ اگست ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں شائع ہوا — ہم اس کا ترجیح پیش کرتے ہیں

تبدیل نہیں آئے گی؟ کیا کبھی دہان کے لوگوں کو آزادی اور چھپوری، کی احمدیتیں حداقت نہیں ملتے گا؟ کریمیشوف اس پاسے میں پر امید نہیں ہے۔ ایک ایسا دھماکہ، ایک ایسی قومی بغاؤ جو موجودہ حکومت کو اکھاڑ پھیکئے بالکل ناٹکن ہے۔ اُنہوںکے شکنخی کرفت بہت ہی سخت ہے۔ نہ میں اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ دہان کے بعد رجھپوریت فوازی کا رجحان پیدا ہو گا۔ اس لئے کہ روس میں مغربی طرز کی سیاسی زندگی کا سرے سے کوئی وجود نہیں۔ البتہ اس بات کاقطی اور کالا ہے کہ جو در تشدید کا ایک تیار در جنم ہے۔ ایسا دھرمیسا کا اسٹاں کے

"وہ سب بڑا کو اور جنگجو ہیں صلح پسند نہیں" ان الفاظ میں کریمیشوف نے روسی ارباب اقتدار کے بارے میں احساسات کا انہصار کیا کہ کریمیشوف مغربی دنیا کے اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں رکھتا کہ کریمیں میں وہ گروپ پاتے جاتے ہیں ایک بڑا کا دوسرا صلح پسند۔ ایک انہیا پسند ہے اور تمام دنیا پر حادی ہو جانا پاہتا ہے۔ اور دوسرا اعتدال پسند کریمیشوف بھی ہے ذہین اور حساس آدمی کی رائے میں روسی چھکان سب کے سب بڑا کا ہیں۔

روس میں کیا ہوتے دلائے ہے؟ کیا دہان کبھی کوئی خوشی نہیں

خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ایک یا اس شہری کی حیثیت میں یہ ہے کہ اسے اخلاق عل جائے کہ کیا ہوئے والا ہے اور بعض مردم تو یہ بستانا بھی ضروری نہیں سمجھا جاتا۔

ان چند عربی اور پہاڑیوں کے بارے میں آپ کا کہا
خیال ہے جنہوں نے سعودی حکومت کی پالیسی کے خلاف
صدائے احتجاج بلند کرنے کی محنت کر مغلاب جزیرہ نماں کو
پال لٹھنے، لارسا ڈیپلی اور دسکر؟

جیسے ہیسے آپ ماسکو سے دور ہوتے جائیں لوگ
اس قسم کے احتجاجات کے بارے میں کم سے کم جانتے ہیں
میں نے دوسرے شہروں اور ذمہ دشی کے لوگوں سے مکمل کو جعلیت
یا چوری کے انہمار کا درکار بھی نہیں رہتا۔ البته صوبائی شہروں
میں احتجاج نے بعض دوسری شکلیں اختیار کی ہیں۔ مثال کے
طور پر اجھل پوکریں میں ایک نر درست تحریک یا کریں کی تو یہی
آزادی کی ہے۔ کبھی کبھی دوسرے تصویبوں میں بھی حکومت کے
خلاف عدم اعتماد کا اچانک کھلا اخبار ہو جاتا ہے جیسا کہ فوج
کا سکا میں مزدوروں نے کیا۔ یہ بات کچھ کام پیلاتے پر قولا
(۱۹۷۳ء) میں تھی۔ برو جمال ملک کی حالت کم دشی دیجی ہے
جس کی صحیح تصور ایک سو سال پہلے ایک یوگی شاعر نے
اس طرح کھینچی ہے۔

”ہر طرفہ ہو کا عالم..... ہر زبان خاموش“
کیا سودویٹ لوگوں نے ان ظاہرا جگہوںی اور ارزی کا
فائدہ نہیں اٹھایا جو افسوس حاصل ہیں۔ سرکاری طور پر جانک
کا مذمی اور ایجاد کا تعلق ہے سب تحریک ہے ”نام نہاد
نمایندگان“ پر یہ سودویٹ اور مقامی سودویٹ اصول ملک کی
 داخلی و خارجی پالیسی کے ذمہ دار ہیں مگر یہ صفت دکھا دیے
نمایندگان مخصوص مجھ پہنچی ہیں وہ یہاں کہا جاتا ہے انہی اپنی تابعیت
سے عکم کی تعییں کرتے اور دوست دیدیتے ہیں۔

آخر سودویٹ لوگ کس نظر پر یقین رکھتے ہیں؟ وہ
کس مقصد کیلئے جو وجہ کر رہے ہیں؟ کیا وہ اشتراکیت پر
یقین سکتے ہیں؟

میرا اندازہ ہے کہ ملک کے ذمہ دکھنے کی قسم کی

تحت گذر اور جیسا کہ روس کی تاریخ میں کئی مرتبہ اچکا ہے
بہت سے لوگ اب بھی امیں لگائے ہوئے ہیں کبھی تو فی
جهد انسانیت کا ورد رکھنے والا رستغا پیدا ہو گا اور جیسا کہ
وہ بھتے ہیں کہ سب کچھ تحریک ہو جائیگا۔ لیکن تو جو دوہرنا ہوئیں
ایک بھی عوام ایسا تھیں جو تجویز طور پر مقبول ہو اس کے باوجود
لوگ امید یا نہ سے ہوئے ہیں موجودہ حالات کو دیکھتے میرے
ترذیک روس کی فضلا انسان دوست لیڈر کے بجائے کسی
نئے اسلامی اور پیر یا اسلام کی خفیہ پولیس کا سربراہ
کے لئے نسبتاً زیادہ سازگار ہے۔ اس ملک نے اپنی تاریخ
میں اچھے رفتوں کی نسبت بہتے دن زیادہ دیکھتے ہیں۔ اُد
اب اس پر کچھ بھی گذر سکتی ہے۔ بلاشبہ میرا بینظیر فیض خان ہے
جسے بڑی خوشی ہو گی کہ اگر یہ غلط اثابت ہو جائے۔

انسان منزل کے مسافر

کریم شفیع نے بتایا کہ سودویٹ یونیون کی پالیسی شان
میں عوام کا مطلقاً کوئی دخل نہیں۔ ماسکو میں چند لوگوں کے ہاتھوں
پالیسی تحلیل پاتی ہے اور اس کے بعد لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ
اُن کے حق میں کیا فیصلہ ہوا۔ عوام کو سیاست میں وکیلی ضرور
ہے مگر میں حد تک کریم ادازہ رکھا ہیں کہ ان کی قسمتوں
کا ملک یہ جھوٹا سا اگر وہ کیا پالیسی اختیار کرے گا۔ روسی عوام کا
روایہ ارباب انتدار کے ساتھ اس جہاز کے مسافروں کا سا
ہے جسیں جہاز کی منزل کا کوئی پست نہیں۔ ایک یا اس کو
شہری کی کوئی اواز نہیں اور نہیں اسے اس بات کا احساس
ہے کہ وہ ملک کے معاملات پر کوئی اثر بھی ڈال سکتا اور کوئی
کے اس جہاز کے رخ کو موڑ بھی سکتا ہے۔ ایک شہری کی کوئی
خواہش ہے کہ اس کی بات سنی جائے لیکن خواہش اس کیستے
ایک بھائی خواری سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔

لیکن کیا عوام مقامی سیاست میں کوئی بھی اثر نہیں
رکھتے۔

مخدام نہیں..... ہرگز نہیں۔ پالیسی کا کوئی پہلو

کو حکمرانوں کے خلیم دستم سے بچائیں۔ یہی ہر ایک کا اصلی کام ہے جسے اپنی حد تک بہترین طریقہ پر اپنے اصولوں اور مبینے کی خواہش کے سطابیت آج رہس کا ہر شہری انجام دے رہا ہے۔ رہس کے پیروی و دینا سے تعلق کے بارے میں کمزیٹریٹ نے بہت زور دیکھتا یا کہ عوام کی تمام معلومات حکومت کے تحفظ نکلنے والے اختراص پر تصریح کی ہیں۔ اور حاکم کے بارے میں ان کی رائے سرکاری پرائیگنڈا کے مطابق ہوتی ہے: صحیح اطلاعات کا غیر جائز دوسرا ملکوں کی روایت و نہادیات ہیں اور حکومت اس میں رکاوٹ ڈالنے کی سرکاری مکان کو شکش کرتی ہے۔ دنیا کی دوسری بڑی طاقت امریکہ کے بارے میں لوگوں کی آراء مختلف ہیں۔ صاریح فہمیں رکھتے ہیں کہ روس تیسری عالمی جنگ حصیرے میں پہل کے گاؤں امریکہ دراصل خود اپنا اور دوسرے حصے مغربی ممالک کا دفاع کرے گا دوسرے لوگ کہتے ہیں امریکہ اور روس دو نویں ہی میں کوئی خیز نہیں دو نویں پری خفاک قسم کے دردست ہیں اور امریکہ سے کسی قسم کی بھلانی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ کچھ پہلے لوگ بھی ہیں جو اس سرکاری لائن پر ایمان لائے ہوئے ہیں کہ امریکہ دن رات ہیں سوچتا رہتا ہے کہ روس پر کس طرح حملہ کرے اور اسے اپنادست نگرانے لے لیکن جہاں تک چین کا سعادت ہے روسی حکمران اور عوام ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ لوگوں کا رؤیہ آج کے چین کے لئے خیر دوست نہ اور سرد مہری کا ہے۔ یعنی چین کے بیٹ روں کی پالیسی کی طرف یعنی روس میں ایک شخصی یعنی ایسا نظر ہیں آیا جسے چین میں کوئی اچھائی نظر آتی ہو۔ لوگ جانتے ہیں کہ چین تو جی معاشر احاظے روس سے کمزور ہے۔ لیکن جو چیز ممتاز کرنی ہے وہ چین کی کثیر آبادی ہے۔ ایک آدمی اس طرح سوچتا ہے کہ بلاشبہ چین ہمیں ملکت دینے میں یقیناً ناکام رہے گا لیکن چین کے غیر ذمہ دار تجویزات اخواں قائد روس پر حملہ میں پہل کر سکتے ہیں۔ ہم اپنادفاع کریں گے اور یقیناً کامیاب ہوں گے۔ لیکن یہ ایک جیب اور ہر ناک جنگ ہوگی۔ یہاں کے لوگ اس جنگ سے غیر معمولی حد تک مشتمل ہو رہا ہے، کسی بھلانی نہیں رکھتی۔ لیں یہ دیکھتے ہیں سب کچھ غلط ہو رہا ہے، کسی بھلانی کی امید بھی نہیں۔ انھیں اس کے علاوہ کوئی نظر نہیں کر اپنی کھال

اشتراکریت پر یقین نہیں رکھتے وہ زمانے لدھکے ہیں جب روس میں انقلابی جذبہ پایا جاتا تھا۔ اب تو اس کی حیثیت ایک ایسے استبداد کی ہے جس نے انتہائی مضبوطی سے اپنے پنج گاڑ رکھے ہیں اور تاریخ میں جس کی کوئی مثال نہیں کیوں زم کے بارے میں کوئی سمجھدہ نہیں۔ اس کا ذکر کہ و تو لوگوں کے پھر سے پہلے اس کو مدد کر رہت آجائی ہے: مگر اس کے باوجود اکثریت یہ لذطاً ستعال کئے جا رہی ہے انھیں اس کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ وہ اس طرح سوچتے ہیں ہمارے لئے کیا باقی رہ گلابیے؟ کیا سیرا یہ داری کی طرف واپس ٹھیں ہمیں اس سے کوئی اچھا شجو نہیں ملا۔ اب یہ کوئی ایسی چیز تلاش کر س جوئی ہے۔ شاید یہیں کوئی راستہ مل جائے میکن میں یہ ضرور کھتنا ہوں اس نئی چیز کو تلاش کر لے کیبلے کوئی خاص کوشش بھی نہیں کی۔ سوائے ناکامیوں کے اور حاققوں کے۔ ہو سکتا ہے کوئی سمجھا پیدا ہو اور بھیک ہو جائے۔

مُستقبل کے بارے میں الجھن

پڑھے کچھ اور سمجھد ار لوگوں کی حد تک، روس میں اشتراک اور اٹھتوں کی گیفت ہے ان میں کچھ اب بھی سوچتے ہیں کہ شاید یہ کہے کہ کوئی اشتراکریت ہیکو سلوک ایک کے شاء طاز کے مطابق قائم ہو سکے جس میں انسانیت کا کچھ لحاظ رکھا جائے نہیں۔ زیادہ آزادی را دے جو ورنہ ہر خواہ اسے کوئی کیوں نہیں پارٹی ایجاد کرائے گا۔ ایک علم اور شاہزادہ افراد سے ایک دنکانے کوئے ہیں یعنی یہ کہ وہ ایک دن سو سالی میں اتنے باشہر ہو جائیں گے دشمن کے طور پر سنا، ورنہ جو مجلس ملی کا ایک رکن ہے، کہ اس سند کا کوئی حل تلاش کر لیں گے۔ لوگ مذہب کی طرف واپس پلٹ رہے ہیں اور یہ تعداد دن پر دن بڑھتی جا رہی ہے۔ ان تمام باقوں کے باوجود اکثریت باشہر نہیں۔ وہ کسی چیز پر یقین نہیں رکھتی۔ لیں یہ دیکھتے ہیں سب کچھ غلط ہو رہا ہے، کسی بھلانی کی امید بھی نہیں۔ انھیں اس کے علاوہ کوئی نظر نہیں کر اپنی کھال

بنوہ ششم اور بنو امیرہ کے تعلقات

قرن اول کے ان درخانہ‌الذین کی باہمی عادات کو بہت شہرت حاصل ہے اور ایک مذکوری فرضتے ہیں اسے خاص طور پر اس حد تک اپھالا ہے کہ اہل سنت یعنی اکثر نسل فہریوں کا شکار یہ گئے ہیں۔ یہ کتاب تحقیقی انداز میں واقعیت کرنی ہے کہ حقیقت یہیں ہیں ہے بلکہ ان درنوٹ خانہ‌الذین کے تعلقات کافی گھرے۔ اور ذیل در ذیل رہے ہیں۔ قیمت سب سے دور دی پے

کتاب الایمان

ایمان کے لئے کن بنیادی عقائد کی ضرورت ہے۔ اس کی تفصیل و تشریح۔ قیمت سب سے دور دی پے

فن اسماء الرجال (زادہ)

احادیث مقدمہ کو محفوظ کرنے اور صحیح غلط میں تحریر کیلئے محمد شمسین نے اسماء الرجال کا جو فن ایجاد کیا وہ دنیا میں اپنی نظریہ آپ ہے۔ اس طبق الفرقہ فی تفصیلات جانتے کیلئے یہ کتاب خاصے کی چیز ہے۔ پونے دوڑو پے

انتصارات الاسلام

تجھے الاسلام مولانا محمد قاسمؒ کی دہشہور کتاب جو بہت سے ایک مسائل دعفہ اندیز پر محیب (لغتیں) و اپیل کرنی ہے۔ کلام و مسطوں کا آجھیہ۔ جو تکمیل مولانا نامغفور کی زبانی مشکل ہوتی ہے اس لئے کتاب تشریح و تحریل کے ساتھ چھاپی گئی ہے۔ اعلیٰ ایڈیشن۔ قیمت مجلد سو ایکس روپیے۔

ہندستان کا مشہور معرفہ دادا

مکتبہ تجلی دیوبند (بیو-پی)

زیادہ پرشان ہیں۔
سجدہ اور لوگ محسوس کرتے ہیں کہ سودہ بیٹ پالیسی نے

ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ دشمن ہمارے چاروں طفیل ہے۔ دنیا میں اس کے صفتی چند دوست باتیں رہ گئے ہیں۔ عام لوگ کار خانہ کے حز دور اور کھیتوں کے مزدور اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ انہیں داعیات کا صحیح علم ہی نہیں ہوتا۔ انہیں افسوس ہے کہ رسمی ہوام اور فوجوں کی شہرت پر اثر پڑا ہے۔

مگر وہ حقیقت ہیں کہ حکومت کے لئے کوئی درسراہ استرد چکا۔ اور یہ حکومت کی موجودہ پالیسی پر اس کی ضمانت دی سکتی ہے اور یہ کلیک عام آدمی کو اس و سکون سے زیادہ کسی چیز کی خواہش نہیں۔ (چشان)

تجھے الاسلام (مکمل)

یہ بھی مولانا محمد قاسمؒ کی تصنیف ہے۔ تشریح و تحریل کے ساتھ۔ صلوات فرز کوہ جیسے فرانس اور ایمیزون اسلامی عقائد کی مصلحتیں، حکمتیں اور تو جہیں۔ بمحب کتاب ہے۔ قیمت مجلد سو ایکس ساٹھے تین روپیے

مکتبہ بات خواجہ محمد معصوم سرہندی

معارف دامتراہ ہدایات و نصائح اور نکاش لطف سے بیرون خطوط اردو و بہاس میں۔ سطاع العکی بہترین چیز قیمت مجلد سب سے ساٹھے چاروں دیگے

تقدير کیا ہے؟

تقدير کے نازک اور سچیدہ سائے پر مولانا افغانی کی تشفی بخش اور ایمان افرور کتاب۔ مجلد سارے حصے میں روپیے

معجزہ کیا ہے؟

معجزے کی حقیقت اور سحر و ملسم وغیرہ کے استیاز پر ایمان افرور کتاب۔ قیمت مجلد سب سوار و پیٹیہ

فتح الغیب

شاہ عبد القادر جیلانی کے وہ فرمودات جن کا مطالعہ دل و دماغ کو سخور کرتا ہے۔ حقائق و اسرار روزانہ معارف۔ عام فہم زیان میں۔ مجلہ سارے تین نمبر پر

آپ حج کیسے کریں؟

مولانا منظور نعیان کی معروف کتاب
تیجت مجلد سی سے دورہ پرے
کیا پڑھ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے؟
ایک نگارنامہ کتابچہ۔ تیجت سے ۲۰ پرے

ستوپرے آدمی

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے سو بڑے ادمیوں کا تفصیلی تعارف کرتی ہے۔ دلچسپ اور معلومات سے پُر۔ تیجت مجلد سی سے سارے حصے میں روپے

انوار عثمانی

شیخ الاسلام مولانا مشیر احمد عثمانیؒ کے خطوط جو ہر طرح کے سیاسی، دینی اور علمی جواہرات سے مالا مال ہیں۔ تیجت سی سے چھروپے

اردو عربی دلکشی

اردو الفاظ کے عربی مرادفات معلوم کرنے کا بہترین ریسیم عربی سیکھنے والوں کیلئے تحفہ خاص۔ مجلہ نورہ پرے ۷۹

فتران حکم

آیات کے معنی پر ایک علیحدہ دلچسپ بحث۔ مجلہ دورہ پرے

محضیح اللغات (اعلیٰ سے اردو)

ایک عظیم اشارے لغت
یہ مشہور و معروف لغت اب جدید اضافوں کے ساتھ اضافی پرچھ کر آگئی ہے، عمدہ کاغذ، روشن لکھائی چھپائی۔ تضبوط جلد۔ تینیں روپے ۲۲/-
تفسیر ابن کثیر مکمل اردو

علام ابن کثیر کی معرکہ الازرا تفسیر جو اب ہفت صفحوں میں مکمل ہو گئی ہے۔ فی قسط سی سے دورہ پرے
مکمل بلکہ دعاً تیجت پرے ۶۰ روپے
مجلہ ریگزین سی سی سے ۶۵ روپے

اصلاح المرسم

صلحاوں میں جو قضوں بعدیں روایج پائی ہیں ان کی تردید و مذمت میں مولانا اشرفت علی کی شہود رکھتا ہے۔
تیجت مجلد سی سے ایک روپیہ ۵/- پرے

تقلید کیا ہے؟

تقلید کی ضرورت، حدود و قیود اور شرعی جیشیت پر
دلائل کی روشنی میں سلیمانی غفتگو۔ ۵۰ پرے

عہد نبویؐ کے میدان جنگ

دورہ رسالت میں چوڑا ایساں ہوئی ہیں
ان کا میسیحی نقشہ کیا رہا؟
اس اچھتے پہلو پر تحقیقی مواد اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیتے
مولف ہیں ڈاکٹر حمید اللہ خاں۔

ہر ماخبر جا شائے کو وہ ایک دقیقہ رس اور حفاظش
محقق ہیں۔ تیجت مجلہ ذریعہ صور و پہلو

مکتبہ تخلی دیوبند (ریڈی)

محمد سعید شیخی سری نگر گشیر

عمل ضروری کہے

ہم مسلمانوں نے اپنی بے عملی اور بدکاری سے اس کی حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے اور اس کی خوبیوں کو عام لوگوں کی نظرؤں سے اچھل کر دیا ہے۔ اسلام نے دنال زندگی لگز ادا نے کامک بہترین طریقہ عطا کیا تھا لیکن ہم نے اس طریقہ زندگی کو ایک نرمے "ذہب" میں سمجھت کر رکھ دیا اور روزمرہ کی زندگی سے اسے بے دخل کر دیا۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ آج عام طور پر اسلام کی کل کائنات مسجد تک محدود بھی جاتی ہے اور خود مسلمانوں میں بھی بے شمار لوگ اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب گلب جامن پر کھداں بیٹھے جائیں تو لوگ اُسے کسے لھاتیں اگرچہ حلوائی نے اسے بہت کاوشوں اور بحثشوں ہی سے گروں نتیوار کر دیا ہے۔ اسلام کی تعلیم میں بھی اسی طرح بجا ہے خود بہت مٹھاں پائی جاتی ہے لیکن جب تک اسے صحیح معنوں میں عام انسانوں کے سامنے میں نہ کیا جاتے اور اُس کے مختلف پہلوؤں کو اُن کے ذمتوں میں اُنماثر نہ دیا جائے اسی اضورہ ہو گا کہ لوگ اُس کی طرف مائل ہونے کے بجائے اُس سے اعراض کریں۔ ہم مسلمانوں نے خدا بنا کے اسلام کی حقیقوں پر برا بر اُسی طرح پر دہ دال دیا

چند نوں کی بات ہے کہ یہاں ایک بزرگ اور عالم دین پر مشتمل نے تھے۔ جنہوں نے اسلام سے متعلق ایک تقریبیکن دلگدراز تقریر کی۔ تقریر میں انہوں نے دوسری بالوں کے ملاوہ ایک بات بہت بھی بھی کہ کسی وقت ویسا ہوتا ہے کہ صدراں کی دیکان بر گلب جامن کی مٹھائی ٹڑپی ہے اور اُس پر مکھیوں کی ایک فوج بیٹھی ہے جس نے ٹھلاب جامن کو لوگوں کی نظرؤں کے سامنے بے ذوق بدار کھا ہے۔ یوں تو گلب جامن بالکل تروپاڑہ ہے اور حلوائی نے اسے بہت محنت اور لالگت سے عام لوگوں کی ضیافت کے لئے بنا رکھلے ہیں لیکن جب لوگ درکان سے گذرتے ہیں اور اُن کی نظر اس پر ٹڑپی سے تو اگرچہ وہ مٹھائی کو لپیٹتی ہوئی نظرؤں سے دیکھتے ہیں اور اُن کے منہ میں پانی بھرا ہتا ہے لیکن مکھیوں پر نظر ڈال کر اُنہیں ہم آتا ہے اور وہ حلوائی کی درکان سے ٹھلاب جامن خرید بغير طلاق جاتے ہیں۔

صاحب موصوی سے اس مثال کو اسلام پر چیپاں کر دیا اور کہا کہ جس طرح گلب جامن ایک بُر لطف اور یامزہ چیز ہے اور انسان کا جی اُسے کھانے کو چاہتا ہے لیکن مکھیوں پر نظر ڈال کر وہ اس سے نفرت کرتا ہے اسی طرح اسلام بھی ایک یامزہ نظر پر نہیں ہے مگر

اٹھائے دیتے ہیں۔ یہاں سے بعض پڑھنے کے لئے تعلیم یافتہ پورپا کی تہذیب کے مرکز عرب ہو کر اسلام کو اپنے زندگی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کا جدید تعلیل بھی برقرار رہے اور وہ مسلم بھی کہلاتیں یہیں یہ

کوشش خود خود را انگاس ہو جاتی ہے کیونکہ اسلام کے اصول اور نظریات آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ وقت آئنے پر یہ دلوں کو موہر لیتے ہیں اور ان کی برتری ثابت ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں کو اللہ نے عمومی ہی بصیرت اور معاملہ فرمی عطا کی ہے وہ اس کو آج کی بیسویں صدی یعنی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جس چیز کی آج ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم اسلام کے اصول اور احتجام کو یہاں تو استقلال سے اپنے جملہ افعال و اعمال کا محور بنانیں اور اسے کردار کے مصطفیٰ آئینے میں ان کا صحیح عکس پیش کر کے دیتا کو عملی نہ کھایاں ورنہ خاص نظریات اور اصولوں نے لوگوں کو نہ یہ تجھی متاثر کیا ہے زندگی کے طریقوں سے اسلام کے بارے میں راستے قائم کرتے ہیں اور اگر تم اپنے افعال و اعمال میں اسلام پر قائم نہیں رہتے بلکہ غلط را اختیار کر لیتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی غلط را خدا اسلام کی رواہ ہے کیونکہ وہ قرآن کے اور اس کھول کر رائے فاقم کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے۔

اس طرح ہم اس طرح کی غلطیاں کر جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا گناہ کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ اسلام اور غیر مسلموں کے درمیان ایک دیوار حائل کر دیتے ہیں۔ ہر ایسا حکیم جس طرح جس طرح گلاب جامن چیکیں نیز چیز پر مکھیاں لٹکھتے ہیں جو لوگوں کو اس کا لطف اٹھانے سے روک لیتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے رنگ و نسل اور قوم وطن کے امتیازات مٹا کر زندگی کی حقیقوں کو انسان کے سامنے نہ نکال کر دیا تھا اور ایسا حکیم کے حلالات بھی ایک کالم میں عربی میں اعراب اور دوسرے کالم میں اور دو ترجمہ تیمت محدث۔ محدث۔ وہ اسی روپے۔

لکھنؤی۔ دیوبند (بی۔ پی)

مسند امام اعظم

یہ کتاب اپ کو بنائی گی کہ نقد حنفی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنا گمراہ اور غیاری ریت ہے۔ ۲۳۵، احادیث کا ذخیرہ قبھی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے جس سے ہر خاص و عام کو مطلوبہ مسئلہ دیکھنے میں بڑی آسانی ہوئی ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا عبد الرشید فتحی کا لاجاب مقدمہ بھی ہے اور قادری احمد کے قلم سے امام ابوحنیفہ کے حلقات بھی ایک کالم میں عربی میں اعراب اور دوسرے کالم میں اور دو ترجمہ تیمت محدث۔ محدث۔ وہ اسی روپے۔

ترجمان الشستہ

اردو میں تختہ احادیث کے ترجیح و تشریح کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ ہر ضروری موضوع پر انتخاب کی ہوئی احادیث کی تہذیب ترجیحی اور تشریحی اور تفسیری مضمون کے مولانا بدر عالمؒ کی ترجیحی اور عصوب طائفی اپنا حواب نہیں رکھتی۔ مر جوم نے نصیحت ترجیح و تفسیر کا حق ادا کیا ہے بلکہ متعلقات مباحثت و مطالب خصوصاً فتنہ انکار حدیث کے مسئلے میں بڑا ہی چاندرا محققانہ اور ولیذر کلام کیا ہے۔ زبان سنتی غلام فہم انشا ترجیحی ہوئی۔ اسلوب اثر ایجمنز ترنسٹ موزوں۔ اس قسمی تائیف کی چار جلدیں آپ کے مطالعے کا ہیں۔

صفہ اور آپ کی لاہوری کا بیش بہا تحفہ ہیں۔

جلد اول جلد چودہ روپے

جلد دوم " بارہ روپے

جلد سوم " بودھ روپے

جلد چہارم " سو روپے

(جلد اول بوجہ ایڈیشن فتح نہیں کے علیحدہ نہیں

بیجی جائے کی)

نفس مناظرہ

سنی شیعہ مباحثت میں ایک بہاکتاب جو عقائد اہل سنت کی صحت اور اقائد شیعہ کے سقم و ضعف کو روشن دلائل کے ذریعے ذہنوں میں اتارتی ہے طرزِ خبر سلیمان اور دلچسپ اور لیب و بہجہ شایان شان۔ استدلال علمی مگر عام قہم۔ جلد اول خلافت و امامت اور قصہ قرطاس کی بحثوں پر مشتمل۔ قیمت ۵/- پانچ روپے

جلد دوم - خدا کی منزع النساء اور غوث پاک سے متعلق۔ قیمت جلد سیسی نو روپے ۹/-

فتاویٰ دارالعلوم (جدید)

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمنؒ اُن اوپنے درجے کے فتویوں میں شمار کئے گئے ہیں جن کی عظمت زمان و مکان کے قیود سے بالآخر ہوتی ہے اور ساری دنیا کے اسلام ان کے فتویں پر ادب دا حرام سے سرحد کا ہے اسی جلیل الفضلینی کے فوجع نواع فتویوں کے ذخیرے کو فہری ترتیب کے ساتھ مدقون گر کے خود دارالعلوم دیوبند پرست اہتمام اور سلیقے سے چھاپ ہے۔ اب تک بچہ جلیدیں چھپ پسکی ہیں۔

جلد اول ساتھ چھروپے

جلد دوم سوا چار روپے

جلد سوم ساتھ چھروپے

جلد چہارم آٹھ روپے

جلد پنجم آٹھ روپے

جلد ششم دس روپے

اگر آپ ہر جلد جلد منگانا جا ہے ہیں تو فی جلد

ڈبل صور پریس اضافہ کر لیں۔

آداب زیارت قبور

شاہ اسماعیل شہید اور مولانا محمد سلطان کے فرمودا
تیصدیق ۷۰ ہیں

اسلام کا نظام امن

اسلام کی پاکیزہ ترین اصطلاح "جہاد" کی آڑ لے کر اسلام کے دشمنوں نے بد امنی افغانستانی آشامی اور انتقام پسندی کے بوجائزات اسلام کے خلاف گھڑے ہیں ان کا سلسلی بخش بواب قرآن و سنت اور واقعات کی روشنی میں۔ قیمت جلد سیسی نو روپے

مکتبہ تخلی دیوبند (بیچی)

مُکَّاب ابنُ الْعَرَبِ مُكَّىٰ

مسِّحِ حَلْدَسِيَّةِ زَكَّىٰ

نہیں۔“

”اب آپ اشائپردازی پر اُتر آئے۔“ دیکھیے میں ایک دیہاتی سُم کا آدمی ہوں۔ رشا عز خلیف۔ بلکہ بعض لوگ تو مجھے آدمی بھی تسلیم نہیں کرتے۔ آپ تکلفات کو بالائے طاقِ رکھ کر کھڑی اُردو میں حکم فرمائی کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”مگر وہنی کروں۔ شاید آپ کے علم میں ہو یہاں ایک ڈبلوی کار پوری ہے۔“

”پاکل ہے اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ آپ وہیں ملازمت کرتے ہیں۔“

”بس تو ہم وہیں کے تعلق وہنی کروں گا۔ دراصل وہاں تخفیف کا چکر ہیں رہا ہے اور میرا بھی نام اسی فہرست میں آئے والا ہے۔“

”اوہ تو کیا آپ سقل نہیں ہیں؟“

”جی نہیں۔ چھ سال ہو گئے جھک مانتے ہوئے۔“

گذشتہ سال پاچ اور ملازموں کے ساتھ میرا بھی نمبر آیا۔ اس مگر میں متعلقہ آفسیر کے لئے چائے پانی کا انتظام نہ کر سکا۔

اس بھروسہ پانچوں ہو گئے۔ میں بچ میں لٹکا رہ گیا۔

”یہ تو پڑنا ہی تھا۔ جو گاڑی پر دل سے چلتی ہوا سے پڑوں نہ ملے تو چلی کیسے۔“

”بجا رہا ہے میں۔ میکن ہو چکا وہ تو جو مجھے ہونا تھا۔“

جمیل چہا۔ میرے دوست تو نہیں تھے۔ گرا بھی بھی نہیں تھے۔ رہا چلتے مل جلتے تو سلام دعا صدر وہ تو تھی۔

ایک دن غریب خانے پر تشریف لائے۔ چہرہ اُترا ہوا ساتھا۔ رسمی ملیک سلیک کے بعد جھوک آمیز لچھے میں پہنے گئے۔

”جناب سمجھ میں نہیں آتا کن افظوں میں عرض معاکروں۔“

”در اصل۔“

وہ فقرہ پورا کئے بغیر ہی خاموش ہو گئے۔

”ہاں ہاں در اصل۔“ میں نے ہمت۔ ٹھوہان۔ جھینپا ہوا ساتھ ان کے لبوں پر آیا۔ نظریں جھکا کر شر میلے انداز میں کھنکے گئے۔

”در اصل میں اس وقت جناب غرض کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔“

”تو اس میں نہادت کی کیا بات ہے۔“ میں نے اڑ پکا کی۔ ”غرض کے حجور پر تو ساری دنیا ہی گھوم رہی ہے۔ کوئی بے غرض آدمی آپ کی نظریوں سے گزرنا ہو تو اس کا پتھر مجھے بھی نہایتی۔“

”اس ہمت افزائی کا تہہ دل سے گزنوں ہوں۔“

”دل کی نہیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ شاید تھی ریبریج ہے۔ جناب کھل کر کہیں جو کچھ کہنا ہے۔“

”ب بات یہ ہے آپ کی دوستی کا خبر مجھے جوں

تقریب میں کے بعد سو شرکم کا الفاظ ضرور آتا۔ کسی میں چلے نے اٹھ کر سوال کر دیا اور شرکمان حجی اتنا ہی غریبوں کا درد ہے تو اپنی بے شمار جائیگا اور بے کلی دولت کسانوں اور مزدھوں میں گیوں نہیں باش دیتے۔ اس سوال پر وہ پیشگئے اور گلے کے مل دوچار ہجھکوئے سے کر کر ہنس لگے کہ بھائیوں اور ہنپوں مال جائیگیا ہیز ہے میں تو جان تک اپنے غریب بھائیوں پر چھاؤ کر نہ کوئی سوال ہوں۔ بولا کسان مردوں کی وجہ۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ اس تجھ کے چاروں کوئوں سے اسی نظر سے کی تکرار ہوئی اور ساخت ہی ساخت یہ تھرے ہی ابھرے، مصرا جی زندہ باد۔ تو یہ طہیت زندہ باد۔ میٹھو ہم جان مردہ باد۔ بیچار اس سوال کرنے والا پھر کچھ سکھنے کی ہمہتہ نہ کر سکا۔

”کیا کریں ملا ہے۔“ اس نوکری کے حکرے اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ جلوسوں جلوسوں میں مشرکت کی جائے۔ کوئوں کے بیل کی طرح جس ایک ہی چکر ہے۔ سیٹ کا چکر۔ ”حضور تو یہ سیاست بھی کون گروں پا چھپڑا کا چکر ہے۔ یہ بھی پیٹ ہی کا چکر ہے۔ چلتے لعنت بھیجھے تو ہاں مصرا صاحب کے اختیار میں ہوا اپ کا معاملہ۔“

”جی ہاں۔“ میں نے سوچا کہ کس طرح مصرا صاحب پر افراد الامات سے تخيال آیا کہ ان کی تھری دوستی ترخ لطفیت سے ہے اور سخن طفیل احمد اپ کے چھاؤ اجر خوان صاحب کا بہت احتراز کرتے ہیں۔“

”آئے کس نے کہا یا کہ خواجهہ رضوان ہیر جما ہیں؟“ ”ستھان چاہیں نے۔ کیا غلط ہے؟“ ”غلط بھی ہے اور سخن طفیل۔ دراصل چھا اور خالو وغیرہ سنا تامیری سداشی کمزوری ہے۔ وہ میرے چھا نہیں ہیں مگر میں نے اتحیں چھا بنالیا ہے۔ آپ بھی اگر دوچار تسبیح ٹھکر لے اکر چاہے پتواریں تو اپ کو بھی دل و جان سے چھا بنا فے کو تیار ہوں۔“

”وہ سئیشے مگر اس سئیشی میں تکھار نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے انھوں کی غربیا پر زور شور سے بول رہے تھے۔ ہر دو چار

اب تحقیق سے کس طرح بجا چاہتے یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ ”جب آپ کی تھجھ میں نہیں آ رہا ہے تو بھلا میری سمجھ میں کیا آئے ہے؟“

”میں نے آنھیں پھیلا کر ان کی آنکھوں میں دیکھا۔“ ”ایک بات سمجھ میں آئی تھی بشرطیکا اپ دشیری فرائیں۔“ وہ بولے۔

”دشیری تو پر مرشد قسم کے لوگ کرتے ہیں۔ میں حتی الوضع کو شکر کروں گا کہ آپ کے کام آسکوں۔“

”بہت بہت شکریہ۔ ڈیلوپی کار پورشیں پر سب سے زیادہ افریمر ج نارائن مصرا صاحب کا ہے۔ یوں سمجھے سیاہ سفید کے الائکس ہیں۔ آپ تو جانتے ہیں ہوں گے انھیں کافی مشہور آدمی ہیں۔“

”برج۔ نارائن۔ مصرا۔ وہجا تو نہیں جھوٹی پھیلا ایکش میں دینا انتخابی نشان ایک ٹانگ والا مرغ غار کھا تھا؟“

”جی ہاں وہی۔“ ”ارے وہ تو بڑے باخ دہسا را دی ہیں۔ لیڈر پر تو ہیا پڑ۔ خدا جانتے آپ اس جلسے میں تھے یا نہیں جب پیلکے ان پر کیلے کے چھلنے، شاٹر اور ہر ای جیل بر سلے تھے۔“

”نہ جانے۔ کیا واقعی؟“ ”بالکل واقعی۔ میں خود موجود تھا۔ وہ مانگ سے منہ لگائے۔ بے شکان بھاشی دیتے رہے۔ لوگوں نے کہا بھاگ جاؤ۔ وہ سچنے نہیں بھاگوں گا۔ لوگوں نے کہا ہم تمہاری کیوں نہیں شستا چاہتے۔ انھوں نے کھاچاڑا کر کہا کہ تم کیا تمہارے فرشتے بھی سیئی گے۔ عجیب جلد تھا۔“

”مگر خاک سر کار میں تو ان کی بڑی عرت ہے۔“ ”میکریں نہ ہو گی۔ کروڑ بھتی ٹھیریے۔ ویسے بھی لیڈر ووں کی عزت ایسی ہموںی ہاتوں سے کم نہیں ہوتی۔ ان کا ایک اور بھتی جلسہ بڑا چھپ پ ہوا تھا۔ وہ مزدوری اور کسافوں کی غربیا پر زور شور سے بول رہے تھے۔ ہر دو چار

چیز پسند کرتے ہوں تو ابھی بتا دیجئے۔“

”مرغابی کے کتاب اے۔ نہ تاکر سکیں گے؟“

”ضد کرسکون گا۔ مگر آپ مجھے بندوق کا لائسنس دلوادیں۔ غلیل سے تو مرغابی مرسی گی نہیں۔“

”جلی مظہور۔ جب تک لائسنس کا انتظام نہ ہو دعوت ملتوي۔“

آخر کاری محجت چائے کا وقت مقرر کے بغیر ہی ختم ہو گئی۔

بعد غرب میں بچا رضوان کے گھر پہنچا۔ پہنچا کہ وہ ابھی ختم خواجہ کا سے نہیں لوٹے ہیں۔ آج جماعت تھی۔ ہر جماعت کو قندھاری یا باکے نیکے میں بعد غرب ختم خواجہ ہوتا تھا جس کی سربراہی بچا صاحب ہی کے ذمے تھی۔ وہ ایک مانے ہوتے مرشد اور اچھے واعظ تھے۔ مراجع کے موضوع پر قوان کا بیان دوڑ دوڑ ہو رہا تھا۔ ملاد بھی خوب پڑھتے تھے دین کے ماتحت دنیا کی اعتمادیں بھی انھیں بھجوڑ میر ڈین۔ زین۔

جاداد۔ سونا چاندی کیا نہیں تھا ان کے پاس۔

سعیدہ نے چائے بنائی۔ یہ اس کی واحد رکھی تھی۔

بچی خاصی نہیں اور شوخ۔ یہ الگ بات ہے کہ خصوص قسم

کے ماحول نے اس کی صلاحیتوں کو اُنھرنے کا موقع نہ دیا ہے۔

یہیں اور دو فارسی کی گھریلو تعلیم نے دلاغ پر کچھ جملہ ضرور

کی تھی۔ یہ بچے کے خواجہ رضوان صاحب میرے بھی نہیں

تھے۔ لیکن دوڑ کا خاندانی رشتہ پھر بھی تھا اور میں بچپن یہی سے

ان کے بیہاں کا فی آنماجاتا تھا۔ اسی لئے بیہاں بچھے سے پورا

بھی نہیں تھا۔

”اب تو ملا بھائی آپ پہنچ سے کم تشریف لاتے

ہیں۔“ سعیدہ نے شکایت کی۔

”ترشیف کس چڑیا کا نام ہے۔“ مجھے اس کا انداز کلام

غیر معوبی سمجھوں ہوا۔ وہ بچھے کافی نے تکلف تھی۔

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آج ماسچے پر ٹکنیں کیوں ہیں؟“

”نہیں تو۔ اپنے پھٹے کا تمبر بیدلتے۔“

”جناب چائے آپ آج ہی غرب خلنے پر بھیجئے۔“

وہ اصرار کے انداز میں پڑے۔ ”مگر ناجائز کا گھرد تکھہ کہ آپ کو خوشی نہیں ہو گئی۔ بہت چھوٹا سا شکر تاریک سا

ہے۔“

”قبر سے تو ہر حال بڑا ہو گا۔“ میں قبر میں بھی چائے کا تھریں ساتھ لے جانے کا فاصلہ ہے۔“

”پھر تو میرا فکر دوڑوڑا۔ اب آپ پر روزانہ غربی خا

ہنچ کر چائے سے شوق فراہم کتے ہیں۔ میری بیوی چائے بنانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔“

”یہ تجھ بہ ساتھے گا۔ تاہم ہم پہنچنے تھیں کا خطرو

میں جائے۔ دیکھنے میں کوشش کرتا ہوں۔ بچا رضوان حصہ

موڈی قسم کے آدمی ہیں۔“

”زندگی بھر جنون احسان و ہبھوں کا ملا جائے۔ اچھا ب

ہیازت۔ شام کو چار بجے میں چائے پر آپ کا انتظار

کروں گا۔“

”آج نہیں۔ پھر کسی دن۔“

”جی نہیں آج ہی۔ آپ کو خدا کی قسم“

”میں خود نو شش۔ کے معاشرے میں مو شکست واقع

ہوا ہوں۔ ہذا خدا کی قسم میرے لئے بیکار رہے گی۔“

”آخر کیا ہرج ہے۔“

”حرج ہی ہرج ہے۔ فرض کیجئے میں آپ کا کام

نہ کر سکا پھر۔“

”آپ مجھے منزدہ کر رہے ہیں۔ کیا ایک پیالی

چائے آپ کے احسان کی تیمت ہو گی۔“

”زیادہ تعلیم لگنگو سے میرا ہاضمہ بریاد ہو جاتا ہے۔

— ہذا آپ فی الحال تشریف لے جائیں اور انتظار فرمائیں

کر پر دہ خیش کیا ٹھہر میں آتا ہے۔“

”یہ تو کچھ نہ ہوا۔ آپ میرا دل توڑ رہے ہیں۔“

”میرا اندر بھیجے۔ دل کا تھریٹ نا بہت آسان ہے۔“

لاول ٹھریٹ کر سینے پر دم کیجئے وہ سلوشن کا کام دے گی۔“

”جلی آج نہیں ملی پنجھ ہی۔ ناشتے میں کوئی خاص

”اوادھراؤ—میں تو تمہارا منتظر ہی تھا۔“

ڈر اسہما میں بھی آگئے بڑھا۔

”بیٹھ جاؤ—بغیرے باوتوں ذرا اُج سے پتہ چلا ہے کہ تم نے مولوی عبد الکریم سے خوب تعلقات بڑھاتے ہیں۔ روزا نہ پر اپنی خوبی میں آستے جاتے ہو۔“

”یہ تو چیز اجانب مبالغہ ہے۔ البتہ ملنا جتنا ضرور ہے بھی کبھی خوبی میں چلا بھی جانا ہوں۔“

”کیا تمہارے علم میں ہمیں کہ مولوی عبد الکریم سے ہمارے روابط منقطع ہیں۔ ان کے اور ہمارے گھرانے میں شادی خوبی کا بھی تعلق نہیں رہا۔“

”جی ہاں۔ یہ تو میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لوگوں میں میں جوں ہمیں رہا حالانکہ دونوں گھروں کے پردادے ایک ہی تھے۔“

”اس کے باوجود تم نے ان سینیگیں بڑھاتی ہیں۔ کیا ہمیکے گھر میں تمہاری آڑ بھکت اولادی کی طرح ہمیں ہوتی۔“

”بالکل ہوتی ہے جیا جان سونی صدی۔ یہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ مولوی عبد الکریم صاحب کے سلسلے میں آپ کے احترامات اتنے تازک ہوں گے۔ خدا شاہد ہے انہیوں نے توجہ بھی آپ کا ذکر کیا تعریف و تحسین ہی کے ساتھ تھا۔ انہیں بڑا مالا ہے اس بات کا لک آپ جیسے بزرگوں نے انہیں اپنے سایہ شفقت سے خود کر دیا ہے۔“

”سخن سازی کرتے ہو تو تم کیا جانو بعد الکریم کتنا مکہنسہ فطرت ہے۔ وہ ہمیں اپنا بزرگ بھگتا تو ہمارے مقابلے میں گروہی کیوں دیتا۔ اسی لئی گوہی کے شیخ میں قدر ہماری بابا کا لکید ویران ٹپڑا ہے ورنہ آج کوہاں پوری درگاہ ہوتی۔“

چھا کے چہرے پر جلال برس رہا تھا۔ میں نے ڈرے ڈرے پوچھا۔

”معلوم نہیں قصہ کیا تھا۔ میں تو اس زمانے میں بمیٹی گیا ہوا تھا۔“

”کیا عبد الکریم سے نہیں معلوم کیا؟“

”وہ تو میں اتنا بناتے تھے کہ نکیس کے برابر جو دنیا بیکہ

”یہ ہوئی بات۔ چھر بھی کچھ محسوس کر رہا ہوں کہ۔“

”اُرے تو یہ پیالی تو کیڑتی ہے۔ ابھی ابا میان لئے ہی ہوں گے تب دیکھنے کا دہ کیسی خبر لئے ہیں۔“

پیالی میرے ہونٹوں سے لگتے لگتے رہ گئی۔ چھر کو پوچھا

”کیوں خیر تو ہے؟“

”کل وہ اُتھی جان سے کہہ رہے تھے کہ افسوس ملا

”بھی ایسا نکلا، بھے اس سے ایسی افسوس نہیں تھی۔“

”لکھی ایسی افسوس نہیں تھی۔ کیا کہہ رہا ہے؟“

”بھے زیادہ خبر نہیں۔ اُتھی جان سے پوچھ لو۔“

”ضرور پوچھوں گا۔ مگر تم بھی تو کچھ بتاؤ۔“ میں نے کیا کہہ رہے۔

استہ میں چیز اجانب بھی ادھر ہی آگئیں۔ وہ میرا سلام

لے کر کرے میں جیلی کی تھیں۔

”اوائی چیز اجانب کیوں خفا ہو گئے۔“

”وہی اکیلے کیوں۔ میں بھی بھے سے خفا ہوں۔“

”نے سرد پیچے میں کہا۔ ان کا جو دشمن ہو رہا میرا اکار و مرست ہو گا۔“

”باب پرے۔ یہ دوستی دشمنی کا کیا بھی میلان اللہ کے واسطے شرح تو کیجئے۔“

”تمہارے پیچا کہہ رہے ہے تھے کہ تم پر اپنی خوبی میں جانے لگے ہو۔“

”جی ہاں جی ہاں۔ چھر“

”چھر کی۔“

”میں تو خبر ہی ہو گی کہ پر اپنی خوبی خالی

ہمارے دشمن ہیں۔ ہمارا ان سے چھوٹ بھٹاکوئے ہے۔“

”اسی وقت چھا صاحب بھی تشریف لے آئے۔ میں نے

سلام کیا۔ وہ کچھ بولے نہیں بلکہ آگے بڑھ کر بعدہ پر کچھ دم

کیا۔ چھر دشمن پر چھوٹکا باری جو محسن میں کھیل رہا تھا۔

اس کے بعد چھا جیا جان کو بھی پھوٹکوں سے نوازا اور پھر میرے

قریب آگر ایک لحظہ بھی گھورتے رہے۔ نہ ہی مخدومیں کچھ

پڑھ بھی سکتے تھے۔ میں دم بخود کھڑا رہا۔ آخر کار بھی پر بیچھی دم

کیا اور اب دالان کی طرف چلتے ہوئے بولے۔

شے۔ یہ جس طبقے میں قندھاری بابا کا لگتا ہے یہ کوئی ملکہ
نفع نہیں تھا۔ سارا شہر جانتا ہے کہ شاہ قندھاری کو سلطان
مرحوم نے اپنے ہمراں پھر جاتا اور پھر حب وہ وصال کر گئے
تو ان کا مزار بھی ایسی یہی زمین میں بنا یا۔

”جی ابا“ میں کہا ”یہ تو میں نے بھی سنائے۔ خود
عبدالکریم صاحب ایکہ تبرہ ایسا ہی کہہ رہے تھے۔ لیکن یہ
کیا معاملہ ہے کہ زمین پر کاشت اب مر جنم تدار الدخان کے
بیٹوں کی ہے۔ انہوں نے کیسے قبضائی۔“

”الدھیر ہے اور کیا۔ تم جانتے ہی ہو گئے نذر اللہ
مرحوم کے دوں بیٹے شہر بھر میں لفٹے مشہور ہیں۔ کون ان طرفے
بھے شک۔ انہیں بھی نظروں سے ہیں دیکھا جاتا۔
لگر یہ عدالت نے پھر کیسے فصل کر دیا کہ غاصبوں ہی کا تقاضہ
قائم رہے۔ عبدالکریم صاحب کی گواہی آخر کس بات پر تھی۔“

”میاں یہ مقدمے بازی کے چکر میں تم نہیں گھوڑے۔“
چچہ الجھ کر کے ”سوچنے کی بات یہ ہے کہ مقدمہ ایسا یہی
منزل میں آگیا تھا جب ایک بچہ نے کے متعلق عبدالکریم

کے صرف اتنا کہہ دیتے ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں
جانتا ہماری جیت ہو رہی تھی۔ ہماری جیت کیادہ تو خاتمت
کی جیت ہو رہی تھی۔ زمین تکیر کے اوقاف میں شامل ہو جاتی
لفٹنے غاصبوں کے گھر میں مامن ہوتا۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کے
دل میں ایمان کی رش ہو رہا ہے موقد ہو رہی شیطنت ہوئی کہ مکان

خاچوں عبدالکریم نے کی۔ ہم نے کتنی شفقت سے سمجھا کہ اعزیزم
ایسا ہست کرو۔ یہاں تک کہ زمین مل جانے کے بعد جو
درگاہ بننے گی اس کی آمدی میں ہم تمہارا دوسٹی صد حصہ لکھ
ا بھی سے دیتے ہیں۔ فوراً کچھ لینا چاہو تو وہ بھی یہے تو
مگر فریت مخالف کا راستہ دو۔ ایک طرف غاصبوں
ہیں۔ دوسری طرف، شاہ قندھاری جیسے جزو و بیک درگاہ
کا معاملہ ہے۔ ذرا تو سوچ۔ ایک ملائیں کی جیت میں تھیں کیا

کرنا چاہئے۔ لگر وہ رے عبدالکریم۔ شفیق ہو تو سمجھ جیسا
ہو۔ کہنے والے غلط نہیں کہتے کہ مردوں کی کتنا بھی پڑھ
پڑھ کر دین ایمان سب سے فاسخ ہو گیا ہے۔“

زمین پڑھا ہے اس کے مقامے میں انہوں نے کوئی گواہی دی
تھی۔ بس اسی بات سے آپ نادر ارض ہو گئے۔“

”ضیافت، زندگی، طعون۔“ چالاک مشریعہ جہنم بن
حاج تھی ہی نہیں۔ بس خواجہ رحمتوان کا درماخ خراب ہوا تھا کہ
خواجہ نادر ارض پر گئے۔ کیون۔ مکار۔“

میراول خلائقی جہاز کی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ تسلی
اتسا عرض کر سکا۔

”آپ ہی صحیح واقعہ میاں فرمادیں تاکہ میں بھی ان کے
مناقاہ کر دار سے آگاہ ہو سکوں۔“

وہ کچھ دیر خاوش رہے۔ پھر نسبتاً زمین پر ہے میں بولے۔

”تم اگر ہمارے تعلق کا پاس کرتے تو پہلی نویں کبھی
تدم بھی نہ رکھتے۔ پرسوں جب ہم سے نفیس میاں نے بتایا
کہ تم اچ کل عبدالکریم کے پاس اٹھ بیٹھ رہے ہو تو ہم پر ہم طروں
پانی پڑے گی۔“

”میں بہت ستر مندہ ہوں چھاہاں۔“

”ذرا سوچ۔ زمین کا مقام دیر جو ہم نے دا بکر کیا تھا وہ
کوئی اپنے مقام دیں تو نہیں کیا تھا۔ قندھاری بابا کے نیکے پر
فیوض والوں کی جو یارش ہے اسے تمام اپنی طریقت، جانتے
ہیں۔ ہماری خواہش تھی کہ ماس کا نقطہ زمین نیکے کو مل جائے
تو درگاہ کی تعمیر ہو جائے تاکہ زائرین کو آسانی ہو اور عرس
کے زمانے میں جو دشواریاں جسکے لئے کوئی ایسی
ان کا سفر باب ہو جائے میں تھا عبدالکریم کی گواہی نہ تھے
ہو رادیا۔ کتنا سمجھا تھا اس لعین کو کہ گواہی مرد دو یا اگر دو
تو جس طرح ہمارا کیل کے اس طرح دو گھنی بدخت کے حصے میں
شقافت فتحی ہو اس سے کسی فلاخ کی امید کیسے ہو سکتی ہے۔“

”افسوس صد افسوس۔“ میسے چھاہاں یہ زمین تھی

کس کی؟“

انہوں نے فوراً جواب نہیں دیا۔ پہلے کھلکارے پھر مجھے
گھورا۔ میں نے درجوب پڑکر اظہریں جھکالیں تو کہنے لگے۔

”اس نام زمین کے مالک ہمارے چھا سلطان حمد اللہ علیہ“

معذدار۔ صفیہ اور اس کے ملکے والوں نے پتیر اکھاڑ کر رجیں کے جو دھڑادھڑ لوٹیاں ہوئی ہیں تو اب کی صفائی دہاں اس سے لئے ووڈے کی دھاگر کے آئے مگر صفائی کے کافروں پر جوں بھی نہیں رسی۔ کچھ لگا کہ جو کچھ مانگتے ہیں مالک اور اب کوئی کیا بولت مگر صفائی کے حالت تاکہ جھامک میں لگتے کہ دمکھیں تو یہ کفر یہ خیالات کہاں سے لا رہا ہے۔ خدا کا کرناؤں ایک دن دیکھ ہی لیا کہ پرانی جوبلی میں جاری ہے۔ پھر کئی مرتبہ راستہ پڑے بھی عبد اللہ کرم کے ساتھ دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ۔ یہ عبد اللہ کرم کیا ہے شیطان ہے جتنا پھرنا۔ بیٹھ قدم خدا کے لئے اس کے ساتھ سے بچ۔ جان دینی ہے خدا کو ایک دن۔ ایساں پر خاتمہ نہ ہو تو گئے دنوں جہاں سے۔

چجی جان کی تعلیری میں دسویں بھی تھی اور غنواری بھی۔ مگر شاید چجی کو نہیں بھاتی۔ منہ بنا کر بولے۔

”اچھا بس تم اپنا کام کرو۔“

”ہر کے اللہ۔ تو میں کو ناس کام چھوڑے کھڑی ہوں۔ دیکھ لیجئے کہ ایسا اب پرانی جوبلی والوں کی صورت پر تھوڑے کاجی نہیں۔ کیوں بیٹھ۔“

”بالکل چجی جان۔ آپ بے فکر ہیں۔“

چجی جان باور بھی خالنے کی طرف چلی گئیں تو میں نے چچا جان سے پوچھا۔

”یہ عجیب سمعت ہے عس وغیرہ کے تو دیوبندی اور ایں حدیث، بھی خلاف ہیں پھر یہ مودودی کا چکر کیسے چلنے لگا ہے۔“

”ائسے بڑے چوٹے مگر عقل نہیں آئی۔“ انہوں نے پرانا نہ بنا کر جواب دیا۔ ”مودودی سے بڑا آجل کوئی بھی بددین نہیں۔ یوں بخوبی جیسے کسی کے غرور و تکبر کی بات کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ سرا سر فرعون ہے۔ حالانکہ دیکھ لومغروہ و مرسکش تو اور بھی دنیا میں ہزاروں ہیں لیکن نام سرخ غزہ کا لیا گیا۔ اسی طرح بددین کے ذکر میں سوائے مودودی کے کس کا نام لیا جا سکتا ہے۔“

چچا کے ٹھہر سے جھاگ اٹ رہے تھے۔ اتنے میں چجی بول پڑی۔

”بیٹھ۔ ہمارا کچھ پاس لاحاظہ ہے تو ابھی یہیں قسم کھا کر اٹھ کر آئندہ پرانی جوبلی میں قدم نہیں رکھے گا۔ دہاں کے کسی فرد سے کلام نہیں کرے گا۔“

”یقین کیجیے چجی جان۔ آپ کا ہر دشمن میرا بھی دشمن ہے۔“

— مگر عجیب بات ہے کہ پرانی جوبلی میں بھی کوئی بھی فرد آپ لوگوں کا ذکر پرانی سے نہیں کرتا۔ کم سے کم میرے کاموں نے اُچھے کام آپ لوگوں کی تعریف کے سوا وہاں کسی سے ایک نقطہ بھی پرانی کام نہیں سناتا۔

”وہ لوگ جانتے ہیں ناکہم ہماری پرانی سُننا براشت نہیں کر دے۔“ چجی توجیہ کی۔

”لیکن میں کو نالاٹ سکتا ہوں کہ جھمے در کردہ آپ لوگوں کی جھوٹی تعریف کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں چچا جان، کوئی غلط ہمیں ان معاملات میں رہا پائی ہے درد۔“

”اوہ۔ تو اب تم ہمیں سوتی سکھاؤ گے۔“ چچا بھسلہ اُٹھے۔ پر خود اسی دکھو بادب الصیب بے ادب بیضیب۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا۔“

”مجا فرما۔ مججا فرما۔“

”کچھ نہیں۔ اب تو یہیں دو ٹوک فیصلہ کرنا ہرگز کا کہ پرانی جوبلی کی خاطر ہمیں چھوڑتے ہو یا اس اسی خاطر پرانی جوبلی کو۔“ مجھے دیسے بھی اندھیسے ہے کہم۔ ہاں جاتے رہے تو عبد اللہ کرم ہمیں مودودی بنائے بغیر نہیں چھوڑ دیا۔“

”ستغفیر اللہ۔“ چچا جان میں نے بھی گرلیاں نہیں کھیلیں۔ آپ کا اپنا بھتھجا ہوں۔ چی ہاں۔“

”بس میں باشیں نہ بناؤ۔ ان مودودیوں کی چالیں نہیں کچھ سکتے۔“

”اوے ہاں۔“ چچا جان کو کچھ بیدا یا۔“ وہ صفائی کا میاں صفائی بھی تو مودودیہ ہو گیا ہے۔ کل ہمیں امشل کہہ رہی تھیں کہ صفائی پر سال کی طرح اب کی بھی کٹور سے میاں کے عس میں جانے کا ارادہ کر دیتی تھی کہ میاں نے منع کر دیا۔ کوئی عنده

”میں کہوں گا یہ تم نے مجھ سے قمت آمدگانی کھی۔“
”ارے بس جاؤ۔ تم نے وعدہ کیا تھا مودودی صاحب
کی کچھ اور کتاب میں لا کر درج کیا گیا وعدہ ہے؟“

”پردہ شجوں میں آتی ہے“
”ت۔ کیا شجوں میں آتی۔ بے عقل جو ٹھیری۔“ اسے
براسا مخدوٹ لیا۔

”ارے نہیں پڑھ لطلب نہیں۔ وہ تو یعنی ایک خشک
کتاب ہے تا۔“

”تحیں خشک لگی ہو گی۔ مجھے تو آخر تک پڑھے
بیرون ہیں نہیں آیا۔“

”محیٰ حیرت ہوں کہ دنیا کیا یہ کیا ہو جائے گی۔
تم نے اسے پورا پڑھ لیا۔ پھر تو یہ تحیں خطبات و ترقیات
بھی لا کر دوں گما۔ مگر دیکھو ازندہ کھلے۔ ورنچ چا جان
مجھے زندہ نہیں چھوڑ دیں گے۔“

”ایسے ہی تو وہ جلدیں۔ میر اتو انداز ہے تم آنے
ذرا بھی نہیں ڈرتے۔ صرف ڈرنے کی ایکٹھا کرتے ہو۔“
”چوپ۔“ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھی ”اخنوں
نے سن لیا تو۔۔۔ تو۔۔۔“

جملہ پورا کئے بیرونی میں تیر قدموں سے باہر نکل آیا۔

حیل صاحب کامام تو گیا جنم میں تحیں اب تھا کہ
پرانی خوبی اور ”چا منزل“ میں جو دوری ہرگئی ہے اس کی
صحیح وجہ دریافت کروں۔ سیدھا پرانی خوبی پہنچا اور
عبدالکریم صاحب سے الجھ بیٹھا۔

”جات آج تک اپنے مجھے تاریکی میں رکھا۔ یہ
مقدمے والا کیا نقہ تھا؟“

”وہ سکر اے۔“ تحیں خواہ صاحب سے تعلوم ہو یہی کیا
ہو گا۔“

”جیاں مسلم ہو گیا اور اسی لئے میں آج آپ سے
جواب طلب کرنے آیا ہوں کہ آخ مودودیت کی بھی کوئی مدد
ہوتی ہے۔ یہ جات آپ کو منتظر کہ زمین غاصبوں کے قبضے میں

”لخت ہے میری عقل پر۔“ کبھی بھی تو سامنے کی
بات بھی سمجھوں ہیں آتی۔“
”خیریہ سامنے کی بات ترہیں“ اخنوں نے برآمدہ
کے انداز میں کہا ”یہ نکتہ مولا کریم نے خاص طور پر پہاڑ سے
قلب میں ڈالا ہے۔ اس کا ذکر قطب العالم حضرت شاہ
منصب علی کی مجلسیں بھی آیا تھا۔ شاہ صاحب چونک
پڑھے۔ بہت دار دی۔ اسی دن سے وہ ہم پر خاص قوجہ
کرنے لگے ہیں۔“

”واقعی ہے تو خاص نکتہ۔“ اچھا اب اجازت
چاہیں گا۔ عبدالکریم صاحب کی سے جا پسند کی وجہ سے
قدھاری بابائی درگاہ بننے بننے رہ گئی اس کا مجھے زندگی
بھرا فوسس رہے گا۔“

”جموٹ بولتے ہو۔ ہم تو افسوس جب تھیں کے
جب پرانی خوبی والوں سے بالکل ترک تعلق کر رہے۔“

”کیوں نہیں کہوں گا۔ آپ دیکھتے جائیں۔“
”میں سلام کر کے بیرونی دوڑاٹے تک پہنچا تھا کہ سیدہ
نے دبی آواز میں پکارا۔“

”ذرا ہیں ہو کر جائیں۔“
وہ باور چی خانے میں تھی۔ جیسا کہ اندھر کمرے میں
جانشی تھیں۔ میں پڑھا۔ وہ کہنے لگی۔“

”کل وہہ کو نہ رہانا۔“ محفل سے کیا بنتی گے۔
”کل تک شاید میں ہی کباب میں تبدیل ہو جاؤں
— سیدہ بانو معاملات پڑھے ڈیکھوں ہیں۔ سوچ رہا
ہوں پرانی خوبی والوں کو قتل ہی کر دوں۔ بھلا دیکھو تو
ظالموں نے چا جان کے خلاف گواہی دی۔“

”اب تھے بھی ٹھوٹجے۔“ چار سو میں کہیں کے۔
اگر میں ابا میاں سے کہوں کہ ایک دن تم مودودی صاحب

کی تعریف کر رہے تھے۔ پھر“
”میں صاف مکر جاؤں گا کہ تم جموٹ بولی ہی ہو۔“

”اور جب میں اون کے سامنے تھاری دی ہوئی پرہہ
رکھوں گی۔ پھر؟“

پرسب آپ کیسے معلوم ہوا؟"

"اپاں رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ویسے میں اس وقت
تمھاں پچھئی تھا۔ جو وہ پتارہ سال کی عمر تھی۔"

"تب تو نہیں کسے۔ خیر ہیں؟"

"ان دونوں نے باہم یہ لے کیا کہ زمین اور دکانوں کا تاریخ
کو بیس۔ اب ایک تو پیش کی جسی کہ ملکیتوں کا تاریخ باہماں بسطہ
بیچنا ہوں کے ذریعے ہے۔ مگر اس میں خواہ خواہ کے صفات تھے
اپنے لامپوں نے یہ دسری سلسلی اقتدار کی کہ ایک دسرے کے
نام الگ الگ ہے۔ نامے لکھ دئے۔ گوک یہ ہبہ نامے بھی ملک
کے کاغذ پر نہ تھے۔ مگر دونوں نے اپنی رنچی ملکیت پر دوسرے
کو فرضہ دیا۔ دکانیں سلطان صاحب کے پاس گئیں اور زمینیں
خان صاحب کے پاس۔ ہبہ نامے جس وقت لکھ گئے میرے
والد مرجم نے بھی بطیور گواہ ان پر سخط کئے تھے اور یہ الفاظ
ہی تھا کہ میں بھی اس وقت وہیں موجود تھا۔"

"خوب"

"ید مارت کی بات ہے گئی۔ والد صاحب اور خان صاحب
دونوں کی ٹیکی تبریزی میں چلی ہوئی۔ اب جس زمانے میں تھیں
جسے ہوتے تھے خواہ صاحب عدالت میں دعویٰ دائر کرنے ہیں کہ
یہ زمین ان کے چچا سلطان کی ہے جس کے بارے میں وہ وصیت
کر گئے تھے کہ اس پر قندھاری بابا کی درگاہ بنانا۔ بھے سے
انھوں نے ذکر بھی نہیں کیا کہ اس قسم کا دعویٰ دائر کیا ہے۔
حالانکہ تھیں علوم ہے ہمارا ہر وقت کا اٹھنا بھٹھنا تھا۔ دھمے
کا علم بھی اس وقت ہوا جب خان صاحب مرجم کے پڑھے
بیٹھے یاد خان نے جسے پڑھا کس قسم کی۔ اس نے خواہ صاحب کے دھمے
دوں۔ میں نے پوچھا کس قسم کی۔ اس نے خواہ صاحب کے دھمے
کا حال سنایا اور مختلف پیشیوں کی سرگزشت بیان کرنے کے
بعد کہنے لگا کہ علاپ ہبہ نامے کی قصدیت کا ہے۔ اس پر
آپ کے والد مرجم کے جو سخط ہیں عدالت ان کی شناخت ہوئی
ہے۔ ہمارے پاس آپ کے والد مرجم کی کوئی خیر یا جو دلیل
جس سے ان کے سخطوں کو ملا یا جائے۔ آپ کے پاس یقیناً انکی
بہت سی خیریں ہوں گی۔ علاوه ازیں آپ علیٰ شہادت

رسہے گری منظور نہیں کہ اللہ کا کوئی نیک بندہ درگاہ بنالے۔"
شاید اس وقت آپ کو چائے کی ضرورت ہے۔
ان کا تسبیح اور تحریر گیا۔ تحریر میں منکھاتا ہوں۔"
"ملکے بی کر میرا غصہ اور بڑھے گا۔ چلے گناہ کیجیے
صحی بھی علوج بالمشل بھی کارگر ہوتا ہے۔"

جلد ہی چائے بھی آئی۔ اب انھوں کے کہاں
"تم نے آخر خواہ صاحب سے۔ بھی پوچھا کہ زمین اگر
واقعی ان کے سر مرجم چھا سلطان ہی کی تھی تو عدالت نے
میری ایک معقولی سی خواہی پر اسے غاصبوں کے پاس کیے
رسنے دیا۔"

"تیرقد ماتی نکلتے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ یہ قد ماتی
چکروں کے کھٹکے کا اہل نہیں۔"

"اسی سے اندازہ کر لو کہ خواہ صاحب۔ سو جھوڑ جھوڑ کے
کسماں پر ہیں۔ تم پھیں سے ان کے جانے پہنچانے ہو گی
بھی وہ سمجھتے ہیں کہ تم چکلےوں میں بہکالیں گے۔ ہے تا
طیفے۔"

"خیر آپ اعلیٰ قصہ بیان کیجیے۔"
قصہ بیس اتنا ہے کہ زمین تو واقعی سلطان مرجم ہی
کی تھی مگر انھوں نے نذر اللہ خاں مرجم کو سب کردی تھی۔
ہبہ سیا کر دی تھی۔ دراصل یہ ایک تبادلہ
تھا زمین کا دو دکانوں سے۔ وہ مددگر میں اور اپنی طرف
جو دو دکانیں ہیں وہ نذر اللہ خاں کی ہیں۔ نذر اللہ خاں یہ
چاہتے تھے کہ سلطان صاحب کی زمین انھیں مل جائے،
کیونکہ اس زمین سے متصل ان کی اپنی پکھڑ میں بھی جو بہت
خوڑی سی تھی۔ سلطان صاحب کی زمین مل کر اس کی قدر دو
قیرت بڑھ جاتی درست تھا اسی سی زمین پر ہل ہل رکھنے کے
مصارف برداشت نہیں کئے جاسکتے۔ تھے۔ اسی لئے انھوں
نے سلطان مرجم سے اظہار مدد عاکی مگر سلطان صاحب میں
فرودت کرنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ اس کے بعد خدا جانتے
ان کے مابین کتنی بار کیا کیا لفڑی گھری ہوتی۔ حاصل ہر حال انکا
قطع کلام معافت۔ آپ تو اس وقت کم عمر ہوئے

سے معذرت کی کہ اس معاٹے میں اصرار اندر کریں ہیں پچھا گواہی ضرور دوں گا۔ اس پر وہ خفا ہو گرچلے گئے تکر در دن بعد پھر ملے اور اب کی غصتے کے سجائے انھوں نے نرمی سے کام نکالنا چاہا۔ کچھ روئے کی مشکش بھی کی۔ یہ بھی کہس کر درگاہ کی متوجہ آمدی میں تمہارا الیک ستعلن حصہ لکھ دیا جائیگا۔ لیکن تم خود بوجو عزم یہ کتنی گری ہوتی بات ہوتی کہ میں لائق یاری قوت میں اگر ایک الیک گواہی سے باز آجائیں گے باز آنے کا سمجھیہ بھی ہو سکتا تھا کہ درمیں غلط انھوں میں چلی جائے۔ میں نے انکار کیا اور پھر تائیخ آنے پر گواہی دی۔ سمجھی یہ ہو اک خواجہ صاحب مقدمہ ہمارے کے اذبھی سے انھوں نے ہم لوگوں سے مکمل ترک تعلق کر لیا ہے۔

یہ سب شُن کر میں نے گرم چائے کا گھونٹ بھرا۔ بمحض میں نہیں اور ہاتھیا کیوں۔ بس یہ بھی بولا۔

”یادِ عبد اللہ کیم حسید۔“ چاچوں سے بھی خفا ہو گئے ہیں کیونکہ تم سے میرا ملنا جانا اغیض سخت ناپسند ہے۔“

”اس کا علاج یہ ہے کہ تم مجھ سے ملنا جانا چھوڑ دو۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔“

”سوچنا پڑے گا۔“ دراصل میرے پاس بھی ضمیر ایک خطرانک پڑا۔ بھی تک موجود ہے۔ یہ کم بخت نہ ہوتی تو پھر کوئی غم ہی نہیں تھا۔ اچھا یہ بتائی شیخ الحفاظ سے بھی کچھ دیدی قنید ہے؟“

”کیوں؟“

”ان کے ذریعے برج نار انہیں صدر ایک ایک سفارش پہنچائی ہے۔“

”وہ چند بھی سوچتے رہے۔ پھر میرا نہ انداز میں بوئے۔“ بھی میرے ذہن میں تو کوئی ذریعہ آیا نہیں۔ ویسے بھی منا پیش شیخ صاحب پڑے غصتہ درآدمی ہیں۔ کیوں کی قسم کی سفارش ہے؟“

”ہے ایک عاملہ۔ خیر کیما جائے گا۔“

اگلی صفحہ میں پھر خواجہ صاحب کے یہاں پہنچا۔ وہ اشراق

بھجوادے میکس گئے کہ دستخط آپ کے سامنے ہی ہوئے تھے۔ یادو خاں کی دخواست کو میں کیسے قبول نہ کرتا جب کہ وہ بھوسے تیج کے سوا کسی اور تیز کا طالب نہیں تھا۔ تھجھے بڑی حیرت ہوئی تھی خواجہ صاحب کے دعوے کا حال سنکر۔“

”بات ہی یہی حیرت کی ہے بشرطیکہ ہبہ نامہ پہلے سے خواجہ صاحب کے علم میں رہا ہے۔“

”ان کے علم میں سب بچھو تھا۔ جب انھوں نے منا کر میں گواہی پر آمادہ ہوں تو مجھ پر دباؤ دلا کر ایسا نہ کرو۔“ میں نے عرض کیا کہ خواجہ صاحب آپ جب جانتے ہیں کہ زین حقیقت دوسروں کی ہو چکی اور اس کے عوض منڈی کی دکانیں آج بھی سلطانِ مرحوم کے وشاں کے پاس ہیں تو پھر اس مقدمہ بازی کے کیا معنی؟“ وہ بگوڑکر کہنے لگے کہ ان سخوں میں تم کیوں پڑتے ہو۔ خاں حسکے طرف کے بد اعمال لفٹتے ہیں۔ ایسے بد معاشوں کو زکر دیتا اور رضا کی تھیکی صورت میں اکارنا بہت بڑا کارنا بھی۔ تم ہماری مدد نہیں کر سکتے تو تم سے کم مخالفت تو نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مدد میں ہر معلمے میں کرنے کو تیار ہوں مگر اس معاٹے میں لکھ کر سکتا ہوں۔ کہنے لگے کہ تم اگر عدالت میں پہ بیان دیو کہ ہبہ نامے کے دستخط میں نہیں بچا شاتریں بھی ہماری مدد ہے۔ آگئے ہم بہت لیں گے۔ میں حیرت میں رہ گیا کہ وہ بھوسے صریح جھوٹ کا مطالباً کر رہے ہیں اور بے عرض کیا کہ یہ میرے بیان سے باہر ہے۔ مشرعي پہلو بر بھی توجہ دلاتی کہ ناجائز فحول بر جاگی کردہ زین درگاہ کے لئے کسی موزوں ہو سکتی ہے جب کہ اس مسجد تک کوٹھادیتے کا حکم ہے جو غصب کر دہ زین میں بنالی گئی ہے۔ آپ کیوں پنچ قابض خراب کر سئے ہیں۔ پہنچنا تھا کہ وہ اگل بگولہ ہو گئے۔ وہ بھی مخدیں آیا کہنے پڑے۔ وہ چاہتے تھے کہ الگ میں ان کے حسب نشان گواہی دینے پر آمادہ نہیں تو تم سے کم اتنا تو کروں کہی بھی قسم کی گواہی نہ دوں۔ یا اور خاں سے صاف صاف کہدوں کہ میں مقدمہ کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن میرا ضمیر کی طرح اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ میں نے خواجہ صاحب

رشوت بھی لینے لگے ہیں۔ ”

”رشوت ا“

”ہاں اور کیا۔ اثر و سوچ کافی ہے۔ طرح طرح کی سفارشوں کے لئے لوگ ان کے پاس آتے ہیں انھوں نے سوچا پہنچا کر کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ٹھوک آدمی ہیں۔ لوگ انھیں بڑا صاحب کردار سمجھتے ہیں، مگر خود سوچ جو شخص دار الحکم مونڈتا ہو رہا کیا خاک صاحب کردار ہو گا۔ وزیر ون گورنمنٹ سے ملنے جائیں گے تو کوٹ پتلوں پہنیں گے۔ یہ ہیں آج کے مسلمان۔“

”اگر رشوت لینے لگے ہیں تو ظاہر ہے ہزار پانسوے کم بات بھی نہ کرتے ہوں گے۔ بیچارے جیل حصنا تو شاید دوسوچی نہ دے سکیں۔“

”میاں تو جیل حصنا تھا رے کون لگتے ہیں جو خواہ خواہ پلکان پورے ہے ہر۔“

”مشنا ساتھی ہے اپنی خاصی۔ بیچارے کہت پہنچان ہیں۔ تو کوئی چھوٹ گھنی تو فاقوئی نوبت اٹھاتی ہے۔“

”چھوڑ دیساں شہر میں سکردوں بھوکے ننگیں کس کی خیر خواہی کرتے پھر و گے۔ آدمی کو اپنے کام سے کام رکھنا پاہیئے۔“

”بات تو آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ خیر بیکھتے۔“

”ای ودیہ کو جیل صاحب بھرا کے ہوئے آئے۔

”آپ سے اُنھے کر اور ہاہوں“ انھوں نے تشویش آئیز لہجے میں کہا۔ ”اب اس میں کسی شبکی بخاش نہیں ہی

کہ تین چاروں میں مجھے تخفیف کا نوٹس مل جائے گا۔“

”اوکس خواجہ صاحب کے تعلقات بھی اسی لطف سے ختم ہو گئے ابھی تک دوسرا کوئی ذریعہ ہاتھ نہیں دے ہے۔“

”میں بہت بد قسمت ہوں ملا صاحب۔“

ان کی آواز بھرا گئی۔ درے پر شانماں پیش آتی ہیں جارہی ہیں۔ بڑی بچی بیمار۔ چھوٹا بچہ صافیں سے بڑھاتے

کی نفلیں پڑھ کر ابھی ابا نا شستہ پر بیٹھے تھے۔ موڑا ج بھی کل سے بہتر نہیں تھا۔ پیرے مسلم کا جواب اس انداز میں دیا جیسے الفاظ ادا کرنے میں محنت شاہق برداشت کرنی پڑی ہو۔ بچا جان بھی چپ چپ سی تھیں۔ سعیدہ کا ہمراہ البتہ معمول کے مطابق شاگفتہ تھا وہ فرائی میں میں پر اٹھے بنارہی تھی۔ لیکن اس کی شکفتہ مزا جی کا فائدہ بچھے اس وقت کیا ہے۔ سکتا تھا جب کہ بچی اور بچا دونوں قریب ہی موجود تھے۔

”میں جانتا ہوں تم یہاں سے جا کر عبد الکریم سے ملتے ہو گے۔“ بچا جان نے خشک لبچ میں فرمایا۔ اور اس نے تھیں اونہی سیدھی باہیں سمجھائی ہوں گی۔“

”جی نہیں۔ جی ہاں ملاؤ تھا۔“ مگر بچا جان بھلا

آپ کے مقابلے میں کسی اور کی پرواہیں کیا کر سکتا ہوں؟“

”میں تو خداوند سے بیچا کہے جا رہی ہوں۔“ بچی پلیں راخیں تو خواہ خواہ تھے بدگانی ہو گئی ہے۔“

”اب تو تم چپ رہا کرو۔“ بچا نے انھیں گھوڑا۔“

”یقین کچھے بچا جان میں پرانی حولی سے اب کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ لیکن ایک اور معاشرے میں بڑی پریشان ہے۔ آپ کچھے مد فرمائیں۔“

”ہاں ہاں کہو۔“ بچا کے پڑے پر اب ذرا دش

آگئی تھی۔ کیا معاملہ ہے؟“

میں نے جیل صاحب والا باریلم سامنے رکھا۔ وہ خود سے منظر ہے۔ جب شش جکے تو کہنے لگے۔

”میاں کیا بتاؤں۔ شیخ طیف سے بھی ترک تعلق ہی سا ہو گیا ہے۔ انھیں غالباً عبد الکریم ہی بنے میرے خلاف بھرا ہے۔ اب ان سے ملاقاتات بھی کم ہی ہوتی ہے ملکہ یون کھو لو کر ہو گئی تھی نہیں۔“

”یہ تو برآ ہوا۔ پھر کس ذریعے سے ان تک بہنچا جائے۔“

”میرا خیال ہے۔ سچ بھی گئے تو کوئی فائدہ نہیں ہو۔“

نامشتبہ ہو۔ پھر کشاکر کے شیخ صاحب کی کوششی پر جاہلچا۔ وسیع و عریض لان کے گرد لوہے کا جنگل خدا درپھاٹاں پر پہنچے دارجہ جودتھا۔ اس نے مجھے مانقانی کرے بھاکار اندر اطلاع کرائی۔ تقریر پندرہ منٹ بعد شیخ صاحب کا قدم بالا نظر آیا۔ وہ صرف قصص اور پاچائی میں تھے۔ میرے سلام کا جواب ہرگز دارمیں طاولہ آہنگ کے اعتبار سے توبے شکل کی مکن گرج کی حامل تھی جس سے میری ساعت ایک بار پہنچ آئنا ہو چکی تھی لیکن زیر دم میں تو صفح اور شفقت کا انداز تھا۔ میری ہمت بند ہی۔

”معاف کیجئے گما۔“ بے وقت تسلیف دی۔
”بیٹھ جاؤ۔“ وہ حکماز انداز میں پولے اور خود بھی صوفی پر بیٹھ گئے۔
”سربے پہلے یہ بھجو کہ میں غیر ضروری الفاظ پسند نہیں کرتا۔ انھیں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا“ تھا
”نام؟“

”م۔ ملا ابن العرب۔“

”کیا۔؟“ وہ دمڑے۔

”جی ہاں جی۔ ملا۔“

”ٹھیک ہے۔ کیوں آئے ہو؟“

”ایک صیحت میں ہوں۔ آپے مشکری نہ کی تو ایک غریب آدمی کا گھر تباہ ہو جائے گا۔“

”میں نے ادارہ خدمت خلق نہیں کھوں رکھا ہے۔ کیا معاملہ ہے خضر کہو۔“

”میرے ایک غریب ہمچیل حصہ۔ وہ ڈبلوپی کار پورٹی میں ملازم ہیں۔ انھیں تحفیظ کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔“

”وپھر میں کیا کر سکتا ہوں۔“

”صرفاً صاحب آپکے دستوں میں ہیں۔ انھیں کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔“

”کسی ادارے کے انتظامی معاملات میں خلق اندازی“

”نا مقول بات ہے۔ مجھے تھیں ایسی نامقولیت کی توقع کیسے ہوتی؟“

ہاتھ ٹوٹ گیا۔ گرانی اتنی ہے کہ پیریت ہی کے ہمراہ ٹھیک طرح بھرنے نہیں پاتے۔ دوا علاج کہاں سے ہو۔ اب یہ تو کری بھی جاتی رہی تو۔“

جملہ پورا کرنے کے عوض انھوں نے طویل سالی لی۔
”ماریسی کفر ہے حباب۔ آپ کام پر جاتے۔ میں دیکھوں چاہیجی کیا ہو سکتا ہے۔“

نام نہ کہ میں کیا ایسے لوگوں سے ملا جن کے بالے میں قریعہ پر سکتی تھی کہ شیخ صاحب تک ان کے ذریعہ رسائی مکن ہو گی میں ناکامی کے سوا کچھ باقہ نہ آیا۔ آخر کار میں نے تھہیہ کر لیا کہ براہ راست ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ بہت سے بہت پیچی تو پہنچا کہ کو را جواب بکڑا دیں گے۔ منا تھا بیڑے خصہ داد آدمی ہیں۔ ناک پر کھنچنے نہیں سمجھنے دیتے۔ ڈیل ڈول بھی ایسا تھا کہ نکھنے والا مر جو بہت ہوئے بغیر نہ رہتا۔ ایک بار مجھے قریب سے ان کی آواز نہیں کامو قعہ ملا تھا بس ایسی محوس ہوا تھا کہ صورہ اسرافیل کا دہانہ مکمل گیا ہے۔

”بھساگوان۔“ میرے گفن دفن کا سامان تیار رکھو۔“ میں نے اپنی لصف بھتر سے کہا۔ ”صحیح ایک ایسے آدمی سے ملنے جاد را ہوں جو زندہ آدمیوں کو بغیر تسلی نکل جاتا ہے۔“

اس نے سوالات کی بوجھا کر دی تو میں نام صورت حال بتلائی۔ وہ تشویش آمیز لچھے میں کہنے لگی۔

”جائے کہ میرے ہاتھ نہیں کرتی۔ آدمی آدمی کے کام نہ اسے تو وہ کس کام کا۔ مکر شیخ صاحب کے بارے میں میں نے بھی خوناک باتیں کی ہیں۔ خدا کے لئے سوچ بھجو کر گفتگو پیچھے چلا۔“

”موت بر جن ہے تو پھر جیسے بھی آئے۔ شہادتے پڑھ کر نعمت کیا ہو سکتی ہے۔“

”غیر وہ آپ کو قتل تو کرنے سے رہے۔ خدا کرے بیچارے جیل ٹھاٹ کا کام ہو جائے۔“

”صحیح میں نہ ڈٹ کر نامشتبہ کیا کہ مکن ہے یہ آخری“

آخر کار طیسم ٹوڈا اور ایک ادھیر عذر کی خادمہ چاک کی طرف
پانچوں پر اٹھائے داخل ہوئی۔

"میاں نے یہ بھجوائی ہے اور کہا ہے کہ چار دن بعد
پھر آتا۔"

"پھر آؤں" میں پونکا۔ "بڑی بی۔ میاں غصتے
میں تو نہیں تھے؟"

"غصتے کے بغیر تو ان کا کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا" خادم
سے دبی زبان سے کہا۔ اس کے پیشوں پر سکر اہٹ بھی تھی
مگر بھیسا تم فکر نہ کرو۔ وہ تم سے خوش معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیا۔ سچ۔ تھیں کیسے معلوم ہوا۔"

"ابھی بی بی جی سے کہہ رہے تھے کہ لوڑہ صاحبزادے
خود ہی آگئے ہیں جن کے پیشوں پر وہ پڑھ کر تم پاگل ہو جائی ہو۔"

"اوہ۔ اوہ"

اسی وقت میں نے چھوٹی کیا کہ سامنے کی کھڑکی پر پڑے
ہوئے پردے میں ہلکی سی جبش ہوئی اور پھر کسی کا نصف
چہروں اس جھری کے پیچے نظر آیا جو پردہ سرکانے سے پیدا
ہوئی تھی۔ میں چاٹے کی طرف متوجہ ہوا۔ اچھے خاصے لواز ماتا
بھی راستہ تھے۔ پرانی میں چاٹے اُنڈیل کو میں نے پھر کھڑکی
کی طرف لگاہ اٹھائی تو اس وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ میں مگن تھا
میں اسے فریضی تھا۔ اس کی تصور کرتا اگر بعد میں اس کی تصدیق
نہ ہو گئی ہوئی کہ "شیخانی صاحبہ" نے پردے کی اُوٹ سے
خاکسار کی زیارت کی تھی۔ بہر حال چاٹے پی کر میں رخت ہوا
اور سیدھا حیل صاحب کے دفتر پہنچا۔ وہ اپنی میز سے اٹھ کر
باہر لان میں آگئے۔ یاس آمیز افسوس گی کی جھلک اس وقت
بھی ان کے چہرے پر موجود تھی۔ میری طرف ایمدو ہم کی نظر پا
سے دیکھنے لگے۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا جیل حصہ۔" میں شیخ صاحب سے میں
تو آیا ہیں مگر اندازہ ابھی تک نہیں ہو سکا کہ تنہوں کیا نہ تھا ہے۔
"اشنا یہ کچھ نہ ہو سکے۔" کل شام پوری طرح تصدیق
ہو جائی ہے کہ پانچ آدمی تخفیف میں آئے ہیں جن میں سے ایک
میں بھی ہوں۔"

"خاپ۔" طو بھی ہوتی کشتی کے سافر ناخدا ہی
کی طرف دیکھتے ہیں۔ آپ مصیبت زدؤں کے کام آتے
ہیں۔"

"لڑکے۔" مجھے احتی بنانے کی کوشش ملت کرو۔
انھوں نے باٹھے بلند کر کے کہا "کیا رشتہ داری ہے تھاری
جیل سے؟"

"بالکل بھائی سمجھئے۔"
"تمہیں بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔" یہ بالکل بھائی
کیا ہوتا ہے۔"

"رج جاپ۔" دراصل۔"
"پھر غیر ضروری الفاظ۔" تم لوگ وقت کی قیمت
نہیں سمجھتے۔ کیا رشتہ ہے تھارا جیل سے؟"

"اصطلاحاً تو کچھ بھی نہیں۔ جان بچپان ہے۔ بیں۔"
"اور تم سفارش کے لئے دوڑ رے آئے؟" جانتے

ہو میرا وقت برپا کرنے کی سزا اکیا ہو سکتی ہے۔"

"پھانسی" میرے مختہ سے نکلا۔ مجھے آپ کوی سے
اڑادیجئے مگر جیل ہے۔ کو تخفیف کا انتہاء بننے سے جعلیجے۔
ان کے پیشوں پر تسلیم کی رفت سی نظر آئی مگر ہم اُنھوں
نے اس اندازیں سمجھے جیسے اس نامراہ تسلیم کا گلا گھونٹ دینا
چاہتے ہوں۔ نظر میں پرے چہرے بے گلہی ہوتی تھیں۔

"تم نے اپنا نام کیا بتایا؟" انھوں نے دعطا چھا۔

"جی۔ ملا ابن العرب۔"

"یہس آتنا ہی۔ ما کچھ اور؟"

"تلخیس کے طور پر میں بھی لگایتا ہوں۔"

"اچھا میں جاؤ۔ مگر شہرو۔"

وہ زبان کے ساتھ ہاتھ سے بھی ٹھیرنے کا اشارہ
کرتے ہوئے اٹھ گئے اور اگلے لمحے میں کمرے میں نہا چھا۔
وہ اندر جا چکے تھے۔

"یا آجھی خیر۔" میں نے سوچا۔ اب کیا ہوئے والا
ہے۔ تنہائی کے پانچ منٹ ذہنی تسلیم کے عالم میں گذے
ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ اگلے لمحے کیا ہوئے والا ہے۔



اگر
پشتا ب میں شکر آ رہی ہے تو؟
رسالہ فرمایا ب طیس شکری
مفت منگا کر پڑھئے
اس رسالے میں بساں، علامات، علاج
غذاء پر ہریز لکھا گیا ہے۔

دل سے متعلق بیماریوں کی
تفصیل
غذاء پر ہریز۔ مفید تر ایر جانتے کیلئے لڑکوں۔

دل کے دوسرے
مفت
منگائیے

ہندوستان کا قدیم دواخانہ
ہاشمی دوا خانہ دارالشفاق قدیمی
امروہ۔ ضمیح مراد آباد
(بیو۔ پی)

"کیا باجا عادہ نہ مل گے۔"

"نہیں۔ مگر عالیاً کل تک مل جائیں گے۔"

"اللہ کار ساز ہے۔ جائیے کام پر بیٹھئے۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں کہ موت سے پہلے ہی ماتم مرتع کر دیا جائے۔"

اگلے دو دن یہم درجہ کی کیفیت میں گزرے۔ شیخ حابنے لفظاً خواہ حوصلہ شکنی بھی کی ہو لیکن ان کا مجموعی حلز عمل حوصلہ شکن نہیں تھا۔ پھر خادر کی دی ہوئی اطلاع اور وہ پردے کی اوٹ سے نظرتے دالا چہرہ۔ اسی سے میں پوری طرح یا یوس بھی نہیں تھا۔

آخر کا زیست دن یہ تذبذب کی کیفیت ختم ہو گئی۔ جیل حصہ، خوشی کے مارے بچوں نہیں مادا ہے تھے۔ دوسرے میں دفتر سے اٹھ کر بیرے پاس دوڑتے آئے اور اس سے پہلے کوئی سلام کلام کرتا تھا اپنی طرف طیب کریں سے پہلیا۔ "میں زندگی بھر تھا اامین احسان ہوں گا ملابھائی۔" اللہ کا فکر ہے صدیقیت مل گئی۔

ان کی آواز فرط اخذ بات سے کاٹ پڑی تھی۔

"تجہاب بھیرا کوئم کیوں نکال دے رہے ہیں؟" میں نہ خود کو سیستھے ہو سکے کہا۔ "کافی صد ہو گی۔"

"ہاں۔ باقی باچوں کے نوٹس آئے ہیں۔ مجھے برقرار رہنے دیا گیا ہے۔"

"بنا رک ہو۔ مگر جیل حصہ بندوق کا لائسنس بھی دیر میں ہے تھا۔ افسوس مرغایی کے کتاب۔"

"نہیں ملابھائی۔ اب نہیں ماؤں کا۔" صحیح

آپ میسرے ہی ہیاں نا مشتہ کر رہے ہیں۔"

"مکرم مرغایی کے کتاب۔"

"وہ بھی ملیں گے۔ میں آج ہی پڑاں جہاں میں بیٹھ کر

مرنا پیدا کر زندہ بکٹنے کی کش کروں گا۔"

صریح کہاں اگلی صبح کے ناشتے پر ختم ہو گئی۔ لیکن اسی ناشتے کی کٹھ سے دوسرا ایک قصہ نکل پڑا۔ اس کی تفصیل اگلی صحبت پر رکھئے۔ (ملائندہ صحبت باقی)

مولانا عبد الماحد - دریابادی

مشوے اور گذاریں

س علامت سوال کی ہے اور حملہت جواب کی۔

سرت ہے اگر ادھر ہیں تو دنوں اگر ادھر ہیں تو دنوں
بھر سول کا ہو گیا رہ "پڑھدا" ہو کیسے ہو سکتا چہہ ہاؤ
جو اللہ کا بن گیا وہ بلا دامتہ رسول رہ کیسے ہو سکتا
چہہ ہے ایک راہ کو دسری سے جدا کرنا تو عین قفلو
کی بولی ہوتا ہے!
س بخوبی تفسیر محدثی ذات میں زندہ ہو گئے۔ انھیں
حیات چادرانی مل گئی۔

چج۔ یہ کسی کی ذات میں زندہ ہو جانا، نہ توقرآن کا حادثہ
ہے اور نہ حدیث کا۔ یہ بولی تو صرف شاعروں اور
غایی صوفیوں کو بہار کہو! ہم آپ طالب علموں
کو لئے اس سے بچائے۔ صاحبین امت کا عقیدہ
تو یہ ہے کہ اللہ ہمارا محبوب حقیقی اور قصود اصلی سے
اور بخاری تقدیر اور سردار و پیشو احمد رسول اللہ ہیں کہ
انھیں کے قول و عمل کی پیر دی جیں رضائے الہی تک
ہمچلا سکتے ہیں۔

س صوفیہ اور دوستیوں کی عالمگزاری اس پر قائم ہے۔

س۔ ہم لوگ محمد کو چھوڑ کر خدا کی طرف براہ راست
جانے لگے۔

چج۔ معاذ اللہ غیرہ داراز بیان کی انتہا ہے؟ آخر ہے
کون بدجذب مسلمان ان پوتے چودہ سوریوں میں بڑے
جس نے محمد کو چھوڑ کر براہ راست خدا کی طرف چلا گئے
کی دعوت دی چے؟ کون ایک نام بھی تو معاذ ہو۔ کوئی
مسلمان تو اس کا فکر کیمی نہیں کر سکتا۔ محمد رسول اللہ
اللہ کا دامن تحفے رہنا ہی تو عین اللہ کی تعلیم وہیستہ
ہے۔ اس نے یہ کہ اور کہاں کہا ہے کہ میری طرف
بلدا دامتہ رسول راہ راست آؤ۔

س۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ س۔ من
چج۔ یہ ادھر اور ادھر کے اشائیے بھی اسی سماں میں چھوڑ
نہ آئے کیا یہاں دنیا "ڈاھرت" یا "زین" و آسمان

مراد ہو سکتے ہیں؟ اور بالکل ظاہر ہے کہ اللہ اور
اس کے رسول کی دوستیوں ہیں۔ دنوں کی ایک ہی

او ۳ اشکاف بفاطمیں ائمۃ مفتت و رائیہ مفتون آیا ہے اور یہ سمجھی و ماتم مختصر ایسا کوئی فتنہ خلشہ نہ
جگہی الرسول افغانی قات اذ فتنیں ایں۔
س جنکہ ذات محمدی جمیع طور پر ذہن پر مرسم نہ ہو اور جو
الشعور کا جزو نہیں جائے۔ حجر احکام کی تعلیم کے
سبن سے بیرت کی تخلیقیں میں کھڑا ہوں پیدا ہو جانا
لا بدی ہے۔

چ - گویا قرآن مجید چو ہر یہی کی زبان سے اس کی اطاعت
و اتباع پر اتنا ذرود دیا ہے اور خود ہمارے ہر یہی حق
کی زبان چو اس اتباع و اطاعت کے مختلف صیغوں
کی اتنی تکرار کرائی ہے، یہ سب زی شاعری ہے اور
جو تقلید کے لئے بطور اسود حسن آپ کو پیش کیا ہے
یہ ناقابل اعتماد ہے بلکہ سب سیرت کو ٹھہرے ہوں کا
واسطہ و کھانے والا ہے۔ اور اصل حقیقت و عرفت
تو کوئی اور یہی چیز ہے جسے نہیں پر مرسم کرنے اور خود
میں اثار لینے ہی سے یہی سے یہی کیا جا سکتا ہے۔ اور انہوں
نے زندگی کے ہر ہر جزو میں اتباع رسول اور اطاعت
رسول پر ذرود دیا ہے اور قرآن لے جو محبت الہی ہی کا
نہیں بلکہ محبوسیت الہی کے بلند ترین مرتبہ کا ذریعہ اتباع
رسول کو صراحت کے ساتھ بتایا ہے قل ان کنتم
تبحرون اللہ فاتحون مجدهم کم اندھے۔ اس میں
نحوہ بالمشترک ایسی ہے کچھ کوتا ہی و فر و گر اشت
ہو گئی ہے! بلکہ طبقہ مشکلہوں کا تجھے ہے جو یہ کہتے ہیں
کہ مسلمانوں نے علیٰ مسیح کو ان کے اصل مرتبہ سے
اتما کر کر صرف ایک ممتاز یہی مانا ورنہ وہ تو
ابن المشترک اور مشترکی کا الہمیت و معیودیت
ہیں! (صدق جدید)

چ - خدا عالم وہ کوئے صوفیہ اور درویش ہیں جن کی عبارت
اکثر ہے "آپ کو حق پر نظر آئی اگر ان سے مراد امام غزالی"
اور شیخ جبلانی علیہ السلام کے حضرات ہیں تو ان کا کسی
بوجھنا تو حیدر کی پرستاری اور رسول کی پیر ویہی کو ان
کا سارا یہ حیات رہی ہے۔ اور ان کا اشارہ امت کے
اہم ستروں میں ہے۔ باقی اُو خدا کو نہ مراد تبریز
پر صحابہ کرنے والے اور مزاروں کا طواف کرنے والے
اور عرب اور مسلم کرنے والے پیشہ رصانہ جان مراد ہیں
قوایتے حق میں ہدایت کیلئے ائمۃ تعالیٰ سے دعا فرمائی
س۔ اور جو لوگ مشترک سے بچنے کی منفی سعی میں لگے رہے
وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکے کہ امت کے دل پر
چڑ کے دھکاتے چلے گئے۔

چ - ائمۃ الشاہزادہ مشترک کی کل یہ قدر و تجھن کہ سعی فی
— گویا ایمان کی بنیاد حسکہ پر رکھی گئی ہے اس کا
پہلا حزد لا الہ العقط! اور یہم ائمۃ سے بھی قبل اخذ
با مشترکی تواریخ ہیں! اور قرآن مجید میں لا مشترک کو ااؤ
اس کے تراویف جو پیشہ شماریات و احکام موجود ہیں
یہ سارا نہ اختلاف! معاذ ائمۃ کہاں سے کہاں
ہے پھری!

اور پھر مصالحیں امت اور خادمان و بنی مشترک دین
میں کوشا ایسا اچانگ تک ہوا ہے۔ جب کلام روشنک
کی "منفی سعی" پر اگر رک گئی ہے اور جس نے اسی پر
زور طلب کر اثبات تو حرج نہیں کیا ہے؟ جو امت
ان ساری اصلاحی و تسلیمی کوششوں اور دعوتوں کو
اچھے حکم روح پر چڑ کے "بھتی ہے" وہ قابل ہی اس کے
ہے کہ فنا ہو جائے۔

س۔ کاش کوئی ائمۃ کا بندہ ہماری توجیہ کا رخ زندہ ذات
حمدی کی طلاق پھیر سکے۔

چ - "زندہ ذات" تو صرف اسی کی ہے۔ جس نے اپنا
نام "احمد انصور" اور الحمد للہی لام کوستہ تباہیا ہے
ذکر وہ دخود بن ائمۃ، جسے خی طب کو کے صفات

بازستان کے وسائل

دس سال اس چمن میں عزیزانِ محترم ذردوں کو آفتاب بدمان کہا گیا
 آباد کر کے فتن خواہاں کی بستیاں اک پوالہوس کو صاحبِ دوراں کہا گیا
 صرصر کی شان میں بھی قصیدہ لکھے گئے باذخراں کو موج بہاراں کہا گیا
 نقد و نظر کے شیشہ نازک کو توڑ کر چندال چوکڑی کو غزالخوان کہا گیا
 اک پیسر خانہ ساز کو ایوالن صدر میں یادش بخیہ اصحاب عفان کہا گیا
 بہنچی کچھ اس طرح سے تقافتِ عروج پر تو خیز افسروں کو سلیمان کہا گیا
 جس نے جس کو شیشہ نے پر کیا نثار اُس زیدمیز ل کو سلس ان کہا گیا
 سی آئی اے کی چشم سیہ سست کے طفیل زخیر پاکو زلف پر لیٹاں کہا گیا
 ہرجی حضور یتے کو مناصب کی سڑ میں

شورش یکے زحلقہ نے خوبیں کہا گیا

شورش کاشمیری

یہ جملہ صحیح ذکر و عاد مصطلوں و سلام کے موضوع پر مشتمل ہے۔ اس تدارکات کا طریقہ رسولی الدین کا مقدس ہے جو ان کے خاص رنگ کا حامل ہے۔ اس کے بعد خود مولف کا دریافت ہے جو ذکر و عاد کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتا ہے۔ اصل کتاب کے باقی میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ وہ ایک قیمتی تحفہ ہے جس سے اہل تو فہیم بہت بارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے جلی عنوانات یہ ہیں:-

قرآن مجید کی نولادۃ۔ خاص خاص سورتیں اور آیتوں کی برکات۔ دعاء۔ دعائے متعلق ہدایات۔ دعائے چند آداب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں۔ نماز میں اور نماز کے بعد کی جانے والی دعائیں۔ مختلف اوقات وحوالی کی دعائیں۔ جائز اور ہمہ گیر دعائیں۔ استغاثہ کی دعائیں۔ استغفار و توبہ۔ توبہ و استغفار کے خاص کلمات۔ صلوٰۃ و سلام۔ درود و شرافی کے خاص کلمات۔

نقد و نظر کا جہاں تک تعلق ہے صاف سی بات یہ ہے کہ اسی رشیع اثنان کتاب پر ہم سے زیادہ قابلیت کا آدمی نگاہ نقد و اسکتا ہے۔ ہماری بساط فاضل مولف کے شاگردوں سے زیادہ اونچی نہیں۔ لیکن ازراہ و حوصلہ افزائی جب فرض تبصرہ ہمارے پسروں کہ ہی دیا گیا ہے تو وہ چند باتیں بھی ہم عرض کئے دیتے ہیں جو دراں مطالعہ ہماری بھیں ایں۔

محترم مؤلف نے اپنے تشریحی نوٹوں میں ان الجھنوں اور سوالوں کو صاف کرنے کی کافی کامیاب کوشش کی ہے جو تاریخ کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں پھر بھی ہماری انتی میں بعض مقامات ایسے رہتے ہیں جہاں ظفیقی ذہن کی پیاس شاید ہی بکھر سکے۔ "مقطق" ہم نے اونچے معنی میں نہیں بلکہ آج کے دور تعلق میں معنوی سوجہ بوجھوں اولوں کے اندر بھی جو استدلالی حس پیدا ہو گئی ہے اسے ہم نے مقطق سے تعبیر کیا ہے۔

ایک مثال:-



معارف الحدیث • مؤلف:- مولانا حمزة نظور نعمانی۔

• شائع کردہ:- کتبخانہ "الفرقان" (جلد پنجم) لکھنؤ۔ صفحات، ۷۰۰

• تیمت مجلد پر نہ آنحضرت پے۔ طباعت و توزیت میماری کا خذرا چھا۔

"معارف الحدیث" کے نام سے مولانا نعمانی چار جلدیں اس سے قبل لکھے چکے ہیں جو اب اٹھاہنا الفرقان میں طبع ہوتی رہیں پھر کتابی شکل میں آتیں۔ کوئی خبر نہیں کہ ان کی یہ خدمت درج و سناش کی سختی ہے اور تو قع ہے کہ یہ ان کے لئے قیمتی تتابع آخرت ناہی۔ اس کی خصوصیت اس تالیف میں یہ رہی۔ یہ رہ مختلف فیہ سائل میں شدت نہ بر تین اور زیادہ تر ایسی ہی تفصیلات سے کام کر رکھیں جو کسی بھی مکتب ملکر کے لئے ناخوشگوار نہ ہوں۔

یہ خصوصیت ان کی تالیف کو مقیریت عالمہ کے احتیاط سے چار چاند لگائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید تبریزت دے۔

اس میں استدلالی اندازگم اور جذباتی پیرایہ زیادہ ہے۔ صفحہ ۷۲ پر بھی اسی نوع کی ایک روایت ہے۔ چند مقامات پر ترجیحے میں بھی لطیف ما سہونظر آیا۔ ص ۱۹۷ پر حدیث کے الفاظ ہیں۔ میں آن تسلیں اور اصل اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

”اس سے کہ ہمارے قدم بہکیں اور ہم غلط را ہ پڑھیں۔“

او ”کا ترجمہ“ یا ”ہونا چاہئے خدا نہ کہ“ اور۔۔۔ صفحہ ۷۲ پر ترجیحے میں یہ نفرہ متن سے زائد ہے۔ ”اور شیطان کوئی فتنہ انہیزی نہ کر سکے“ اگر تشریع کے ذیل میں اس نوع کا ذائقہ نفرہ آکے یا ترجیحے ہی میں آئے مگر پریکٹ دے کر توبہ کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن یہاں ان میں سے کوئی حکومت نہیں ”ترجمے“ کی حیثیت سے یہ نفرہ حدیث میں اختیار ہے۔

ص ۲۹۶ پر الحصر اغسل خطاب یا تی بیان المشریح عالی بحر کا ترجمہ یوں ہے:

”اسے میرے اللہ! میرے گناہوں کے اثرات محدود اور اے اور بہت کے پانی سے۔“

اب اگر ایک ایسا قاری جو عربی زبان تاہوہ اور ظاہر کر ۹۹ فیصدی قاری ایسے ہی ہوں گے، مخفی ترجیحے کی بیاناد پر یہ معلوم کرنا چاہئے کہ برف کو عربی میں کیا کہتے ہیں اور اوسے کو کیا تو یہ ترجیحہ اسے غلط بھی میں جتنا کردے جائے اور کی عربی ہے تبلیغ اور برف کی عربی ہے برد۔ حالانکہ معاملہ بر عکس ہے۔ ترجیحے میں ترتیب اُنٹ کی ہے۔

ص ۲۹۷ کی روایت میں اللہ کا لفظ ہے۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔۔۔ ”خدائی قسم!“

لیکن ہمارا ناقص علم یہ ہے کہ یہاں اسلام قسم کا نہیں، تائید کا ہے اور تائید و قسم میں جو فرق ہے وہ تخلیج بیان نہیں۔ حسنور اس موقع پر قسم کھاتے تو ”تاہی“ کا مقام تھا۔

چند مقامات ایسے بھی ہیں جہاں روایت میں بعض

صفحہ پر حدیث بیان ہوتی ہے۔۔۔

”و شخص سونے کے لئے بزرگ نیشے وقت اشد“ فتنے کے حضور میں اس طرح توبہ واستغفار کریے اور تینی دفعہ عرض کروے ”استغفار اللہ العزیز کا اللہ الراحمن الراحیم“ القبور و آدبو اللہ تعالیٰ سے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ درختوں کے پیوں اور شہرور و گیتان عالیٰ کے ذرتوں اور دنیا کے دنوں طرح بے شمار ہوں۔

یہاں قدرتی طور پر ہر قاری کو کدن ہیں خیال پیتا ہو تاہم کہ یہ تو بڑا استاذ ہے۔ سوتے وقت توہہ کے ذکر کو رہ چکد لکھے تین بار طرحد لوز امامہ اعمال کی ساری اسی ای صاف تاچلی عمر کے تمام گناہ معاشر۔

محترم متوفی اس خیال کی شفی کے لئے اتنا ضرور کہا ہے کہ یہ استغفار و توبہ پچھے دل سے ہونا چاہیے۔

لیکن کیا داعی اتنی سی بات قاری کو مطمئن کر سکے گی؟

ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ روایت اور اس صیحتہ کوہ تباہ

روایتیں جن میں بہت ہی عمومی الفاظ یا اعمال کے نیچے میں سارے گناہ معاشر ہو جانے کی شارت ہے بدلیا ہیں۔ لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ انہیں بیش کرنے کا طریقہ بہت جیسا نہ ہونا چاہیے۔ ان کی تشریع اس طرح یہ ہوتی چاہیے کہ پڑھنے والے حساب آخرت اور عذاب کے در سے فارغ نہ ہو جائیں۔ اگر انہیں پڑھ کر دماغ میں معاشر کی طرف سے بے طوری اور جسم کے لئے جرمات پیدا ہو تو انہیں بیش کرنے سے نہ پیش کرنا اچھا۔ اسلام خوت اور اسید دنوں دیتا ہے۔ ان کا تو ازان بر باد نہ ہونا چاہیے۔

صفحہ ۲۹۷ پر بھی ایک ایسی ہی روایت ہے جیسی بتایا گیا ہے کہ جو بندہ بازار میں جاتے ہوئے یہ کلمات کہدا ہے اس کے لئے اللہ ہزار روپی ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور ہزاروں گناہ حکر دیتے جاتے ہیں اور ہزاروں ہزاروں بڑے جسے اس کے بلند کر دیتے جاتے ہیں۔

محترم موافع نے اس کی تشریع میں جهد توکی ہے لیکن

① صفتاً پر روایت ۱۱۹ میں حضرت معاذ بن جبل کا نام تین بار آتا ہے اور پھر صفت ۲ پر بھی حدیث کے راوی حضرت معاذ قصہ ہی ہے۔ چاروں جگہ ان کا اندازہ تمکے کے زیر معاذ سے لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ صحیح نام معاذ ہے۔ کتاب بے چارے تو علمی اعتبار سے اکثر مذکور ہی ہوتے ہیں لیکن یہ چاروں زبر اگر انھی کا کارنامہ ہیوں تو یہ اس لحاظ سے لچکپ ہو گا کہ اس کے ذریعے ایک لیے صحیح کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے جو صحیح کرنے کرتے اونٹھے لگا ہو۔ ظاہر ہے فاضل مؤلف ایسی علمی غلطی نہیں کر سکتے۔ انھوں نے مسودے میں شیش ہی دیا ہو گا۔

صفحتہ ۲۰۲ کی روایت میں ہے:-

كتب الـ الف الف حسنة و محاunque الف الف سیئة و فرع له الف الف درجة۔ یہاں بھی اسی نوع کا معا ملایہ ہے۔ حسنة سیئة اور درجۃ یعنیوں کی تعداد زبر (۱۱۹) ویتے گئے حالانکہ یعنیوں جگہ وزیر و حسنۃ ... ہونے چاہتیں۔ قصور تقدیما کا تاب صاحب کا اور جو کل لازماً صحیح مصاحب کی ہو گی ورنہ محترم مؤلف سے ایسی تحریکی غلطی بعد از تیاس ہے۔

② صفتہ ۲۳۳ اللھ عمر آستن تھری اتنا و ۲۰۰ مرت سو خائن ایں آون تو تقدیما کا تاب کا سہو ہے کیونکہ تشریح میں اس لفظ کو اس کے صحیح اعراب (معجم کے تواریخ) کے ماتحت لکھا گیا ہے لیکن اسٹرڈ بھی اگر کتاب ہی کی غلطی ہے تو لچکپ بات ہے کہ تشریح میں بھی غلطی دہرانی گئی۔ یہاں الف پر فتح نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اگر اعراب ہی دینا ہٹاؤ پیش دیا جائے۔

③ صفحہ ۲۵۰ سے صفحہ ۲۵۲ تک تین روایات میں تین بار لفظ عرقۃ آیا ہے اور یعنیوں پار سا کے مکون سے لکھا گیا ہے (خرفۃ) حالانکہ یہ درست نہیں۔ سل پر فتح آنا چاہیے۔ (خرفۃ) ظاہر ہے یہ غلطی بھی ہم کا تاب ہی کے سرخوبی پر اور دوسرے نمبر پر صحیح کو الزام دیں گے۔ محترم مؤلف کے تالیح کا خیال غیر علیب ہے۔

الفاظ کم نظر آئے۔ جیسے ملتا کی روایت میں یہ عبارت ہے ”ولهمتی بھارشیدی و تعصیتی بھاسن کل سووے“

مکمل عبارت یوں ہوئی چاہئے تھی:-

”ولله متمتی بھارشیدی و تردیدیھا“

”القیوم و تعصیتی میں کل سووے“

گویا وہ فقرہ چھوٹ گیا ہے جس پر ہم نے خط لکھنجدیا۔ ہم گمان کرتے کہ مکن سے فاضل مؤلف کے ماتحت ترمذی کا کوئی ایسا نکرہ ہا ہوئی میں یہ جملہ نہ ہے، لیکن ان کا کیا ہوا ترجیح اس کی تردید کرتا ہے۔ ترجیح اس متروکہ فقرے کا بھی موجود یا جیسے صفتہ ۲۰۲ پر من کل شیطان دھاما سڑ و من کل عین لامستہ۔ ہمارا خیال ہے یہاں دربارقط شکری چھوٹ گیا ہے۔ کم سے کم ایک بار چھوٹ نئے کا ثبوت تو ترجیح ہی میں موجود ہے۔

ایک شاگرد از معروضہ یہ ہے کہ سید الاستغفار (ص ۲۷) میں ابو عبید بن جبی پر تصریح میں نوٹ دیا جاتا ہے اسے واضح پڑنا کہ بخاری کے متداول شخوں میں ابو عبید لکھ کر ترجیح کیا ہے اور کس لئے لکھ ”لکھ“ چھوٹ دینے کو ترجیح دی گئی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ کتاب کی لکھائی چھپائی بہت بھی تصحیح کا بھی اہتمام خاص ہے۔ پھر بھی احادیث کے متن میں اغلاط قابل لحاظ حد تک موجود ہیں۔ تبصرہ شکار کا الگیہ یہ شرط نہیں کہ کتابی غلطیوں کی نشاندہی کرے لیکن ہم اس ثابت سے کہ ہماری نشاندہی کے تسبیح میں ناشر اعلیٰ ایڈیشن کو ان اغلاط سے پاک کر لیں فہرست اغلاط پیش کئے دیتے ہیں۔

لیکن اس فہرست سے قبل چند ایسی غلطیوں کا بھی ہم ذکر کر سے جو اگر کتاب ہی کی غلطیاں ہیں تو ان کا شمار و لچکپ غلطیوں میں ہو گا۔

لیجے اب افلات نامہ سو آف قلم ہے۔ حدیث کی کوئی کتاب کتابت طباعت کی غلطیوں سے جس قدر پاک ہوا تباہی پرستی ہے۔ ناشر ہماری محنت سے فائدہ اٹھائیں تو خوش نصیب۔ نہ اٹھائیں سب بھی ہمیں نواب کی لوعہ ہر حال۔ یہ الگ بات ہے کہ اس پر کوئی صاحب اُنکی کٹ کر لیں گے میں داخل ہونے کی بھی چست کر دیں!

صحیح نامہ معاشر الحدیث جلد خیم پہلا ایڈیشن (اپریل ۶۹ء)

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
فَاقْرَأْهَا	فَاقْرَأْهُ عَرَقْهَا	۱۰	۹۵
إِيَّاهَا	إِيَّاهَا	۱۲	۱۰۱
صَائِشَةٌ	صَائِشَةً	۱۳	۱۰۲
أَنْ أَصْنُو	أَنْ أَصْنُوا	۱۴	۱۱۱
وَعَدْشَا	وَعَدْشَا	۱۸	۷۰
قَدَّادُوكْ	قَدَّادُورْك	۱۳	۱۳۵
وَاعْمَلُوا	وَاعْمَلُوا	۸	۱۳۶
يَدَيْو	يَدَيْه	۱۱	۷۰
مَطْعَمَهُ	مَطْعَمَهُ	۱۲	۷۰
مَشْرِبَهُ	مَشْرِبَهُ	۶	۷۰
أَحَدَالْمُ	أَحَدَالْمُ	۷	۱۲۸
يَعْدُ	يَعْدَا	۱۳	۱۳۰
يَظْهَرُ	يَظْهَرُ	۱۱	۱۳۴
أَخْرَجَ	أَخْرَجَ	۴	۱۳۲
فَهِيَ	فَهِيَ	۶	۱۳۶
الذِيَادَاتِ	الذِيَادَاتِ	۷	۱۵۲
لِسَانًا	لِسَانًا	۹	۷۰
لِيَعْمَلَكَ	لِيَعْمَلَكَ	۱۲	۱۵۵
الْمَوْجُودُ	الْمَوْجُودُ	۹	۱۳۸
مُحَادَّ	مَعَاد	۱۰ و ۱۱	۱۴۰
وَكَلَّتْهُ	وَكَلَّتْهُ	۱۰	۱۴۱
شَفَاعِي	شَفَاعِي	۷	۷۰
هُصَر	هُصَر	۱۲	۷۰
حَدِيدَة	(دَمَاشِيَوْهِ)	۷	۱۸۳
غَنِيَ الْأَذْدِي	غَنِيَ الْأَذْدِي	۹	۱۹۲
بِيمَةٍ	بِيمَه	۱۰	۱۹۵
حَمَدَنا	حَمَدَنا	۷	۲۰۰
حَسَنَتِي	حَسَنَة	۱۴	۲۰۲
سَيِّنةٍ	سَيِّنة	۱۸	۷۰

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
طَوْافَةٌ	طَوَافَةٌ	۱۳	۳۰
سَجْدَةٌ	سَجْدَةٌ	۲	۳۰
بَكْرَةٌ	بَكْرَةٌ	۳	۷۰
تَضَرُّعٌ	تَضَرُّعٌ	۴	۷۰
لَدَيَاتٌ	لَدَيَاتٌ	۷	۲۲۳
لِذَكْرِي	لِذَكْرِي	۱۵	۷۰
اللَّهُ	اللَّهُ	۱۶	۲۲
خَبَرٌ	خَبَرٌ	۱۵	۳۷
ذَكْرِي	ذَكْرِي	۱	۳۸
تَحْرِيكَتْ	تَحْرِيكَتْ	۷	۷۰
فَرَانٌ	فَرَانٌ	۴	۳۷
لَوْنٌ	لَوْنٌ	۱۵	۳۳
إِلَى الرَّحْمَنِ	إِلَى الرَّحْمَنِ	۲۰	۳۷
صَوْبَرِيَّةٌ	صَوْبَرِيَّةٌ	۲۱	۳۸
دُجَيْ	دُجَيْ	۲۰	۴۹
وَآنَا الْمَهَارٌ	وَآنَا الْمَهَارٌ	۱	۸۰
أَقْرَأَ غَرْدَ	أَقْرَأَ غَرْدَ	۱۵	۸۲
تَرْكَمَانٌ	تَرْكَمَانٌ	۱۹	۷۰
الْجَمْعَةُ	الْجَمْعَةُ	۶	۹۲

صفحہ	صلی	نام	صفحہ	صلی	نام
	خط	خط		خط	خط
۲۰۲	دَرَجَةً	دَرَجَةً	۱۸	دَرَجَةً	دَرَجَةً
۲۰۳	الْمُتَّقِرُونَ التَّيْهَانَ	فَقْرَبَتَا	۱۷	الْمُتَّقِرُونَ التَّيْهَانَ	فَقْرَبَتَا
۲۰۴	۱۸	(اللَّهُ)	۱۸	(اللَّهُ)	(اللَّهُ)
۲۰۵	۱۷	وَأَرْجَمَهُمْ	۱۷	وَأَرْجَمَهُمْ	وَأَرْجَمَهُمْ
۲۰۶	جَنَبٌ	جَنَبٌ	۱۶	جَنَبٌ	جَنَبٌ
۲۰۷	۱۷	وَرَبِّ الْعَرْشِ	۱۷	وَرَبِّ الْعَرْشِ	وَرَبِّ الْعَرْشِ
۲۰۸	۱۶	دَيْنِكَ	۱۶	دَيْنِكَ	دَيْنِكَ
۲۰۹	۱۵	دَيْنًا	۱۵	دَيْنًا	دَيْنًا
۲۱۰	۱۴	وَنَصْلِيمُ	۱۴	وَنَصْلِيمُ	وَنَصْلِيمُ
۲۱۱	۱۳	الْأَجْنَاثُ	۱۳	الْأَجْنَاثُ	الْأَجْنَاثُ
۲۱۲	۱۲	قُوكُلُّ	۱۲	قُوكُلُّ	قُوكُلُّ
۲۱۳	۱۱	عَمَرَوْنَ	۱۱	عَمَرَوْنَ	عَمَرَوْنَ
۲۱۴	۱۰	عَرْفَةَ	۱۰	عَرْفَةَ	عَرْفَةَ
۲۱۵	۹	=	۹	=	=
۲۱۶	۸	=	۸	=	=
۲۱۷	۷	وَأَنَا عَصَدِرَكَ	۷	وَأَنَا عَصَدِرَكَ	وَأَنَا عَصَدِرَكَ
۲۱۸	۶	لَكَ تَعْزِيزٌ شَفَعِيٌّ	۶	لَكَ تَعْزِيزٌ شَفَعِيٌّ	لَكَ تَعْزِيزٌ شَفَعِيٌّ
۲۱۹	۵	وَنَفَاهَةٌ	۵	وَنَفَاهَةٌ	وَنَفَاهَةٌ
۲۲۰	۴	=	۴	=	=
۲۲۱	۳	سَلَسَةٌ	۳	سَلَسَةٌ	سَلَسَةٌ
۲۲۲	۲	أَبْرَاهِيمٌ	۲	أَبْرَاهِيمٌ	أَبْرَاهِيمٌ
۲۲۳	۱	أَبْرَاهِيمُ	۱	أَبْرَاهِيمُ	أَبْرَاهِيمُ
۲۲۴	۰	وَسَلَمٌ	۰	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۲۵	۱۹	وَسَلَمٌ	۱۹	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۲۶	۱۸	وَسَلَمٌ	۱۸	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۲۷	۱۷	وَسَلَمٌ	۱۷	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۲۸	۱۶	وَسَلَمٌ	۱۶	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۲۹	۱۵	وَسَلَمٌ	۱۵	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۰	۱۴	وَسَلَمٌ	۱۴	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۱	۱۳	وَسَلَمٌ	۱۳	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۲	۱۲	وَسَلَمٌ	۱۲	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۳	۱۱	وَسَلَمٌ	۱۱	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۴	۱۰	وَسَلَمٌ	۱۰	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۵	۹	وَسَلَمٌ	۹	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۶	۸	وَسَلَمٌ	۸	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۷	۷	وَسَلَمٌ	۷	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۸	۶	وَسَلَمٌ	۶	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۳۹	۵	وَسَلَمٌ	۵	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۴۰	۴	وَسَلَمٌ	۴	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۴۱	۳	وَسَلَمٌ	۳	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۴۲	۲	وَسَلَمٌ	۲	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۴۳	۱	وَسَلَمٌ	۱	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ
۲۴۴	۰	وَسَلَمٌ	۰	وَسَلَمٌ	وَسَلَمٌ

(عامر غمانی)

مخزن و لایت

- ۱۱۷۔ مخشنی محمد ولایت علی عزیز۔
- ۱۱۸۔ ترجمہ: مخشنی محمد ولایت علی عزیز۔
- ۱۱۹۔ صفحات ۲۰۸۔ جلد۔ قیمت تین روپے۔
- ۱۲۰۔ شائع کردہ: پاک ایم دی۔ الہا وحداً باد۔ کراچی۔
- ۱۲۱۔ یہ کتاب کسی بزرگ حضرت شاہ خادم صفوی محمدی صفحی پوری الموافق ۱۲۸۶ھ کے ملفوظات کا جو حصہ ہے جو دینی اچھے اور مقداری کے علاوہ چار ابواب پر تقسیم ہے۔

۱۸	الْمُتَكَبِّرُونَ	۱۸	الْمُتَكَبِّرُونَ
۱۷	طَارِقُ الْأَنْجَوِي	۱۷	طَارِقُ الْأَنْجَوِي
۱۶	عُمَرِي	۱۶	عُمَرِي
۱۵	أَدْلَى	۱۵	أَدْلَى
۱۴	فَاجْعَلْهُ	۱۴	فَاجْعَلْهُ
۱۳	عِنْدِكَ	۱۳	عِنْدِكَ
۱۲	وَحْدَةٌ	۱۲	وَحْدَةٌ
۱۱	وَحْدَةٌ	۱۱	وَحْدَةٌ
۱۰	وَبِإِضْرَابِ	۱۰	وَبِإِضْرَابِ
۹	وَبِإِضْرَابِ	۹	وَبِإِضْرَابِ
۸	وَبِإِضْرَابِ	۸	وَبِإِضْرَابِ
۷	وَبِإِضْرَابِ	۷	وَبِإِضْرَابِ
۶	وَبِإِضْرَابِ	۶	وَبِإِضْرَابِ
۵	وَبِإِضْرَابِ	۵	وَبِإِضْرَابِ
۴	وَبِإِضْرَابِ	۴	وَبِإِضْرَابِ
۳	وَبِإِضْرَابِ	۳	وَبِإِضْرَابِ
۲	وَبِإِضْرَابِ	۲	وَبِإِضْرَابِ
۱	وَبِإِضْرَابِ	۱	وَبِإِضْرَابِ
۰	وَبِإِضْرَابِ	۰	وَبِإِضْرَابِ

"ارشاد ہو اکر خدا کا پیغمباری کافر اور علی اللہ علیہ وسلم کا پرستار نہ من۔ چنانچہ فقیر نے اسے ایک قلمعہ میں لکھ کر کیا ہے۔" (ص ۷۶)

تمکن ہے شاعری میں اس طرح کے کہانے لوار اشارے چل جائیں مگر توجہ جیسے راس المال پر اس طرح کی رو جانی طبع آزادی بہت ہی مہلک اور ایمان سوزن تابع پسدا کر سکتی اور کرنی ہے۔ خدا ہی جانے کہ یعنی رسول کی کوئی سم ہے جو حکم کھل تو جید کی تو ہیں کمرے کے رسالت کی عملت قائم کرائے کے درپے ہے اور جو خدا کے چاری پر فتویٰ لکفر دے ڈالے اور رسول کے پرستار کو جنت کا پرواز عطا کر دے۔

لچھے بتا تو ہی اور کافری کیا ہے؟

■ ارشاد ہو اکر رایح جب پیر کی میں ٹھوے اور اپنی جگہ چھوڑ دے طرفیت کا وضو ساقط ہو جانا ہے گریثیت کا وضو جب تک رایح خارج نہ ہو نہیں گوتا۔ (ص ۷۸)

اگر شریعت اور طرفیت کی دوسری ہی ثابت کرنا چاہی تو کیا اس نکتہ نظریت کے لئے کوئی طیف ترتیب نہیں مل سکتی (۱) (جگہ صفحہ پر)

کسی بزرگ کی بزرگی کو پرکھنا اور سمجھنا ہو تو اسکے لئے اس کے اتنے ارشادات سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جہاں تک حالات اور احوال کا تعلق ہے وہ تذکروں میں تذکرہ نگار کی زبانی اور بالا وسطہ ہم تک پہنچتے ہیں کہ جس میں ملو اور مہالغہ کا غیر جس حد تک چاہے در انداز ہو سکتا ہے۔ کسی بزرگ کے لئے فرمودات ربانی طبیکہ ان میں خوبیت نہ ہوئی ہو، اس ہستی کا تعاون کرائے کے لئے کامی ہو سکتے ہیں۔

صحابہؓ کی زندگیاں قرآن و حدیث کی ترجیانی اور آئینہ داری کرنی تھیں لیکن بعد کے اور ار میں یہ دلت سیدا ہو گئی کہ دین و شریعت کو شریعت اور طرفیت کے دل آمد طلاجی خانوں میں قصیر کیا جائی اور پھر ان کی دلی کو مشا کر حقیقت کی "اکاہی" کو پہنچے اور سخنانے کی سعی کی گئی۔ کوئی شک نہیں کہ اس کتاب میں جس ہستی کا تذکرہ ہے

محوس ہوتا ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ سے غبت تھی لیکن بعض مقامات ایسے نظر آئے جہاں شریعت و طرفیت میں مکروء نظر آیا اور اس فرق و تباہ کو خود "اہل دل" اور "اہل نظر" سا لوگوں نے خطرناک علامت قرار دیا ہے۔ مثلاً:-

صحیت کا توازن...

ماہرین میں باہم خاص کا استعمال
قوت و تواناً بخششے۔ اس کے صحت بخش
اجرا اپنے کرگ دیپور میں مرابت
ہو کری جان ڈالنے اور سختی سے برداشتی۔
صائع الخادم خاص

غذائیت اور توانائی سے بھروسہ بہترین طاقت -

دامت طبیب کان مسلم یونیورسٹی میں گذرا



ISLAM AND AHL AL-KITAB •
PAST AND PRESENT.

(اسلام اور اہل کتاب ماضی و حال میں آئنے والے)

صفات نمبر ۳۲:

قیمت - بارہ روپے

* از: - مریم جمیل صاحبہ و شائع کردہ، محمد یوسف خانصاحب۔ سنت نگر۔ لاہور۔ مغربی پاکستان۔

پہلی کتاب یہ پیشتر نے جو نو مسلم مریم جمیل صاحبہ کے شوہر تھیں، اپنے پیش لفظ میں ان مخصوصین کا تعارف کرایا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا مشاریر پروتھابت کرنا ہے کہ تنخ عہد کے سامنے اسلام کو اپنی کسی بات کے لئے معدود کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد خود صفت "جنم" میں اپنے قبل اسلام کی بات پیش کی ہے اور یہ گویا ایک جیتا جائت شہرت ہوا اس حقیقت کا کہ اس طرح حقائق اسلامی نئے دور کی انسانیت کے دل و دماغ پر فاتحانہ تڑپڑائیے والے ہیں۔ بشیر طیکہ یہ دل راقی دل " ہو اور یہ دماغ واقعی ادمی کا دماغ ہو! ۔ اس کے بعد مختلف عنوانات کے تحت یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ اداہ پرستی کی جڑیں کہاں ہیں۔ خود مسلم اذہان میں کہاں کہاں اس کے ذکری شاخص اپنے پھوٹ آئے ہیں ۔ اس ذیل میں مرسیڈ، امیر علی، مولانا آزاد، آصف علی غرضی، صفتی، کمال انا توک، شیخ محمد عبده، ڈاکٹر طبلہ، شیخ مل جباری، شیخ خالد محمد خال کے انکار میں اس نقش کے بال درپر کی شاندی کی گئی ہے۔ مستشرقین کے زیر یہ اثارات اور ساستہ ثقاافت جدیدہ کی نئی جاہلیت کی راہ سے درآمد شدہ فتنوں کو بنے نقاب کیا ہے اور اس طرح مرضی صورت حال کو سامنے لانے کے بعد اس مرض کی اصل اس ذہنیت کو قرار دیا ہے کہ جس کو ہم معدودت خواہ نہیں ذہنیت کہتے ہیں۔ یعنی باہم کی دنیا میں خواہ خواہ کسی نام نہاد تھیر کو کی الواقعیت مان لیں اور پھر اپنے ہٹر کی چیزوں کا اس سے مقابلہ کرئے ہوئے

نئی ۶!

- صفحہ ۷۵ پر پیر و مرشد کے عوں کا بھی تذکرہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے نزدیک عوں کو بھی مندرجہ حامل ہے۔

- ارشاد ہوا کہ اگر بھی کی خاطر جھوٹ بولنا پڑتے تو جائز ہے۔ (صفہ ۷۶) اس ذیل میں جو واقعہ دیکھا ہے اس کے لئے یہ ارشاد مناسب معلوم نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

- ارشاد ہوا کہ (جمع موافق) قبر والوں کا اتنا دبر وجد احسن) دلیل کے ساتھ ثابت ہے۔ (صفہ ۷۸)

حالانکہ یہ سکھ ہر حال تنارع فیہ ہے کہ مردے خود سب کو اُن سکتے ہیں یا خدا جس کو ستانہ جائے ہے وہی انھیں ستانی دے سکتا ہے۔ بات نازک ہے کہ یہ نکار اس عقیدہ سماught کے مل پڑی شیطان نے "یا خلاں اللہد" کے بغیر ہے مشترکاً نہ لند کر اسے کی تحریک دی ہے۔

- اور بھی الیا ہوتا کہ گیارھوں شریعت کی فاتحہ کے لئے خرچ کی تسلی ہوتی تو آپ بلاسودی قرض لیتے۔ (صفہ ۷۹) یہ بھی شریعت و طریقت میں "دوپی" اور "متوازنی" پیں کا احساس دلانے والی بات ہوئی۔ شریعت نے قرض لیتے کے لئے جو اضطراری حالات کی شرط رکھی ہے اس کی ایک مستحبکے لئے آخر کہاں تاک اور کیسے اجازت ہو جائی یہی دو احتمالیں اسی ستحب فاتحہ کا ذہنگت بھی یہاں جوں پڑھیں والا ہو۔ جو ایک نقطہ نظر سے بدعت ہے۔ (رسن فوید)

ISLAM AND MODERNISM •

ر اسلام اور تجدید و پروری صفحہ ۱۴۲

قیمت نور و پے

ISLAM IN THEORY AND PRACTICE •

اسلام۔ اپنی نظری اور عملی تکلیفیں

صفحات ۸۰-۸۱

قیمت۔ دس روپے

پیش کرنے کے ساتھ دو باتیں ثابت کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان مذاہب کے متنے والوں نے خود کو کس طرح خدا کے پیغام سے دو رہنمادیا ہے اور دوسرے یہ کہ خود ان کی اپنی کتابیں بھی ساتھ دے رہے تھے میں ہوئی جلیں میں، ہماری کتاب کر مذہبی طریقہ اور مذہب کے علم بردار دلوں کے اندر رہ جائے تھا اور انحراف پیدا ہو گرہ گیا۔ جتنا ہتنا یہ لوگ اس تھاد سے مکھنا چاہتے ہیں دماغ و دل کی طبیرہ اس تھاد کو اور زیادہ تھاد کا شکار بناتی جاتی ہے۔ اس کے بعد اسلام کو جگہ جملہ اس تھاد کے سامنے مسلک اور توازن سچائی کی شکل میں رکھا گا ہے۔

اس طرح یہ ہمیں کتنی بیس اسلام کی تبلیغ اور اسلامی احیا کا کام کرنے والوں کی تین ضرورتیں پوری کرتی ہیں۔ یہی کتاب اسلام والوں کو جدید ما قوت پرستی والے لفڑو الحاد سے متعارف کرتی ہے۔ اس کی نئی سماں کی تاثر ہی کرتی ہے۔ اس کے علاج کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ دوسری کتاب خود اسلام کیا ہے اس کا پیشہ اسلامی فتوح و حشرتی ہے اور تیسرا کتاب اہل کتاب کی اپنی ذہنی و ایمانی تباہی کے مقامات کا پتہ دیتی ہے تاکہ دشمن کے ہمدون سے واقف اور اسلام کی طاقت کا شور رکھنے والے اسلام دشمن کی کمزور گوں پر حق کا وارکرنے کے قابل گنجھے صاحب و تاجر ہو سکے۔

زبان و بیان کے لحاظ سے بھی یہ کتاب میں شکفت اور کالین مترجم سادہ اگریزی کا سخرا نہ ہے۔ سوز اور روشنی بھی بہت و افر رکھتی ہیں اور حقیقت کی معرفت بھی پیدا کر کی طاقت پیشہ و تاجر کے لئے مخصوصیاً۔

تکاش ان کی قیمت قدر سے کم ہوتی تو یہ اور زیاد طویل اتر جو کہ بہت

بہت تفسیر نظری،

معنی و معنی اور حاضر کر

دل ربط آیات بلافت

ہے جمال فتوح اور پائی

ہر فرق میں اپنی کمی جھومن کر کے شرناہا اور اس نقیضاتی اجھیں میں تو جمیعت تاویل کر کر کے خود کو اس خیر کے دش بدوں ناہم کرنے کی حاجت کئے چلے جانا۔ اس بنیادی ذہنی روگ کا کیا علاج ہے۔ آخری الوب میں اس پر بحث کی گئی ہے اس طرح یہ کتاب عہد جدید کی نئتھے گاہ میں برپا ہونے والی اعصابی جنگ جنتکے سے بنیادی معلومات کا ایک طاقتور خزانہ بھر پہنچاتی ہے۔

* دوسری کتاب کو یا اسلام کی مشتبہ ترجمانی کے لئے ہے۔ اس مقدمے میں فاصلہ مصنفوں نے یہ پوچھتے ہے قبائل اسلام کا کے اپنے ذہنی سفر کے خاص خاص سنگ میں دکھانے کے بعد اسلامی اقدار کی روشنی میں مسیحی نادینیت کا جائزہ لیا ہے اور سلم دنیا کو اسلامی دنیا قرار دے کر اسلام کی جو غلط تصویریں سامنے لائی گئی ہیں ان کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ پھر مختلف زادویں سے یہ تایگیا ہے کہ فی الواقع اسلام ہے کیا؟ اسلامی ذہن ہوتا یکا ہے پھر مسلم ذہن کی ذہنی صحت۔ جسمانی صلاحیت اور اسلامی اخلاقیات کی خوبیوں کو اچھا رکھا یہ اور اس سلسلے میں مسلمان عورت کی تبریزی خدمات کے گوشے بھی سامنے لائے گئے ہیں۔ اس حقیقی اسلام کا فکری انعام جن حضرات کے افکار و خیالات کے ذریعے نئے عہد میں مختلف محاذوں پر ہوا کیا ہے اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس ذہلی میں محمد بن عبد الوہاب، شیخ سنوی، شاہ ولی اللہ، سیدنا حمد شہید، بدیع الزیان، جمال الدین افغانی، سید محمد خدید رضا، حسن البنا، نیز اخوان مسلمون، محمد علی جو ہر علماء اقبال، مولانا سید الالاعلی مودودی اور جماعت اسلامی کو خصوصیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ آخری الوب میں اہل فکر و نظر کے لئے اجماع اسلامی کا نظری اور منکری فاکہ بھی تجویز کیا گیا ہے۔

* تیسرا کتاب میں یہود و نصاریٰ کے خود اپنی کتابوں اور صحیفوں کے حوالوں کے ساتھ آسانی نازل خدھہ قانون کے بجا اٹے جانے اور مٹاٹے جانے کے خطرناک مناظر

مفید کتابیں

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل بتوب بدریہ ایڈیشن

دارالعلوم کے صدر الدور کاشاپکار، عصائی ہزار سے زادہ بیس سالی جو عموماً حصل اور حجابت القیری کے ساتھ مدل ہے۔ زندگی کے پھر پریشانی مٹھیا سے عشق سماں کا یہ نیخواں قابو ہے کہ تمام دروس خانقاہیں اور ہر ہر دین و دین کے لئے اسلامی کتابوں کا جامیں۔ تائیں خوشاد ہونے کی وجہ میں اسلامی کتابوں کا دارالعلوم کا فلوجی شان ہے۔

قفت مکمل بیٹھ جو بیلڈن ہر دیکھ رہے (مجلد پوتیں روپے)

اشرفیہ رشی زلیور مکمل مدل جھٹی بڑھ کا مسلمان
باکل عام فہم عوامیں اور بیان کیک فائدہ اعلیٰ سکھیں ہیں۔ تو بیلڈن ہیں
مکمل بیٹھ رہے (مجلد پوتیں روپے)

قصص الاولیاء یعنی نزدیکی انسانیں اور دوست بزرگ
جس سیں اولیاء، اسراع، صلوات و بُرکات ہیں
کثیر و مر سے نمائی کیا ہے۔ دکرامات درج ہیں، پاچ حصوں میں۔

فی جسد رُد روپے

غیرت کیا ہے؟ مولانا عبداللہ الحضوری کی ایک نادر کتبی جس
غیرت کیا ہے؟ غیرت کفرآن میں اپنے بھائی کو گوشت کیا کہ
سے تحریر کیا ہے۔ اس کی کتنی شاخصیں تو قیسمیں ہیں۔ اس سے شفاف
نهیں حکام کیا ہیں۔ ایسے حکام سو الوں کے وہ بُرکات و حدیث احمد اقبال
سلف کی دو حصوں میں، تین روپے پکاس ہیے۔

براہین قاطعہ بدھات کے بعد میں ایک شہری آفاق کتاب
طرح طرح کی موجودہ متون کے حق میں جو اول
ایلہ و عتیتی رہتے ہیں، ان کا احواب نہ اور صحیح مقام کا بیان
پاچ روپے

مکتبہ تھلیٰ - دیوبند (یو۔ پی)

تفسیر حل لقرآن ضروریات تکمیلی تصریح جو مسلمانوں کی
چند اہم خصوصیات

۱۱) حضرت مولانا ابوالرشد علی حساب تھا اوری نے شروع سے اپنے کام جو اپنے
لار بڑھانے ہے وہ اپنے تفسیر کے ان اراضی سے جو کوہ مولانا تھا اوری نے تحریر کرائے
ہیں اس کی تقدیماتیں اضافہ ہو گیا ہے اور مولانا تھا اوری نے اپنے تفسیر کی
اظری و انتیازی خصوصیات پڑھنے ایک تقریباً بھی تحریر فراہم ہے۔
حدیث فی پادہ لار پڑھ رہ پیسے۔ مکمل بیٹھ ۳۰ روپے۔

تاریخ اسلام مکمل بہت سچا جو حصہ
پاہ نرم کی نووے سے وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خلافات
و اتفاقات بنایا جیسے اوری کی احادیث۔
از مولانا

بے اپنے کام کی نظر ثانی اور تفسیر کے مطابق ہے جو اپنے
شافعیوں کے اضافوں کے مطابق سکھیا ہے۔ بُرکی جو شاہزاد دقت کے لئے
لگے تھے مہار و تبر جو ہیں۔ تائیں تو شاہزاد مہار اور کامکش
ہیں شاہزاد ہے۔ بلا جلد تھج روپے (مجد ساری محاسات روپے)

کالین مترجم و شریعت اردو حل ملائیں از مولانا حسین صاحب
استاذ تفسیر اسلام دیوبند

یہ مشہور ترین تفسیر حضیر دین کا ملکا اور عطرہ۔
خصوصیات۔ (۱) اصل دری متن اور اعواب (۲) متن کی تیجے عالم فہم کو دو
روز یاد دھرم۔ (۳) تفسیر کے بعد مدد دتا جائیں تفسیر کی کتاب اور ایسا بیان
کہ کیا تفسیر مطلبو، بیان القرآن وغیرہ کے محتوى مصباحیں (۴) ملکی ذات
کے متعلق دو وہ ماضی کی تحقیق (۵) ملکی طائف اور قرآنی کتابات (۶) شان
وال بخطایات بلاغت کا ملک اس طور پر تھہرہ (۷) صحیح عقائد مذکوب
تہجانی (۸) ایسا کام کی تحریکیں پڑھنے والے دو دفعہ پڑھ پیدا ہیں پر یہ دفعہ ملکی

Monthly

WAJAHAT

DEOBAND UP

بیان

REGD. NO. L 972

DURR-e-NAJAF

SUPIMA

سچے موتي
سخنے چاندی کے درق
امروز داؤں کا یہ مرکب
طب قدمیم کے ایک
ناور نسخے صدقہ ہے
طرز پر تیار کیا جاتا ہے۔
۱۰ نکموں کی تمام سبلیوں
میں مفید۔

نگاہ کو قوت اور
اندر میں خدا

شہزادی اور کھان

تیر حضرت
قاومانی
طلب فراہم

پکی ساری
1000

ایک لڑکا
پھر دو

اللئے
ڈھپیں

دل الفیض حسینی
روپنند

کوئی کوئی نہ شیشی ایک سو تھب کر پھر نکل پیٹھ

بکاری
بکاری
بکاری
بکاری
بکاری